سلسلہ اشاعت مسلم اکاڈیمی نمبر ۹

# اسلام اور غیر مسلم

(یعنی اسلام اور شاہان اسلام کے متعلق غیر مسلم دنیا کی طرف سے جتنے پراگپنڈے کئے گئے ہیں، مستند اور مشہور عالم غیر مسلموں ہی کے اقوال بیانات سے ان کی تردید اور شاہان اسلام کی بے تعصبی کا اثبات)

از

محمد حفیظ اللہ

مؤلف :- اسلامی کارنامے، اسلامی مساوات، اسلامی روایات، اسلامی حکایات، اسلام اور غلامی، سلاطین ہند کی علم پروری،

ناشر:-

مسلم اکاڈیمی - پھلواری شریف (پٹنہ)

تیسرا اڈیشن

۱۹۵۵ء

قیمت - قسم اول مجلد دو روپے آٹھ آنے - قسم دوم بغیر جلد دو روپے

Marfat.com

59503

# اسلام اور غیر مسلم

طبع اوّل ... ... ... سنہ ۱۹۲۹ء
طبع دوم ... ... ... سنہ ۱۹۳۲ء
طبع سوم ... ... ... سنہ ۱۹۵۵ء

---

یہ کتاب ان تنگ نظر فرقہ پرستوں کے لئے دندان شکن جواب ہے جو یہ ظاہر کرتے ہوئے نہیں تھکتے کہ "مسلمانوں نے اپنے دورِ حکومت میں انتہائی تعصب سے کام لیکر غیر مسلموں کے مذہبی احساسات کو بہت بُری طرح کچلا ہے۔"

---

قیمت:-
قسم اول مجلد ۸؍ — قسم دوم بغیر مجلد ۴؍
مسلم اکاڈیمی۔ پھلواری شریف۔ پٹنہ

کلکتہ میں کتابوں کے ملنے کا پتہ:- الطاف بکڈپو ۹۹/۱/۹ لوئر چیت پور روڈ۔ کلکتہ۔ ۱

Marfat.com

# فہرست مضامین


| مضمون | صفحہ |
|---|---|
| گزارش | ۷ |
| مقدمہ از مولانا حافظ امام الدین صاحب رامنگری | ۹ |
| اسلام اور غیر مسلم | ۱۵ |
| متعصب مورخین | ۱۶ |
| اشاعت اسلام | ۱۸ |
| بیانات :- سر تھامس آرنلڈ - ڈاکٹر سینٹ ہیلر - ڈاکٹر لوتھراپ اسٹاڈرڈ | |
| اسلام کی تیز رفتاری پر مفکرین کی حیرانی | ۱۹ |
| طامس کارلائل - رابن سن - آرنلڈ - ڈانلی آن کشیانی بشپ سائمن - پادری کار القسکی - ہارڈی | |
| اسلام کی تلوار تحفظ انسانیت کے لئے | ۲۳ |
| بیانات :- مورخ اچ - ہالم - مورخ گبن | |
| غیر مسلم رعایا کی حفاظت | ۲۶ |
| تاثرات ایک نسطوری پادری - پروفیسر آرکر مولانا ابوالکلام کے ایک مضمون کا اقتباس | |
| استاد ستز کا بیان | |
| اسلامی تعلیمات پر ایک نظر | ۳۰ |
| پیغمبر اعظم کا طرز عمل | ۳۴ |
| رسول خدا کے اولین دشمن | ۳۴ |
| قیدیوں کے ساتھ سلوک | ۳۶ |
| رسول خدا کا مکہ معظمہ سے ہجرت | ۳۸ |
| دفاعی جنگ کی اجازت | ۳۹ |
| چھ ہزار قیدی آزاد کر دیئے گئے | ۴۰ |
| فتح مکہ اور پیغمبر اسلام کی رواداری | ۴۱ |
| بیانات :- پنڈت سندر لال - لین پول - حتی - جرزیف ہیل | |
| پیغمبر اسلام کے دوسرے دشمن - یہود - اہم - نجران کے عیسائیوں کو فرمان | ۴۵ |
| راہبوں کو قتل نہ کیا جائے | ۴۶ |
| عیسائیوں کو مسجد میں ٹھہرایا گیا | ۴۶ |


Marfat.com

مضمون — صفحہ


غیر مسلم مفکرین کے بیانات — ۴۷
ڈاکٹر تشنکر داس مہرہ - جان ڈیون پورٹ - ایبل گستاؤلی بان - گوئٹے - رابرٹس - ڈیپر - ایک عیسائی مؤرخ - ایک عیسائی بطریق - ایم۔ این۔ رائے - مسز سروجنی نائیڈو - مسز اینی بیسنٹ - مہاتما گاندھی - اڈمنڈ برک - جان ڈی ایڈن - جیمس مشنر -
ذمیوں کے متعلق احکام ۵۸
جزیہ کی حقیقت ——— تاثرات گستاؤلی بان - کاندی - کونٹ ہنری دی کاسٹری - حتی - جوزیف ہیل - گاڈفری ہگنز - لین پول - ڈان لیونو کیٹانی - آرنلڈ - ایس - پی - سکاٹ - کاؤنٹ ہنری - ڈاکٹر ایشور ٹوپا - ۶۱
جزیہ کی رقم واپس کردی گئی ۷۱


غیر مسلموں کے سلاطین اور امراء کا طرز عمل


| | | | |
|---|---|---|---|
| حضرت ابوبکرؓ | ۷۲ | خلیفہ ہشام | ۹۰ |
| ؍؍ عمر فاروقؓ | ۷۴ | ؍؍ منصور | ۹۱ |
| ؍؍ عثمانؓ | ۸۴ | ؍؍ ہارون الرشید | ۹۱ |
| ؍؍ علی کرم اللہ وجہہ | ۸۴ | ؍؍ مامون الرشید | ۹۳ |
| ؍؍ امیر معاویہ | ۸۶ | ؍؍ معتصم باللہ | ۹۵ |
| ؍؍ عمر بن عبدالعزیز | ۸۶ | ؍؍ مکتفی | ۹۶ |
| گورنر کوفہ | ۹۰ | | |

اسپین میں مسلمانوں کی رواداری - طارق - عبدالعزیز بن موسی ——— ۹۸
بیانات :- ہنری چارلس لی - جارج ہنری لوئیس - چیمبرز انسائیکلوپیڈیا - مصنف شورٹ ہسٹری کرسچینیٹی - ایس - پی - اسکاٹ -
صقلیہ کے عیسائیوں کے ساتھ سلوک ۱۰۲
سلطان صلاح الدین کی رواداری ۱۰۳
آل عثمان کی رواداری ۱۰۷
بیانات :- گولڈزیہر - کردم باخر - ایڈمنڈ انگلہاٹ - آرنلڈ - ایلسن فلپس -
امیر تیمور ۱۱۳
مسلمانوں کا یہودی کے ساتھ - بیانات :- سکاٹ - حتی - جوزیف - میکاف - بنیامین - ۱۱۳


Marfat.com

مضمون — صفحہ

پارسی قوم کے ساتھ سلوک — ۱۱۶
مسلمانوں کے دارالعلوم کے دروازے ہر قوم کے لیے کھلے تھے۔ — ۱۱۶
غیر مسلموں کو اعزاز و مناصب — بیانات :- حتی۔ جرجی زیدان۔ مجاؤ۔ ڈریپر — ۱۱۷
اسلام میں مذہبی رواداری از لالہ کاشی رام چاولہ — ۱۲۳
اشاعت اسلام پر ایک نظر — ۱۲۶
مغل تاتار کا اسلام قبول کرنا — ۱۲۸
وسط ایشیا کے علاقے — ۱۳۰
جرمنی، فرانس اور انگلستان کے بادشاہوں کا اسلام سے متاثر ہونا — ۱۳۱
اشاعت اسلام کا سلسلہ جاری ہے — ۱۳۲

## مسلم شاہان ہند کی رواداری

سلاطین ہند کی رواداری — ۱۳۷
بیانات :- پروفیسر ایشوری پرشاد۔ پرفلا چندر رائے
مسلمانوں کی حکومت غیر ملکی نہیں تھی — ۱۴۱
شاہان ہند نے مسلمانوں سے بھی جنگ کی — ۱۴۱
جنگ میں کشت و خون اور انہدامات — ۱۴۲
بیانات :- جناب تلسی رام۔ لالہ بابو رام۔ بابو شیو پرشاد۔ لالہ لاجپت رائے مصنف تاریخ پنجاب
متعصب غیر مسلم اہل قلم کا غلط پراپگنڈہ — ۱۴۵
چودھری چھوٹو رام کے خیالات
مسلم حکمراں سچے محبان وطن تھے۔ — ۱۴۶
انگریزوں نے ہندوستان کی دولت لوٹی — ۱۴۷
ولیم ڈگبی۔ لارڈ میکالے۔ جان سلیون
مسلمانوں نے ہندوستان کی دولت یہیں صرف کی — ۱۴۸
بیانات :- ٹیورنیر۔ ابن بطوطہ — اورنگ زیب کا خط
عیسائی مشنری — ۱۴۹
اشاعت اسلام کا شعبہ نہیں تھا — ۱۵۰
بیانات :- چارلس گرانٹ۔ ایک ہندو اہل قلم — ۱۵۰

Marfat.com

| صفحہ | مضمون |
|---|---|


غیر مسلموں کو بالجبر مسلمان نہیں بنایا گیا 151

بیانات:- آرنلڈ - سر پی سی - رائے - ام - ان - رائے - پنڈت گردھاری لال -
پنڈت چندربھان - پروفیسر گوکھلے - مسٹر ڈائل - امپیریل گزٹ -

اسلام کی اشاعت علماء و صوفیائے کرام کے ہاتھوں ہوئی 157

ہندو واعظین اور مصلحین کو آزادی 159

بیانات:- ڈاکٹر نہا سنگھ - مسٹر چٹرجی - لالہ کالی داس

مسلم شاہان ہند کی ہندو نوازی 161

بیانات:- ڈیلر - ڈاکٹر راجندر پرشاد - پنڈت سندر لال - رائے بہادر لالہ بیجناتھ -
اقتباسات از ہندوستان کا مستقبل مصنفہ ڈاکٹر راجندر پرشاد - ایشوری پرشاد -
لالہ رام نرائن - لالہ کاشی رام چاولہ -

مسلم شاہان ہند کا طرز عمل

| | | | |
|---|---|---|---|
| غازی محمد بن قاسم | 167 | جہانگیر | 196 |
| سلطان محمود غزنوی | 168 | شاہجہاں | 200 |
| محمد غوری | 187 | اورنگ زیب عالمگیر | 205 |
| قطب الدین ایبک | 188 | شیر شاہ | 231 |
| غیاث الدین بلبن | 190 | سکندر بت شکن | 232 |
| محمد شاہ تغلق | 191 | زین العابدین | 234 |
| فیروز شاہ تغلق | 192 | ابراہیم عادل شاہ | 235 |
| ظہیر الدین بابر کا وصیت نامہ | 194 | ٹیپو سلطان | 236 |
| ہمایوں اور رانی کرناوتی | 194 | | |

معاشرتی زندگی میں ہندو مسلمان کی کوئی تمیز نہیں تھی 238

ہندوؤں کو اعزاز و مناصب 241

رفاہ عام کے کاموں میں ہندو و مسلمان کی کوئی تفریق نہیں تھی 244

انصاف پسند غیر مسلم مفکرین کے بیانات — سر الفرڈ — جیمس مل - موسیو کیفو - الگزنڈر ہملٹن 247 تا 256
لالہ لاجپت رائے - ایم - ان - رائے - ایشوری پرشاد گوکھلے - چودھری چھوٹو رام -
بپن چندر پال - لالہ تلسی رام - سر سی - پی - رائے - سر جدوناتھ سرکار - ڈاکٹر راجندر پرشاد


Marfat.com

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

# عرضِ حال

کہا جاتا ہے کہ شاہانِ اسلام ظالم و متعصب تھے اور ان کا برتاؤ غیر مسلم رعایا کے ساتھ منصفانہ اور حق پسندانہ نہ تھا۔ یہ اپنے مذہبی تعصب میں اُن پر جبر و تشدد کرتے اور اُن کے جائز حقوق ہمیشہ پامال کرتے تھے۔ ہم اُن الزامات کی تردید میں، جو تاریخ کے روشن ترین حقائق کے سرتاسر منافی ہیں، اپنی جانب سے کچھ کہنا نہیں چاہتے۔ ہم نے اس کتاب میں غیر مسلم مؤرخوں اور اہلِ قلم کی کچھ شہادتیں پیش کردی ہیں تاکہ انصاف بیں آنکھیں خود حقیقت کو بے نقاب حالت میں دیکھ لیں۔

خوشتر آں باشد کہ سرِ دلبراں
گفتہ آید در حدیثِ دیگراں

اس کتاب کے دو اڈیشن اس کے قبل شائع ہو چکے ہیں۔ میری دوسری کتابوں کی طرح یہ کتاب بھی ملک کے علم دوست طبقے میں کافی

Marfat.com

مقبول ہوئی۔ مشہور اخبارات و رسائل نے اس کے متعلق شاندار تقریظیں لکھیں اور اسکولوں اور لائبریریوں کی طرف سے بھی کافی قدر افزائی ہوئی۔

دوسرا اڈیشن بہت دن ہوئے ختم ہو چکا تھا، لیکن حالات کچھ ایسے ناسازگار رہے کہ اب سے قبل تیسرے اڈیشن کی نوبت نہیں آئی۔ الحمد للہ، آج تیسرا اڈیشن بہت سے اہم اضافہ کے ساتھ ناظرین باتمکین کی خدمت میں پیش کر رہا ہوں۔

مسلم اکاڈیمی
پھلواری شریف
۲۰ اکتوبر ۱۹۵۵ء

محمد حفیظ اللہ

Marfat.com

# مقدمہ

(از قلم جناب مولٰنا حافظ ابو محمد امام الدین رامنگری)

ادنیٰ اور حقیر شئے کی طرف کسی کی نگاہ بھی نہیں اُٹھتی لیکن نمایاں اور ممتاز چیز خواہ مخواہ انسان کو اپنی جانب متوجہ کر لیتی ہے۔ چھوٹے چھوٹے پودوں پر طوفان کا کوئی اثر نہیں ہوتا، وہ بلند اور تناور درختوں ہی سے ٹکراتا ہے۔ زلزلے سے جھونپڑوں کو نقصان نہیں پہنچتا، اس کا حملہ محلوں اور ایوانوں پر ہوتا ہے۔ عام انسانوں سے دُنیا بھری ہوئی ہے، ان کی نہ کوئی موافقت کرتا ہے نہ مخالفت لیکن لاکھوں، کروڑوں انسانوں کے درمیان ایک شخص کوئی دعوت و تحریک لے کر نمودار ہوتا ہے تو اس کے ہزاروں، لاکھوں ہمنوا اور مخالف پیدا ہو جاتے ہیں۔ خصوصاً جن لوگوں کے اقتدار و اثر اور مفاد و مصالح کو اس سے نقصان پہنچنے کا اندیشہ ہوتا ہے، وہ جائز و ناجائز ہر طرح کے ساز و سامان سے آراستہ ہو کر اس کے مقابلے کے لئے اُٹھ کھڑے ہوتے ہیں۔ اسلام اور پیغمبر اسلام صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ بھی یہی معاملہ ہوا۔ جہاں حق پرستوں اور اخلاص پسندوں کی ایک جماعت آنحضرت پر بے تامل ایمان لائی اور حضور کے ایک اشارے پر اپنا سب کچھ قربان کرنے پر تیار ہو گئی وہاں اہلِ باطل اور بندگانِ نفس کا بھی ایک بڑا گروہ پیدا ہو گیا جس نے بغض و عناد اور عداوت و دشمنی کا کوئی دقیقہ فروگذاشت

Marfat.com

نہیں کیا۔ سرداران قبائل، پیشوایانِ مذاہب اور امراء و سلاطین نے جن کو اپنے اقتدار و تمکن کا چراغ آفتاب اسلام کے مقابلے میں بجھتا ہوا نظر آیا، وہ بالخصوص اس داعی حق و صداقت اور معلم امن و انسانیت کی مخالفت و دشمنی پر کمربستہ ہو گئے۔ وہ بھی اس ذلیل اور شرمناک صورت سے کہ جب اسلام کے خلاف پروپگنڈا کرنے کے لئے انہیں کوئی سچی بات نہ ملی تو انہوں نے کذب و افترا کی تصنیف کر کے اُن کی ترویج و اشاعت شروع کر دی۔

(۲)

اسلام کے ابتدائی ایام میں صرف مشرکین مکہ اس کے مخالف تھے لیکن جب اس کی دعوتِ حق مدینہ پہنچی تو مشرکین مکہ کی طرح یہود مدینہ کو بھی اپنے لئے خطرہ محسوس ہوا اور اسلام کی مخالفت میں وہ بھی مشرکین مکہ کے دوش بدوش کھڑے ہو گئے۔ غرض اسلام کا حلقۂ اثر جیسے جیسے بڑھتا گیا اس کے مخالفین و معاندین میں بھی اضافہ ہوتا چلا گیا۔

اسلام وسعت و ترقی کے مراحل و منازل سے گزرتا شام و فارس اور مصر کی سرزمینوں پر اپنا علم اقتدار نصب کرتا اور صحرائے افریقہ کو روندتا یورپ میں داخل ہوا جو عیسائیوں کا موروثی وطن تھا۔ چونکہ یہ قوم شاہانہ اقتدار و اختیار کے ساتھ زمین کے طویل و عریض حصّوں پر چھائی ہوئی تھی۔ اس لئے یہ اسلام کی زبردست حریف ثابت ہوئی۔

جس زمانہ میں اسلام یورپ کے دروازے پر دستک دے رہا تھا اس کا قدم برِ اعظم ہندوستان میں پہنچ چکا تھا۔ اس لئے یہاں بھی حق و باطل کے تصادم کی ابتدائی ہو چکی تھی۔ اور اسلام کی مخالفت میں جو کچھ دوسرے ملکوں میں ہو چکا تھا

Marfat.com

یا ہو رہا تھا' اس کا سلسلہ یہاں جاری ہو چکا تھا۔

مسلمانوں کے زوال کے بعد ہندوستان میں انگریزوں کے عروج و اقبال کا آفتاب بلند ہوا۔ انگریز مذہبی اور سیاسی دونوں اعتبار سے مسلمانوں کے تاریخی حریف تھے اور مسلمانوں کے ہاتھوں بارہا مذہبی' سیاسی اور حربی چوٹ کھا چکے تھے۔ اب ہندوستان میں انگریزی حکومت کے وجود میں آنے کے بعد انگریزوں کے جدید اغراض و مصالح کا بھی تقاضہ ہوا کہ وہ ہندوستان کے غیر مسلموں کے سامنے اسلام اور پیروانِ اسلام کو زیادہ سے زیادہ نفرت انگیز اور بیزار کن صورت میں پیش کریں۔ تاکہ یہاں کے مسلمانوں اور غیر مسلموں کے درمیان اختلاف و تعصب کی جو خلیج موجود ہے' وہ ناقابل عبور حد تک گہری اور وسیع ہو جائے۔ اس مصلحت کے پیش نظر خاص طرز کی علمی اور درسی کتابیں تیار کی گئیں اور ان میں اسلامی تعلیمات اور مسلمانوں کی تاریخ کو مسخ کر کے پیش کیا گیا کہ اس کی صورت ہی کچھ کی کچھ ہو گئی۔ ایسی افترا پردازی اور بہتان طرازی کی گئی، جس کو حقیقت سے دور کا بھی واسطہ نہ تھا۔

اس طریقہ کار کا خاطر خواہ نتیجہ برآمد ہوا۔ ان علمی اور درسی کتابوں کو پڑھ کر جو نسل تیار ہوئی وہ اسلام اور مسلمانوں کے متعلق انہیں مسخ شدہ اور بے بنیاد علمی، مذہبی، تہذیبی اور تاریخی معلومات کی حامل تھی۔ اسی نسل کے لوگ ماسٹر، پروفیسر، لکچرار، مؤرخ اور مصنف ہوئے۔ جن کے ذریعہ یہ زہر دوسری نسل میں منتقل ہوا۔ عمل کے اس تواتر و تسلسل نے کذب و افترا کو معارف و حقائق کے مقام پر پہنچا دیا اور یہاں کے غیر مسلم علمی اور ذہنی اعتبار سے اس سانچے میں ڈھل گئے، جو انگریزی حکومت کے اغراض و مصالح کے تقاضے کے مطابق تھا۔

Marfat.com

(۳)

اسلام اور پیروانِ اسلام کے خلاف جہاں بھی پروپگنڈہ کیا گیا سب کا حاصل یہ ہے۔

۱۔ اسلام عرب کے وحشیوں اور بدوؤں کا مذہب ہے جو مہذب اور ترقی یافتہ دنیا کے عقاید و ضروریات کا ساتھ نہیں دے سکتا۔

۲۔ اسلام غیر مسلموں کے حق میں نہایت سخت گیر ہے۔ وہ غیر مسلموں کو مسلمان بنانے کے لئے ہر طرح کے جبر و تشدد کو جائز قرار دیتا ہے۔ اسلام میں غیر مسلموں کے ساتھ انصاف و رواداری کے لئے کوئی گنجائش نہیں۔

۳۔ مسلمان مذہبی مجنوں، وحشی اور خونخوار ہوتے ہیں۔ خود اسلام میں کوئی خوبی نہیں مسلمانوں نے تلوار کے زور سے اسلام کی اشاعت کی اور اقوام و ملل کو اپنی قوت قاہرہ سے اسلام کے سامنے جھکنے پر مجبور کیا۔

ان الزامات و اتہامات کی حقیقت تو زیر نظر کتاب بتائے گی میں ان الزامات و بہتانات کے مدعیوں اور خود ہی جج بن کر فیصلہ کرنے والوں سے دریافت کرتا ہوں کہ کیا انہوں نے کبھی اپنے کارناموں کا بھی جائزہ لیا؟ یہودی بتائیں کہ انہوں نے اپنے زمانۂ اقتدار میں عیسائیوں کے ساتھ کیسے سلوک کیے؟ عیسائی حضرات فرمائیں کہ جب ان کے ہاتھ میں زمام حکومت و سلطنت آئی تو وہ یہودیوں کے ساتھ کس طرح پیش آئے؟ اور برادران ہند بتائیں کہ ان کے مختلف فرقوں اور طبقوں کے باہمی سلوک اور برتاؤ پر تاریخ کے اوراق کیا شہادت دیتے ہیں؟ اپنی آنکھ کی شہتیر کو نظر انداز کر کے دوسروں کی آنکھوں کے تنکے دیکھنا کوئی معقول بات نہیں ہے۔ لیکن یہ سمجھنا صحیح نہ ہوگا کہ اسلام اور پیروانِ اسلام

Marfat.com

کے بارے میں پوری غیر مسلم دنیا منصفوں ہی سے بھری ہوئی ہے۔ اس میں انصاف پسندوں کا کوئی گروہ نہیں۔ بہتان و افترا کی تاریکی میں اعترافِ محامد و محاسن کے روشن ستارے بھی جگمگاتے نظر آتے ہیں۔ بڑے بڑے غیر مسلم علماء و فضلا مؤرخین نے غیر مسلموں کے عائد کردہ اتہامات و الزامات کی ناقابل انکار دلائل و شواہد کے ذریعہ زبردست تردید کی ہے اور اسلام کی خوبیوں اور مسلمانوں کی سیاسی، مذہبی، علمی، معاشرتی اور تہذیبی خدمتوں کا اعتراف کیا ہے۔

اس سے بھی زیادہ قابل ذکر بات یہ ہے کہ مخالفین و معاندین کے افکار و خیالات میں بھی جا بجا اسلام کے اوصاف و محاسن کا اعتراف موجود ہے اور حق کی یہ ایک نمایاں خصوصیت ہے کہ وہ اپنے دشمنوں کو بھی اپنی خوبی کے اقرار پر مجبور کر دیتا ہے۔

(۴)

ہندوستان کے اس دورِ انقلاب میں جب کہ اسلام کے خلاف غلط فہمی اور بدگمانی اور نفرت و بیزاری کا زور ہے، بڑی ضرورت ہے کہ اسلام اور پیرانِ اسلام کے متعلق غیر مسلم علماء و فضلا کے صحیح افکار و خیالات فراہم کئے جائیں۔ اور ان کو اردو اور ہندوستان کی دوسری زبانوں میں کتابی صورت میں شائع کیا جائے۔ اس طرز کی ایک کتاب ان سطور کے راقم نے "اسلام اور غیر مسلم دانوان" کے نام سے ہندی میں شائع کی ہے۔ اور اسی سلسلے کی ایک قابل قدر کتاب "اسلام اور غیر مسلم" ہے جو آپ کے ہاتھ میں ہے۔

Marfat.com

مؤلف کتاب جناب مولوی محمد حفیظ اللہ صاحب پھلواروی کو اسلام کے بے نظیر محاسن و برکات اور پیروان اسلام کے بے نظیر کارناموں کی ترویج و اشاعت سے خاص طور پر شغف و دلچسپی ہے۔ چنانچہ اس ضمن میں وہ متعدد کتابیں مرتب کر کے شائع کر چکے ہیں، "اسلام اور غیر مسلم" کا بھی یہ تیسرا ایڈیشن ہے جو خاص اضافے کے ساتھ شائع ہو رہا ہے۔

یہ کتاب اپنے موضوع پر ہر طرح حاوی اور مکمل قرار دی جا سکتی ہے۔ اس کا آغاز عہد رسالت سے کیا گیا ہے۔ اس کے بعد علی الترتیب خلافت راشدہ، خلافت بنو امیہ، خلافت بنو عباس اور خلافت اندلس کے ادوار پیش کئے گئے ہیں۔ سب سے آخر میں ہندوستان کا نمبر رکھا گیا ہے، ہندوستان کے مختلف خاندانوں اور مختلف زمانوں سے تعلق رکھنے والے مسلمان سلاطین کا یہاں کے غیر مسلم باشندوں کے ساتھ کس قسم کا سلوک رہا۔ اور انہوں نے اصلاحی اعتبار سے غیر مسلموں کی مذہبی اور معاشرتی زندگی پر کس قدر فلاح بخش اور قابل قدر اثرات ڈالے، اور اس ملک کی مذہبیت اور تہذیب کو ترقی کے کس اعلیٰ مقام پر پہنچا دیا۔ ان سب کے متعلق ہندوستان کے جلیل القدر غیر مسلم علما، زعما، مورخین و مصلحین کے افکار و خیالات پیش کئے گئے ہیں۔

جناب مولوی محمد حفیظ اللہ صاحب نے مخالفین و معاندین کے ہر طرح الزامات و بہتانات کے رد میں غیر مسلم اکابر کے اتنے اعترافات و آراء جمع کر دیئے ہیں کہ ان کو دیکھ کر حیرت ہوتی ہے اور ان کی محنت و کاوش اور تلاش و جستجو کی داد دینی پڑتی ہے۔

چونکہ موجودہ دور میں اس کتاب کی اشاعت خاص طور پر ضروری ہے اسلئے مجھے امید ہے کہ یہ حسب حیثیت درجہ قبول حاصل کریگی۔ اللہ تعالیٰ جناب مؤلف کی سعی کو مشکور فرمائیں۔ آمین۔

رام نگر بنارس اسٹیٹ
۱۷ شوال المکرم سنہ ۱۳۷۲ھ

ابو محمد امام الدین

Marfat.com

بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

# اسلام اور غیر مسلم

تاریخ کے صفحات شاہد ہیں کہ مسلمانوں نے تمام قدیم باعظمت اقوام عالم سے بڑھ کر صفحۂ ہستی پر اپنی شان و شوکت کی نہ مٹنے والے بے شمار نقوش یادگار ثبت کئے اور ان کا آفتاب اقبال ایک مدت تک اس شان سے چمکتا رہا کہ دوسری قوموں کی آنکھیں خیرہ ہوگئیں اور اسلام کی عظیم الشان طاقت اور مسلمانوں کا عروج و اقتدار ان کے لئے موجب رشک و حسد اور باعث بغض و عناد بن گیا۔

عیسائی دنیا اُن صلیبی جنگوں کو کس طرح فراموش کر سکتی ہے، جن میں یورپ کی تمام عیسائی حکومتوں کی متحدہ عظیم الشان فوجوں کو شکست فاش اُٹھانی پڑی! یورپ اس بات کو بھلا نہیں سکتا کہ مسلمانوں نے اسپین (اندلس) میں آٹھ سو برس تک ایسی شان و شوکت سے حکومت کی کہ یورپ کے بڑے بڑے سلاطین سرنگوں رہے، اور فرانس ایک مدت تک مسلمانوں کا باج گزار رہا۔ یورپین قومیں عثمانی حکومت کے جاہ و جلال کو بھی فراموش

Marfat.com

نہیں کرسکیں جس سے سارا یورپ تھرّاتا تھا اور اپنے عروج و اقتدار کے زمانہ میں اس عظیم الشان سلطنت عثمانیہ نے متعدد بار یورپ کے جلال و جبروت کو خاک میں ملایا، اور دنیائے عیسویت کی متکبر گردن کو "باب عالی" کی آستانہ بوسی کے لئے جھکایا۔

**متعصّب مورخین** اسلام کے اس عروج و اقبال کو دیکھ کر یورپ کے تنگ دل اور متعصّب مورخین اور اہل قلم اور مشنری مصنّفین نے "اسلام تلوار کے زور سے پھیلا ہے" کا نعرہ بلند کیا اور اسلام اور شاہان اسلام کے متعلّق ایسے بے بنیاد اور فرضی واقعات جن کا صحیح تاریخ سے کوئی واسطہ نہیں، اپنی تصنیفات و تحریرات میں درج کرکے ان الزامات کے ثابت کرنے کی انتہائی کوشش کی ہے اور مسلمانوں کے بُرے سلوک کی جھوٹی روایات کے ذریعہ اسلام اور پیروان اسلام کی انتہائی بدنما تصویر کھینچ کر اسلام کا اثر زائل کرنے کی سعی کی ہے تاکہ اسکے دیکھ کر لوگ متنفر ہو جائیں اور اسلام کا نام لینا بھی گوارا نہ کریں۔

امریکہ کے مشہور مصنّف واشنگٹن آرونگ نے رسول خدا صلعم کی لائف لکھی ہے۔ اس کے پہلے صفحہ پر آنحضرت کی ایک تصویر دی ہے۔ جس کے ایک ہاتھ میں قرآن اور دوسرے ہاتھ میں تلوار ہے۔ اس طرح کی تصانیف سے غیر مسلم اقوام میں اسلام، بانی اسلام اور مسلمانوں کے خلاف دینی تعصب کا کوہ آتش فشاں بھڑکا کر حقیقت کے چہرے کو داغدار بنانے کی کوشش کی گئی ہے

یورپ کے جھوٹے پراپگنڈے سے ایشیا بھی متاثر ہوا اور اس

Marfat.com

ملک کے کوتاہ نظر غیر مسلم مصنفین اور اہل قلم نے بھی اپنی کتابوں اور تحریروں میں ویسے ہی گڑھے ہوئے واقعات سے کام لینا شروع کیا اور بے سروپا الزامات ان تاج داران اسلام پر لگاتے رہے، جنہوں نے ایشیا پر نہایت فراخ دلی اور رواداری کے ساتھ حکومت کی اور جن کے شاندار اور قابل رشک کارناموں سے ایشیا کی تاریخ بھری ہوئی ہے۔

اسکولوں اور کالجوں کے نصابوں میں بھی اکثر ایسی کتابیں داخل کردی گئیں، جن میں حقیقت کی طرف سے آنکھیں بند کرکے لکھ دیا کہ مسلمانوں نے دُنیا میں تلوار کے زور سے حکومت کی اور اسلام کی نشوونما بھی تلوار کے سائے تلے ہوئی مسلمانوں نے پُرامن طریقے پر اسلام کی اشاعت نہیں کی، بلکہ بزور طاقت اسلام پھیلایا۔ انہوں نے غیر مسلموں کے عبادت خانے برباد کئے اور نئے عبادت خانوں کی تعمیر بند کردی۔

غرض عناد پسند اور متعصب مخالفین اسلام نے آفتاب پر خاک ڈالنے کی کوشش کی۔ لیکن خاک افشانی سے آفتاب کی تابش و درخشانی پر پردہ ڈالنا ممکن نہیں۔ دُنیا میں ایسے انصاف پسند غیر مسلم مؤرخین اور مفکرین بھی ہیں، جنہوں نے ان باتوں کی تردید کردی اور ثابت کردیا کہ اسلام نے تلوار کے ذریعہ نہیں بلکہ اپنی فطری کشش کے باعث عالمگیر حسنِ قبول حاصل کیا اور پروفیسر گولڈ زیہر کے الفاظ میں، اقوام یورپ کے تمام الزام جو اسلام کے سر تھوپے جاتے ہیں، محض بے بنیاد ہیں ؎

---

؎ LESSONS ON ISLAM BY GOLD ZIHER

Marfat.com

اسلام نے جس طرح غیر مسلم رعایا کے ساتھ سلوک کرنے کی ہدایت کی، حضرت پیغمبر اعظم محمد رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم اور خلفائے راشدین نے جس پُرامن طریقے سے اسلام کی اشاعت کی اور شاہان اسلام نے اپنی غیر مسلم رعایا کے ساتھ جیسا اچھا سلوک کیا، اس کی مثال دُنیا کی تاریخ میں نہیں مل سکتی۔ غیر مسلم رعایا کے بارے میں ان کی ہدایات اور وصیتیں اور ان کا طرزِ عمل موجود ہیں اور وہ آج بھی فتنہ پھیلانے والوں کو خاموش کرنے کے لئے کافی ہیں۔

**اشاعت اسلام** سر تھامس آرنلڈ کی شہادت کے مطابق اسلام کی اشاعت تلوار کے زور سے نہیں بلکہ صلح و آشتی کے ذریعہ ہوئی اور حقیقت بھی یہی ہے کہ اسلام کی اشاعت مسلمان سلاطین نے نہیں، بلکہ مشائخ و صوفیا، سیاحان اور تجار نے کی۔ سر موصوف اپنی مشہور و معروف کتاب "پریچنگ آف اسلام" میں رقمطراز ہے:۔

"تمام بڑے بڑے مذاہب عالم میں صرف اسلام ہی ایسا ہی جو دنیا کے زیادہ حصہ میں تنخواہ دار مبلغوں اور منظم تبلیغی مشنوں کے بغیر محض عام لوگوں کے ذریعہ پھیلا ہے مسلمانوں کے ہر ایک قسم کے تاجر دنیا بھر میں سب سے زیادہ کامیاب مبلغ ثابت ہوئے ہیں۔ اسلام کی تبلیغ کا

---

کام جنوبی و مشرقی اور مغربی افریقہ میں عرب تاجروں اور سوداگروں کے بغیر کسی نظام تبلیغی کی امداد کے، صرف قرآنی نظام اشاعت سے کیا ہے۔ چین میں بھی افریقہ کی طرح اسلام کا ابتدائی داخلہ اور اشاعت محض تاجروں کے ذریعہ ہوا۔"

ڈاکٹر آچ۔ ڈی۔ سینٹ ہیلر لکھتا ہے:۔

"یہ کہنا کہ اسلام نہ قبول کرنے کی لازمی سزا تلوار تھی، مذہب اسلام پر منجملہ ان جھوٹے الزاموں کے ایک الزام ہے جو غیر مذہب والوں نے ناانصافی سے اس پر عاید کیے ہیں، یا وہ مذہب اسلام سے ناواقف ہیں یا دیدہ و دانستہ حق پوشی کرتے ہیں۔

ڈاکٹر لوتھراپ اسٹاڈرڈ لکھتا ہے:۔

"ایک حد تک ہر مسلمان فطرتاً مبلغ ہے اور طبعاً اپنے مذہب کو غیر مسلم ہمسایوں میں شائع کرتا ہے۔ لہٰذا یہ کام صرف مذہبی مبلغین ہی نہیں، بلکہ بے شمار سیاح، تجار اور غریب تارکانِ وطن مزدوروں نے بھی سرانجام دیا۔"

## اسلام کی تیز رفتاری پر مفکرین کی حیرانی

مسلمان جتنی کم مدت میں دنیا میں پھیل گئے اور جس سرعت کے ساتھ ترقی کی، اس کی نظیر عالم میں نہیں ملتی، اور اسلام کی رفتار ترقی پر آج دنیا کے بڑے سے بڑے مفکر حیران ہیں۔ ایک طوفان تھا جو عرب کے ریگستان سے اٹھا اور آن کی آن میں دنیا کے بہت بڑے حصے میں پھیل گیا۔ ایک بجلی

Marfat.com

تھی، جو عرب کے میدان میں کوندی اور اس کی چمک سے یک بیک نصف دنیا منوّر ہوگئی۔ مسٹر طامس کارلائل کے الفاظ میں گویا ایک چنگاری ایسے ملک میں پڑی جو ظلمت میں چھپا ہوا ریگستان تھا، مگر دیکھو اس زور شور سے اُڑ جانے والی بارود کی طرح نیلے آسمان تک اُٹھتے ہوئے شعلوں کے ذریعہ دہلی سے غرناطہ تک روشن کردیا، اور ڈاکٹر ڈریپر کے قول کے مطابق "دُنیا کی تاریخ میں کوئی مذہب اتنی جلدی اور اس قدر وسعت کے ساتھ نہیں پھیلا، جتنا کہ مذہب اسلام۔"

مسلمانوں نے جس ملک کو فتح کیا، وہاں کے لوگوں کے لئے امن کے فرشتے ثابت ہوئے۔ کیونکہ وہ دوسری قوموں کے فاتحین کی طرح نہ تھے، جو مفتوحین پر ظلم و جبر کرتے اور ان کے مذہب میں مداخلت کرتے تھے اور ان کو زبردستی اپنے مذہب میں داخل کرنے کی کوشش کرتے تھے، بلکہ مسلمانوں نے جس ملک کو فتح کیا وہاں کے باشندوں کے مذہب میں کبھی مداخلت نہیں کی اور ان سے نہایت رواداری سلوک کیا، اور اسلام کی رواداری سے محکوم غیر مسلم اقوام آزادی کی نعمت سے پوری طرح فائدہ اُٹھاتے تھے۔ یونان کا فلسفی مؤرخ تھلے کہتا ہے کہ "مسلمانوں کے سوا کوئی دوسری قوم ضمیر کی آزادی کا نام بھی نہ جانتی تھی۔"

مسٹر روبن سن لکھتا ہے:۔

"اہل اسلام کی مظفر و منصور فوجوں نے خواہ ملک شام کو فتح کیا یا شمالی افریقہ پر علم تسخیر نصب کیا، یا بحیرۂ احمر کو عبور کرکے بحیرۂ اسود میں پاؤں جمائے۔ الغرض وہ جہاں کہیں

Marfat.com

بھی پہنچیں، قرآن کی تعلیم اُن کے ساتھ گئی۔ جن کی وجہ سے
انہوں نے کسی جگہ جور و ظلم کا ارتکاب نہیں کیا۔ کسی قوم کو
انہوں نے اس بنا پر تہ تیغ نہیں کیا کہ وہ اسلام قبول کرنے
سے انکار کرتی تھی۔"

سر آرنلڈ لکھتا ہے:۔

"اسلامی افواج نے کبھی عیسائیوں کو زبردستی اسلام قبول
کرنے پر مجبور نہیں کیا۔ اسلامی افواج سے صرف اسلامی
مقبوضات کی حفاظت اور ملک کے نظم و نسق کا کام لیا
جاتا رہا۔"

اطالوی مستشرق ڈان لی اَن کٹیانی، پرنس آف ٹی ینڈ اور ڈیوک
آف گرمونٹیا نے اپنی شہرۂ آفاق کتاب "دی اینلس آف اسلام" میں
اس بیان کی تائید کرتے ہوئے مسلمانوں کی رواداری کی بہت تعریف
کی ہے۔ اور لکھا ہے کہ اس قسم کی مذہبی رواداری کسی اور قوم کی تاریخ
میں نظیر نہیں ملتی۔

بشپ سائمن رقمطراز ہے:۔

"عرب جنہیں خدا نے دنیا کی سلطنت عطا کی ہے، عیسائی مذہب
پر حملہ نہیں کرتے، بلکہ اس کے برعکس وہ ہمارے مذہبی کاموں

---

له DON LEONE CACTANI, PRINCE OF TEND & DUKE OF GER MONE TTA THE ANNALS OF ISLAM. فرانسیسی فاموس - بحوالہ عہد نبوی میں نظام حکمرانی

Marfat.com

میں ہر طرح امداد دیتے ہیں۔ وہ ہمارے خدا اور بزرگوں کی عزت کرتے ہیں اور ہمارے گرجاؤں اور خانقاہوں کو عطیات سے مالا مال کرتے ہیں۔"

مشہور پادری کارالفسکی لکھتا ہے :۔

"علاوہ یہودیوں کے جن پر سخت مظالم ہو رہے تھے .... یعقوبی عیسائیوں نے بھی عربوں کو اپنے نجات دہندوں کی حیثیت سے ہاتھوں ہاتھ لیا ..... مسلمانوں کی سب سے اہم جدت جس کا یعقوبی عیسائیوں نے دلی خوشی سے استقبال کیا، یہ تھی کہ ہر مذہب کے پیروؤں کو ایک خود مختار وحدت قرار دیا جائے اور اسی مذہب کے روحانی سرداروں کو ایک بڑی تعداد میں دنیاوی اور عدالتی اقتدارات عطا کئے جائیں۔"

لندن کا مشہور مؤرخ سی۔ڈی۔ہارڈی[1] لکھتا ہے :۔

"موجودہ زمانہ تک مسلم اور مسیحی سوسائٹی میں ایک تیسرا امتیاز بھی قائم تھا اور وہ ہے رواداری کا امتیاز۔ یہ بات تسلیم کر لی گئی ہے کہ گذشتہ مسیحی سوسائٹی رواداری کے جذبہ سے محروم رہی ہے مسلمانوں کی تاریخ محکمۂ احتساب مذہبی (ENQUISITION) جیسے ظالمانہ ادارہ کی وجود سے

---

59503

[1] C.D. HARDIE – BACKGROUND TO MODERN THOUGHT. – P. 47.

Marfat.com

خالی ہے، خود حضرت عمرؓ نے جب فلسطین پر قبضہ کیا تو اس
اس پر ایک مؤرخ کو لکھنا پڑا کہ ان جیسی رواداری آج تک
نہیں دیکھی گئی۔ کسی گرجا پر دست درازی نہیں کی گئی۔ اگر
عیسائی اور یہودیوں نے اسلام قبول کیا تو صرف اپنی اندرونی
آواز کی بنا پر، کیونکہ اسلام نے عقیدہ کو پھیلانے کے لئے
کبھی تلوار نہیں چلائی، اور نہ اس دور کے لوگ اس قدر
بزدل تھے کہ تلوار سے ڈر کر اپنا مذہب تبدیل کر لیتے۔ تلوار
سے اسلام کی اشاعت محض ایک افسانہ ہے۔ یہ حقیقت
ہے کہ مسلمانوں نے مفتوحہ اقوام کے ساتھ جو رواداری
برتی ہے، وہ یورپ کی تاریخ میں پچھلی صدیوں تک بے نظیر
رہی ہے۔"

اسلام کی ابتداء تو مکّہ سے ہوئی لیکن جب مکّہ میں مسلمانوں کے لئے خدا کا
نام لینا دشوار ہو گیا تو اسلام کا مرکز مدینہ بنا۔ یہاں تھوڑے ہی دنوں میں اس
پر پورا پورا رنگ بھی چھا گیا۔ اور وقت کے تقاضا نے ہر مسلمان کو ایک مرد
مجاہد بنا دیا۔ ان مجاہدین اسلام نے دنیا میں اسلام کا ڈنکا بجا دیا اور دنیا
میں مسلمانوں کی بڑی بڑی سلطنتیں قائم ہو گئیں تو اسلام اپنوں کی طرح بیگانوں
کے لئے بھی سراپا برکت و رحمت بن گیا اور اسلامی مساوات اور خیر و
برکت کا پیغام دنیا کے گوشے گوشے میں پہنچا۔

اسلام کی تلوار تحفظ انسانیت کیلئے

اسلام نے تلوار سے ضرور کام لیا لیکن تاریخ کے صفحات شاہد ہیں

Marfat.com

کہ اسلام نے جب تلوار اُٹھائی، جَور و ظلم کے لئے نہیں بلکہ تحفظ انسانیت کے لئے اور دنیا میں امن و امان قائم رکھنے کے لئے اُٹھائی۔

مشہور مؤرخ مسٹر ایچ ہالم (HALLAM) اپنی تاریخ آئین سلطنت انگلستان کی جلد اوّل باب دوم میں لکھتا ہے :-

"دین اسلام بندگان خدا کے سامنے ضرور پیش کیا گیا، مگر کبھی ان کو جبراً قبول نہیں کرایا گیا، اور جس نے اُسے بہ طیب خاطر قبول کر لیا، اُسے وہی حقوق عطا کئے گئے جو فاتح قوم کو حاصل تھے، اور اس دین نے مغلوب و مفتوح قوموں کو اُن ناپاک شرائط سے بری کر دیا جو ابنائے آفرینش عالم سے پیغمبر اسلام کے زمانہ تک ہر ایک فاتح قوم نے مفتوحین پر عاید کر رکھی تھی۔ اسلام نے کبھی بھی بے رحمی و فسادات کو روا نہیں رکھا۔ مسلمانوں نے مذہبی اور تمدنی اُمور میں کبھی کسی قوم پر جبر یا دباؤ نہیں ڈالا۔ جہاں بھی پہنچے، اپنے مفتوحین کے مذہب و اعتقاد میں کبھی کوئی دست اندازی نہیں کی، اور ان کی سابقہ مذہبی آزادی یہ دستور قائم رکھی۔ قرآن کریم نے انہیں تعلیم دی ہے کہ جو لوگ تم سے لڑیں تم بھی اُن سے لڑو، مگر زیادتی نہ کرو۔ کیونکہ اللہ زیادتی کرنے والوں کو پسند نہیں کرتا۔"

"جب مسلمانوں نے شام، مصر اور دوسرے ممالک کو فتح کئے تو مفتوح اقوام کے مذہبی یا معاشرتی معاملات میں دخل نہیں دیئے۔ ان کے

Marfat.com

عبادت خانے انہیں کے قبضے میں چھوڑ دیئے، اور انہیں اپنے مذہب و رسم کے مطابق عبادت کرنے کی اجازت دی۔ انہیں اپنے معاملات و مقدمات کے فیصلے اپنے ہی قوموں کے حکام سے کرانے کے حقوق دیئے اور ان کے جان و مال کی حفاظت کا ذمہ لیا۔ جس کے عوض انہیں صرف ایک ٹیکس ادا کرنا پڑتا، جو "جزیہ" کے نام سے مشہور ہے اور جس کی رقم اس قدر قلیل ہوتی کہ اس کا ادا کرنا کسی پر گراں نہ گزرتا اور ہر شخص اسے بہ آسانی ادا کر دیتا۔

"تاج داران اسلام نے اپنی غیر مسلم رعایا کے ساتھ نہایت انصاف اور انسانیت کا برتاؤ کیا اور ایسا آرام پہنچایا جو پہلے نصیب نہ ہوا تھا اور وہ خود کو اسلامی ممالک میں محفوظ سمجھنے لگے تھے۔ یہی سبب تھا کہ اکثر دوسرے ملک کے لوگ مسلمانوں کو خط لکھ کر بلاتے اور اپنے ملک کے فتح کرنے میں ان کی مدد کرتے۔

مؤرخ گبن کے بیان کے مطابق مشرقی عیسائی صرف اس لئے مسلمانوں کی حکومتوں میں رہنا پسند کرتے تھے کہ وہاں انہیں کامل مذہبی آزادی حاصل تھی۔ اس کے برعکس مغرب کے عیسائی حکمراں انہیں یا تو "رومن کیتھولک" بن جانے پر مجبور کرتے تھے یا پھر انہیں صفحۂ ہستی سے نابود کر دیتے تھے۔

ہاں۔ جن اسلام دشمن اقوام نے مسلمانوں سے صلح نہ کی اور جزیہ دینا پسند نہ کیا، ان سے مسلمانوں نے جنگ کی اور حالت جنگ میں بعض عبادت خانوں کے ٹوٹنے کے واقعات بھی تاریخ میں ملتے ہیں۔ لیکن امن کے زمانے میں اس قسم کا ایک واقعہ بھی مشکل سے پیش کیا جا سکتا ہے بلکہ

Marfat.com

بلکہ بارتھولڈ کے الفاظ میں نویں صدی میں مغربی یورپ کے زائرین یہ دعویٰ کرنے لگے تھے کہ ان کا جان ومال اسلامی ملکوں میں خود ان کے وطن سے زیادہ محفوظ تھا۔

## غیر مسلم رعایا کی حفاظت

خلافت راشدہ کے آغاز پر مسلمانوں کے ہاتھوں حکومت الٰہیہ کی جس توسیع کا آغاز ہوا۔ اس کا اولین ہدف عیسائیوں کی بیزنطینی سلطنت بنی۔ اس جنگی کارروائی کو شروع ہو کر پندرہ سال بھی نہیں گذرے تھے کہ (حضرت عمر رض کے آخری زمانے میں یا حضرت عثمان رض کے ابتدائی زمانہ میں) ایک نسطوری پادری کے جو تاثرات سپرد کاغذ کئے تھے وہ اتفاق سے محفوظ ہیں :۔

"یہ طائی (یعنی عرب) جن کو خدا نے آج کل حکومت عطا کی ہے، وہ ہمارے بھی مالک بن گئے ہیں۔ لیکن وہ عیسائی مذہب سے مطلق برسرپیکار نہیں، بلکہ اس کے برخلاف وہ ہمارے دین کی حفاظت کرتے ہیں۔ ہمارے پادریوں اور مقدس لوگوں کا احترام کرتے ہیں، اور ہمارے گرجاؤں اور کلیساؤں کو جاگیریں عطا کرتے ہیں۔"[1]

---

[1] پادری اسمعانی کی ASSEMANI, BIBL. ORIENT III 2, P. XCVI

بیز دخویہ کی DE GOEJE MEMOIR SUR LA CONQUETE DE LA SYRIE, P. 106

بحوالہ عہد نبوی میں نظام حکمرانی۔

Marfat.com

پروفیسر واکر نے قانون بین الممالک کی تاریخ لکھتے ہوئے یہ ملاحظہ پیش کیا ہے کہ متمدن اور مہذب سلطنتوں پر وحشیوں کا دھاوا بول دینا اور غالب آکر سلطنت و حکومت کے مالک بن جانا، معاشرۂ انسانی کی تاریخ کا ایک عادی واقعہ ہے لیکن جرمنوں، تاتاریوں وغیرہ وحشیوں کے برخلاف عجیب بات یہ ہے کہ عربیا کے بدو جب یک بیک اپنے صحرائی برِ اعظم سے بیرون میں اُمنڈنے لگے (یعنی خلافت راشدہ میں) تو ان عربی فتوحات کو عام تصوّر کے وحشی فتوحات میں کسی طرح شامل نہیں کیا جا سکتا کیونکہ اُن "وحشی بدوؤں" میں پہلے ہی دن سے ان کے مفتوحوں سے بھی بڑھ کر تہذیب اور اخلاق حسنہ نظر آتے ہیں۔"[1]

حضرت مولانا ابو الکلام آزاد اپنے ایک فاضلانہ مضمون میں تحریر فرماتے ہیں "مسلمان دنیا میں صرف اس لئے آئے ہیں کہ حکومت الٰہیہ قائم کریں۔ اللہ کی عبادت خانوں کی حفاظت کریں اور نوع انسانی کو ظالموں اور سرکشوں کی شرارتوں سے بچائیں۔ چنانچہ جب ایک مذہب دوسرے مذہب کو برباد کرنا چاہتا تھا، جبکہ ہر قوم چاہتی تھی کہ خدا کی زمین صرف ہمارے

---

[1] WALKIR -- A HISTORY OF THE LAW OF NATIONS, VOL-I, P. 73.
THEIR SUCCESS REPRESENTS NO BARBARIAN CONQUEST FAR HIGHER CIVILIZATION (THAN THAT OF THE BYAMINE EMPIRE IN ASIA AND AFRICA)

ماخوذ از عہد نبوی میں نظام حکمرانی۔

Marfat.com

لئے وقف ہو جائے اور کسی دوسری قوم کے مذہب اور مذہبی عمارات کو اس پر جگہ نہ ملے، تو مسلمانوں ہی کی تلوار تھی جس نے ان ظلم و استیلا سے بچایا اور بربادی اور ہلاکت سے نجات دلائی۔ جزیرۂ عرب و یمن کے اندر مسلمانوں کی وجہ سے عیسائیوں کو جو نفع عظیم پہنچا، اس کا تذکرہ طولانی اور محتاج تمہید ہے۔ لیکن یہ کون نہیں جانتا کہ مصر میں قبطیوں کو جس قوم نے عیسائیوں کے مذہبی ظلم سے نجات دلائی اور قبطی معابد کو آزادی بخشی، وہ مسلمان ہی تھے۔

چھٹی صدی عیسوی میں خود عیسائیوں ہی کے اندر انتہا درجہ کی مذہبی تفریق، تعصب اور جنگ و جدال تھا۔ ایک چرچ دوسرے چرچ کے ہیرو کی تکفیر کرتا تھا، اور جلاوطنی کی سزا دیتا تھا اور بسا اوقات زندہ جلا دیتا تھا۔ خصوصیت کے ساتھ ہر ایک چرچ اس تعصب میں سب سے آگے تھا۔ جس کے ہاتھوں مشہور یعقوبی فرقے کو کیسی کیسی دردانگیز مصیبتیں جھیلنی پڑیں۔ یہ مسلمان ہی تھے، جنہوں نے مصر اور اسکندریہ میں اس فرقہ کو پناہ دی۔ یہاں تک کہ اس کے معابد محفوظ ہو گئے، اور یہ فرقہ آزادی کے ساتھ اپنے گرجوں کے اندر اقرار توحید کے ساتھ خدائے مسیح کی پرستش کرنے لگا پھر اسلامی حکومتیں قائم ہوئیں۔ گو اسلام کی شرعی خلافت کا یہ دور نہ تھا۔ تاہم شاہان امویہ اور عباسیہ کے عہد پر نظر ڈالو اور اس پیشین گوئی کو یاد کرو کہ کس طرح تمام مذہب و ملل کو اسلامی حکومتوں میں آزادی دیدی گئی اور علی الخصوص عیسائیوں کے فرقے کسی طرح مسلمانوں کی بدولت بربادی سے بچ گئے۔

Marfat.com

مسلمانوں کو حکومت میں گو خود اسلامی عقاید کو آزادی حاصل نہ تھی ۔ شوافع حنابلہ کے دشمن تھے اور حنابلہ شوافع کو ہلاک کرنا چاہتے تھے ..... سنّیوں اور شیعوں کا باہمی قتال خود ایک داستان خونیں ہے۔ خوارج اور قرامطہ کے حالات تاریخ میں تلاش کرو، ہمیشہ ایک فرقہ نے دوسرے فرقہ کو تباہ کیا۔ تاہم یہ کیسی عجیب بات ہے کہ مسلمان خود تو ایک دوسرے کو برباد کرتے تھے، لیکن غیروں کو انہوں نے ہمیشہ پناہ دی اور ذمیوں کے حقوق دینیہ کی کبھی بے احترامی نہ ہونے دی۔ بغداد کے شوافع نے حنابلہ کا محلہ تو ضرور لوٹ لیا۔ لیکن عیسائیوں کے گرجوں کی برابر حفاظت ہوتی رہی "۔

---

استاد "متز" کہتے ہیں کہ قرون وسطیٰ میں جو چیز اسلامی مملکت کو نصرانی یورپ سے ممتاز کرتی ہے وہ یہ ہے کہ اسلامی مملکت میں اسلام کے علاوہ دیگر مذاہب کے پیرو کافی تعداد میں رہتے تھے۔ جبکہ یورپ کی نصرانی مملکتوں کو یہ بات نصیب نہیں تھی۔ اسلامی مملکت میں گنیسے اور گرجے اسلامی مملکت کی مداخلت سے قطعاً آزاد تھے۔ ایسا معلوم ہوتا تھا گویا وہ اسلامی مملکت کا جزو ہی نہیں ہیں۔ اس بارہ میں ان معاہدوں کی پابندی کی جاتی تھی۔ جو فتح کے وقت عمل میں لائے جاتے تھے، اور ان معاہدوں کے مطابق جو حقوق ان کو حاصل تھے، ان میں کوئی مداخلت نہیں کی جاتی تھی۔ ضرورۃً یہود اور نصاریٰ مسلمانوں کے پہلو بہ پہلو آباد تھے۔ اس چیز نے تسامح اور چشم پوشی کی ایک ایسی فضا پیدا کر دینے میں بڑی مدد دی جو قرون وسطیٰ میں یورپ میں متعارف بھی نہیں تھی۔ ہر یہودی یا نصرانی اپنے دین کی پوری

Marfat.com

کرنے میں آزاد تھا۔" (طلوع اسلام دسمبر ۵۴ء)

---

# اسلامی تعلیمات پر ایک نظر

اب آیئے اسلامی تعلیمات پر ایک نظر ڈالیں اور دیکھیں کہ قرآن مجید جو مسلمانوں کا اوّلین دستور العمل ہے، اس بارے میں کیا تعلیم دیتا ہے؟ قرآن پاک میں کہیں بھی ایسا حکم موجود نہیں کہ لوگوں کو بزور قوت اسلام میں داخل کیا جائے، بلکہ اس کے برخلاف مسلمانوں کو حکم دیا گیا ہے کہ وہ لوگوں کو ان کی مرضی اور پسند پر چھوڑ دیں، وہ چاہیں تو اسلام قبول کریں اور نہ چاہیں تو اپنے طریقے پر قائم رہیں۔ ہم یہاں اس طرح کی بعض آیتیں پیش کرتے ہیں:۔

(۱) لَآ اِكْرَاهَ فِي الدِّيْنِ قَدْ تَّبَيَّنَ الرُّشْدُ مِنَ الْغَيِّ فَمَنْ يَّكْفُرْ بِالطَّاغُوْتِ وَيُؤْمِنْ بِاللّٰهِ (پ ۳ بقر)

(دین کے معاملہ میں کوئی جبر نہیں۔ ہدایت گمراہی سے واضح ہو چکی، سو اب جو شخص (ہدایت کا طالب ہو) اسے اختیار ہے کہ وہ طاغوت (باطل خدا) کا انکار کر دے اور خدا پر ایمان لائے۔

(۲) قُلِ الْحَقُّ مِنْ رَّبِّكُمْ ق فَمَنْ شَآءَ فَلْيُؤْمِنْ ق وَّمَنْ شَآءَ فَلْيَكْفُرْ ج (پ ۱۵۔ الکہف)

(اُن سے) کہو کہ حق (بات) خدا کی طرف سے ہے، جس کا جی چاہے اُسے مانے

Marfat.com

اور جس کا جی چاہے نہ مانے۔

(۳) إِنَّ هٰذِهٖ تَذْكِرَةٌ فَمَنْ شَاءَ اتَّخَذَ إِلٰى رَبِّهٖ سَبِيلًا

یہ قرآن ایک یاددہانی ہے جو شخص چاہے وہ اپنے رب کی اطاعت و بندگی کی راہ اختیار کرے۔

(۴) فَإِنْ تَوَلَّوْا فَإِنَّمَا عَلَيْكَ الْبَلٰغُ الْمُبِيْنُ (النحل)

اگر یہ لوگ (سمجھانے پر بھی) منہ موڑلیں تو (اے پیغمبر) تمہارے ذمّے صرف کھلے طور پر پہنچا دینا ہے

(۵) قُلْ لِّلَّذِيْنَ أُوْتُوا الْكِتٰبَ وَالْأُمِّيّٖنَ ءَأَسْلَمْتُمْ فَإِنْ أَسْلَمُوْا فَقَدِ اهْتَدَوْا وَإِنْ تَوَلَّوْا فَإِنَّمَا عَلَيْكَ الْبَلٰغُ

(آل عمران)

اہل کتاب اور ان پڑھوں سے کہو کہ تم بھی اسلام لاتے ہو (یا نہیں؟)۔ پس اگر اسلام لے آئیں تو بے شک راہ راست پر آگئے اور اگر منہ موڑلیں تو تم پر صرف (حکم الٰہی کا) پہنچا دینا ہے۔

(۶) قُلْ أَطِيْعُوا اللّٰهَ وَأَطِيْعُوا الرَّسُوْلَ فَإِنْ تَوَلَّوْا فَإِنَّمَا عَلَيْهِ مَا حُمِّلَ وَعَلَيْكُمْ مَّا حُمِّلْتُمْ وَإِنْ تُطِيْعُوْهُ تَهْتَدُوْا وَمَا عَلَى الرَّسُوْلِ إِلَّا الْبَلٰغُ الْمُبِيْنُ (النور۔ آیت ۵۳)

(ان سے) کہو کہ خدا اور رسول کا حکم مانو۔ لیکن اگر تم روگردانی کروگے، تو جو ذمہ داری رسول پر ہے اس کے جواب دہ وہ ہیں اور جو ذمہ داری تم پر ہے اس کے جواب دہ تم ہو اور اگر رسول کی اطاعت کروگے تو ہدایت پاؤگے اور رسول کے ذمے تو صرف (حکم خدا کا) پہنچا دینا ہے۔

Marfat.com

(۷) ان احد من المشرکین استجارک فاجرہ حتی یسمع کلم اللہ ثم ابلغہ مامنہ ط ذلک بانہم قوم لا یعلمون (التوبہ - آیت ۶)

اگر کوئی مشرک تم سے پناہ کا خواستگار ہو تو اسکو پناہ دو۔ یہاں تک کہ وہ اطمینان سے کلام خدا کو سن لے۔ پھر اس کو اس کے امن کی جگہ واپس پہنچا دو۔ یہ (سلوک) اس لئے (کرنا ضروری ہے) کہ وہ ناواقف ہیں۔

(۸) ما علی الرسول الا البلاغ و اللہ یعلم ما تبدون وما تکتمون ۔ (المائدہ آیت ۹۹)

پیغمبر پر صرف (ہمارا حکم) پہنچا دینے کی ذمہ داری ہے۔ اللہ تمہاری کھلی چھپی (سب باتوں کو) جانتا ہے۔

(۹) فذکر انما انت مذکر ط لست علیہم بمصیطر ط الا من تولی وکفر ط فیعذبہ اللہ العذاب الاکبر ط (الغاشیہ ۔ آیت ۲۱-۲۴)

(اے پیغمبر تم لوگوں کو) سمجھاؤ اور تم صرف سمجھا دینے والے ہو۔ تم ان پر داروغہ (کی طرح مسلط تو ہو) نہیں۔ ہاں جو روگردانی اور انکار کرے تو خدا اس کو بڑا عذاب دے گا۔

(۱۰) فان اعرضوا فما ارسلنک علیہم حفیظا ۔ ان علیک الا البلغ ط (الشوریٰ آیت ۴۸)

اگر (سمجھانے پر بھی) یہ لوگ روگردانی کریں تو ہم نے تم کو ان پر کچھ داروغہ بنا کر تو بھیجا نہیں۔ تمہارے ذمہ تو صرف (حکم الہی) کا پہنچا دینا ہے۔

Marfat.com

(۱۱) وَمَا عَلَى الرَّسُوْلِ اِلَّا الْبَلٰغُ الْمُبِيْنُ ۝

(العنکبوت آیت ۱۷)

رسُول کے ذمّہ تو (خدا کا حکم) صاف طور سے پہنچا دینا ہے اور بس)

قرآن پاک کے ان صاف اور صریح احکام و ہدایات کی موجودگی میں کون کہہ سکتا ہے کہ اسلام کی عالمگیر اشاعت و ترقی، جبر و طاقت کے ذریعہ ہوئی؟ یہ آئتیں اس بات کا ثبوت ہیں کہ مسلمانوں کا کام اسلام کو صرف غیر مسلموں کے سامنے پیش کر دینا ہے، ان کو یہ اختیار نہیں دیا گیا ہے کہ وہ لوگوں کو زبردستی مسلمان بناتے پھریں اور جو اسلام قبول نہ کرے اس کی گردن ماردیں۔ ان کا فرض اسی قدر ہے کہ وہ حق کو پیش کر کے اس کی قبولیت و انکار کے اچھے اور بُرے نتیجے سے لوگوں کو خبردار کر دیں۔ اس کے بعد جو شخص ہدایت قبول کرے گا، اس کے اچھے ثمرات اسی کے لئے ہیں، اور جو گمراہی کو پسند کرے گا اس کے بُرے انجام سے اسی کو دوچار ہونا پڑے گا۔

---

تعصب و عناد کا خدا بُرا کرے کہ جس آسمانی کتاب کا حکم "لَا اِکْرَاہَ فِی الدِّیْنِ" (دین کے معاملے میں کسی طرح کا جبر و اکراہ نہیں)، اس پر یہ الزام لگایا جائے کہ وہ اپنے پیروؤں کو دوسرے مذاہب کے پیروؤں پر جبر و اکراہ کی تلقین کرتا ہے اور ان کی مذہبی آزادی سلب کرنے کی تعلیم دیتا ہے اور لوگوں کو یہ زور شمشیر اسلام قبول کرنے پر مجبور کرتا ہے۔

---

Marfat.com

# پیغمبرِ اعظم کا طرزِ عمل

قرآنی تعلیمات و ہدایات پر نظر ڈالنے کے بعد اب محمد رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کے اعمال زندگی کا جائزہ لیں اور دیکھیں کہ غیر مسلموں کے ساتھ آپ کا سلوک کیا رہا۔

ہادیٔ اعظم علیہ الصلوٰۃ والسلام نے کبھی اس کی تعلیم نہیں دی کہ اگر کوئی اسلام قبول نہ کرے تو اس کی گردن اڑا دو اور نہ اپنی حیات مبارک میں کسی شخص کو جبراً داخلِ اسلام کرنے کے لئے تلوار اُٹھائی جس کو قبولِ حق کی توفیق ہوئی، وہ خود دائرہ اسلام میں داخل ہوتا۔ یہ کیوں کر ممکن تھا کہ قرآن کریم کے منقولہ بالا تصریحات وہدایات کے ہوتے ہوئے آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم جبر و تشدد کے ذریعے اسلام کی اشاعت فرماتے۔ حقیقت یہ ہے کہ اسلام کی خوبیوں اور پیغمبر اسلام کے حسن اخلاق اور آپ کے روادارانہ سلوک نے دشمنوں کو آپ کا فرمانبردار اور اطاعت گزار بنا دیا۔

## رسُولِ خدا کے اوّلین دشمن

سب سے پہلے جن لوگوں کو پیغمبر اسلام صلعم سے واسطہ پڑا، وہ اہلِ مکّہ تھے۔ بعثت کے بعد تیرہ سال تک آپ مکّہ میں رہے۔ اس پُوری مدت میں حضور اور آپ کے مٹھی بھر پیروؤں اہل مکّہ کے تختۂ مشقِ ظلم وستم بنتے رہے۔ پیغمبر اسلام نے توحید کی آواز بلند کی تو ساری شیطانی طاقتیں جمع ہو کر سرگرمِ ظلم وستم ہو گئیں۔ کون

سی تکلیف تھی جو آپ کو نہیں دی گئی۔ آپ کے جسم مبارک پر اوجھڑیاں اور گندگیاں ڈالی گئیں۔ آپ کے راستہ میں کانٹے بچھا دیے گئے جسم مبارک پر پتھر برسائے گئے۔ نماز کے اندر گلے میں پھندا ڈالا گیا۔ آپ پر تالیاں بجائی گئیں۔ آوازے کسے گئے، پہاڑ کی گھاٹیوں میں محصور کیا گیا، اور تین سال تک آپ کا بائیکاٹ رہا۔ جب آپ طائف تشریف لے گئے۔ تو وہاں کے بدمعاشوں نے بڑی بڑی بے ادبیاں کیں۔ اس قدر پتھر برسائے کہ جسم اطہر لہولہان ہو گیا۔ اعکا فا کے بڑے میلے میں آپ تبلیغ کے لئے گئے، تو آپ کا چچا ابولہب آپ کے پیچھے گیا، اور آپ جہاں تبلیغ فرماتے، کہتا "لوگو! اس شخص کی باتیں نہ سنو! یہ دیوانہ ہے"

دشمنوں کی اتنی شدید مخالفتوں اور مزاحمتوں کے باوجود لوگ ایمان لاتے رہے اور اسلام ترقی کرتا رہا۔ حضرت ابوبکر صدیق رض، حضرت علی رض۔ حضرت زید بن حارث۔ حضرت عثمان بن عفان۔ حضرت عبدالرحمٰن بن عوف۔ حضرت بلال۔ حضرت عمار بن یاسر رضی اللہ عنہم دعوت اسلام کے ابتدائی ایام میں مسلمان ہو گئے۔ ان میں اکثر حضرات کو خصوصاً سیدنا بلال اور حضرت عمار بن یاسر رضی اللہ عنہم کو اسلام قبول کرنے کے بعد اہل مکہ نے بڑی سخت ایذائیں پہنچائیں۔ ایسی ایذائیں جن کی مثال تاریخ عالم میں شاید نہیں مل سکتیں۔ زدوکوب کیا جاتا، تپتے ہوئے ریگ زاروں پر گھسیٹا جاتا، لوہے کے گرم گرم سلاخوں سے داغا جاتا، بھاری پتھر سینوں پر رکھا جاتا۔ لیکن اسلام کے محاسن اور رسول اعظم صلعم کے ذاتی اوصاف کا یہ اثر تھا کہ انہوں نے ہر طرح کے تشدد کو غیر معمولی صبر و استقامت سے برداشت کر لیا۔ مگر اسلام سے کنارہ کشی گوارا

Marfat.com

نہ کی۔

مکہ کے یہ خواص و عوام تلوار کے خوف سے مسلمان نہیں ہوئے تھے، بلکہ یہ اسلام اور حضرت پیغمبر اسلام کی صداقت کی کشش تھی کہ یہ لوگ اپنے پرانے مذہب کو چھوڑ کر حلقہ بگوش اسلام ہو گئے۔ اس وقت اسلام قبول کرنا کوئی آسان کام نہ تھا مسلمان ہونا اپنے گھر والوں کا معتوب ہونا ہی نہ تھا بلکہ ساری قوم کی دشمنی کا ہدف بننا۔ جو شخص بھی اسلام قبول کرتا قریش کے بغض و عناد اور ظلم و ستم کا آماج گاہ بن جاتا۔

اس زمانہ کے متعلق حضرت پیغمبر اسلام کا سخت سے سخت اور متعصب سے متعصب دشمن اور مخالف بھی یہ کہنے کی جرأت نہیں کر سکتا کہ آپ نے کبھی کسی کے ساتھ ادنیٰ قسم کی بھی زیادتی کی ہو، حتیٰ کہ آپ نے مخالفین کے لئے بددعا بھی نہیں کی، بلکہ دعا فرماتے رہے کہ "خداوندا! تو میری قوم کو ہدایت دے اُسے نیک و بد کی سمجھ نہیں ہے"۔

اہل اسلام اور اہل مکہ میں پہلی باقاعدہ جنگ بدر کے مقام پر ہوئی۔ جس میں ہر طرح کی بے سر و سامانی کے باوجود خدا نے مسلمانوں کو اہل مکہ پر کامل فتح عطا فرمائی۔ اس موقع پر پیغمبر اسلام نے اہل اسلام کے حریف قریش کے مقابلہ میں مسلمانوں کو صف آرا کرنے کے بعد جو ارشاد فرمایا تھا وہ ملاحظہ فرمائیں!۔

"مسلمانو! اپنے تیروں کو محفوظ رکھو اور جب تک دشمن قریب نہ آ جائے انہیں نہ چلاؤ۔ اور اپنی تلواروں کو صرف اسی وقت کام میں لاؤ، جب دشمن تمہاری صفوں میں داخل ہو جائے"۔

**قیدیوں کے ساتھ سلوک** ــــ جنگ بدر میں مکہ کے بہت سے لوگ گرفتار

Marfat.com

بھی ہوئے معلوم ہے یہ قیدی کون تھے؟ وہی جن کے مظالم سے تنگ آ کر آنحضرت صلعم اور ان کے پیروں کو ہجرت کرنی پڑی تھی۔ لیکن ان قیدیوں کے ساتھ حضورؐ نے کیا برتاؤ کیا؟ سُنئے! ان کو دو دو چار چار کر کے صحابہ میں تقسیم کر دیا اور انہیں تاکید فرمائی کہ قیدیوں کو آرام سے رکھیں۔ چنانچہ مسلمان خود کھجور کھاتے اور اپنے قیدیوں کو روٹی کھلاتے۔ بعض مفلس صحابہ قیدیوں کو اپنا کھانا کھلا دیتے اور خود فاقہ کر لیتے تھے۔ ان قیدیوں میں حضرت مصعب بن عمیر کے عزیز بھی تھے۔ وہ کہتے تھے کہ "مجھے انصاریوں نے اپنے گھر میں قید رکھا تھا۔ وہ صبح یا شام کو کھانا لاتے تو روٹی میرے سامنے رکھ دیتے اور خود کھجور اٹھا لیتے۔ مجھے شرم آتی اور روٹی ان کے ہاتھ میں دیدیتا۔ لیکن وہ روٹی کو ہاتھ بھی نہ لگاتے اور مجھے واپس کر دیتے اور یہ اس بنا پر تھا کہ آنحضرت صلعم نے تاکید کی تھی کہ "قیدیوں کے ساتھ اچھا سلوک کیا جائے۔"

قیدیوں میں ایک قیدی سہیل بن عمر تھا، جو بڑا ہی ظالم تھا۔ اسے مسلمانوں کے ستانے میں بڑا لطف آتا تھا۔ کوئی مسلمان نہتا مل جاتا تو اُسے طرح طرح سے تکلیف دیتا۔ گرم ریت پر لٹاتا اور بھاری پتھر اس کے سینے پر رکھ دیتا۔ ایسے ظالم کے ساتھ کیا سلوک کیا گیا؟ اس کی زبانی سُنئے — کہتا ہے۔ "جن انصاری کے سپرد مجھے کیا گیا تھا۔ وہ صبح اور شام میرے لئے اعلیٰ قسم کا قورما، پراٹھا اور طرح طرح کے کھانے پکواتے تھے، اور خود سادہ غذا کھاتے تھے۔ ان کے اس شریفانہ برتاؤ سے میں شرم سے زمین میں گڑ جاتا تھا۔"

اسی طرح جنگ خیبر کے موقع پر رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے دو

Marfat.com

دو قیدیوں کو صحابہ کرام میں تقسیم کر دیا اور ارشاد فرمایا کہ ان کے ساتھ مہربانی سے پیش آنا۔ یہ قیدی گرچہ حد درجہ کے بے رحم یہودی تھے، جو ہمیشہ مسلمانوں کو ستاتے رہتے تھے۔ لیکن ان کے ساتھ بھی نہایت شریفانہ سلوک کیا گیا۔

طائف اور حنین کے لوگ اوطاس کے مقام پر اسلامی فوج میں محصور ہو گئے۔ محصورین بھوک اور پیاس سے بے چین ہونے لگے۔ تو رحمۃ اللعالمین نے فرمایا:۔

"میں اس چیز کو برداشت نہیں کر سکتا کہ خدا کی مخلوق خواہ وہ ہماری دشمن ہی کیوں نہ ہو۔ اس طرح بھوکی اور پیاسی تڑپے۔ لہٰذا محاصرہ اُٹھا لیا جائے" چنانچہ محاصرہ اُٹھا لیا گیا۔ اتنا ہی نہیں۔ بلکہ محاصرہ اُٹھا لینے کے بعد ان کے لئے سامان رسد فراہم کیا۔

مصر کا مشہور عیسائی مؤرخ جرجی زیدان پیغمبر اسلام کے جنگی قانون پر تبصرہ کرتے ہوئے لکھتا ہے کہ صرف رسول عربی صلعم ہی کو یہ شرف حاصل ہے کہ آپ ایک ہی وقت میں پیغمبر اور اخلاقی معلم بھی تھے اور اعلیٰ درجہ کے سپہ سالار اور حاکم بھی تھے۔

## رسولِ خدا کا مکہ معظمہ سے ہجرت

حضرت رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم عرب کے میلوں میں جہاں مختلف مقامات کے لوگ جمع ہوا کرتے، تشریف لے جاتے اور لوگوں کو دین حق کی دعوت دیتے۔ اسی طرح حج کے ایام میں بھی حجاج کے پاس جا کر ان میں تبلیغ فرماتے۔ اس طرح مدینہ منورہ کے کچھ لوگ مسلمان ہو گئے۔ جن کے ذریعہ اسلام مدینہ پہنچ گیا۔ ان لوگوں نے وعدہ بھی کیا کہ اگر آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم

Marfat.com

مدینہ چلیں تو وہ ہر طرح کی مدد کے لئے تیّار ہیں۔

اسلام کے بڑھتے ہوئے سیلاب کو دیکھ کر قریش کے مظالم بڑھ گئے لیکن اسلام ترقی کرتا رہا۔

قریش کو اس کامیابی کی اطّلاع ہوئی تو انہوں نے شمع رسالت کو بجھانے کا فیصلہ کر لیا۔ آنحضرت صلّعم کو وحی کے ذریعہ ان کی سازش کا علم ہو گیا، اور آپ حکم خداوندی کے مطابق اپنے متبعین کے ساتھ مکّہ سے مدینہ ہجرت کر گئے۔ مدینہ کے مسلمانوں نے پیغمبر اعظم کا پرجوش استقبال کیا۔

مخالفین اسلام بتائیں کہ اس وقت تک جو لوگ اسلام کے دائرے میں داخل ہوئے، انکو کس آہنی تلوار نے قبول اسلام پر مجبور کیا تھا؟

## دفاعی جنگ کی اجازت

ہجرت کے بعد بھی اہل مکّہ بغض و عناد اور فتنہ و فساد سے باز نہ آئے تو خدا نے مسلمانوں کو دفاعی جنگ کی اجازت دی اور مسلمانوں نے تلوار اُٹھائی۔

اجازت جنگ کی آیت کا ترجمہ یہ ہے:۔

"جن (مومنوں) کے خلاف ظالموں نے جنگ (جاری) کر رکھی ہے، اب انہیں بھی (اس کے جواب میں) جنگ کی رخصت دی جاتی ہے، کیونکہ ان پر سراسر ظلم ہو رہا ہے اور اللہ انکی مدد کرنے پر قادر ہے یہ وہ مظلوم ہیں جو بغیر کسی جرم کے اپنے گھروں سے نکال دیئے گئے ہیں اگر ان کا کوئی جرم تھا، تو صرف یہ کہ وہ کہتے تھے کہ ہمارا پروردگار اللہ ہے"

(پ ۱۷ - سورہ حج)

Marfat.com

حضرت بریدہ رضؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلعم جب کسی شخص کو لشکر کا سردار مقرر فرماتے تو اُسے نصیحت کرتے: —

"خوفِ خدا سے ڈرتے رہنا۔ اپنے ہمراہیوں کے ساتھ بھلائی کا سلوک کرنا، اور صرف اسی سے لڑنا جو خدا کا منکر ہو۔ مالِ غنیمت میں خیانت نہ کرنا۔ غدر اور بغاوت برپا نہ کرنا۔ کسی کا ناک کان نہ کاٹنا، عورتوں اور بچوں کو نہ مارنا اور جو تمہارے پناہ میں آجائیں، ان کے ساتھ اچھا سلوک کرنا"

(صحیح مسلم)

غرض پیغمبر اسلام نے دنیا کے اس پرانے ظالمانہ اور بے رحمانہ قانون جنگ پر جو ہزاروں برس سے رائج تھا عمل نہیں کیا، بلکہ اس کے برعکس دورانِ جنگ میں اور جنگ کے مفتوحین اور اسیرانِ جنگ کے ساتھ نہایت ہمدردانہ اور مشفقانہ سلوک کی مثال قائم کی۔

دُنیا اس شریفانہ دستورِ جنگ کو دیکھ کر دنگ رہ گئی جس کے رو سے مفتوحین کو تباہ و برباد کرنے کے بجائے ان کو مکمل شہری اور مذہبی آزادی عطا کی جاتی تھی۔

**چھ ہزار قیدی آزاد کر دیئے گئے** مکہ کی فتح کے کچھ ہی دنوں بعد طائف کے قبائل ثقیف و ہوازن مسلمانوں سے جنگ کے لئے تیار ہوئے۔ طرفین میں مقابلہ ہوا مسلمانوں کو فتح حاصل ہوئی اور دشمن کے چھ ہزار عورت مرد قید ہوئے۔ ہم دشمنانِ اسلام کو یہ بتانا چاہتے ہیں کہ پیغمبرِ اسلام نے چھ ہزار دشمنوں کے سامنے دو چیزیں — تلوار یا اسلام — پیش نہیں کیں، بلکہ وہ سلوک کیا جو کسی کے وہم و گمان میں نہیں آسکتا یعنی

Marfat.com

نے دوسرے دن کل قیدیوں کو آزاد کر دیا۔ اس واقعہ کو تماشہ پرکاش دیوجی اپنی کتاب "سوانح عمری حضرت محمد" میں لکھنے کے بعد تحریر فرماتے ہیں۔

"چند منٹوں میں چھ ہزار غیر مسلم مرد و عورت غلامی سے آزاد کئے گئے اور کسی نے یہ وہم و گمان تک نہیں کیا کہ یہ مسلمان نہیں، ہم ان پر کیوں مہربانی کریں۔"

اس کے بعد لکھتے ہیں :—

"یہ رحم اور خیرات کا کام تھا، اور اسلام ایسی خیرات میں کوئی تمیز مسلم اور غیر مسلم کی پسند نہیں کرتا۔"

اگر مفتوحین کے بارے میں اسلام کی تعلیم عفو و درگزر کی ہوتی تو یہ کیونکر ممکن تھا کہ تمام اسیران جنگ اس طرح چھوڑ دیئے جاتے؟ اگر مسلمان ان سب کو غلام اور لونڈی بنا لیتے تو اس زمانہ کے دستور کے مطابق یہ کوئی اعتراض کی بات نہ تھی۔

## فتح مکہ اور پیغمبر اسلام کی رواداری

حضرت رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے قریش کے مقابلہ میں اپنی رواداری کا مظاہرہ اس موقع پر کیا جبکہ آپ مکہ میں فاتحانہ داخل ہوئے اور تمام اہل مکہ کو جنہوں نے تقریباً بیس سال تک حضور کی اور حضور کے پیروں کی تباہی و بربادی میں کوئی دقیقہ فروگذاشت نہیں کیا تھا، قتل کی سازش کی تھی، وطن سے بے وطن کیا تھا، حضور کے سر مبارک کے لئے انعام مقرر کیا تھا، رحمۃ العالمین نے یہ کہہ کر چھوڑ دیا کہ ..... "جاؤ، آج تم پر کچھ الزام نہیں، تم سب آزاد ہو۔"

رسول خدا صلعم نے مکہ معظمہ میں داخل ہونے کے قبل ہی اعلان فرمایا

Marfat.com

تھا کہ "جو شخص ابوسفیان کے گھر میں داخل ہوا اُسے امن ہے، جو اپنا دروازہ بند کرلے اس کے لئے امن ہے اور جو مسجد حرام میں داخل ہو اس کے لئے امن ہے۔"

اپنے ایسے بدترین دشمنوں کو مغلوب کرنے کے بعد اس طرح معاف کر دینا ایسی رحم دلی کا ثبوت ہے جس کی مثال دنیا پیش نہیں کر سکتی۔

جناب پنڈت سُندر لال جی اپنی کتاب "حضرت محمدؐ اور اسلام" میں لین پول کے حوالہ سے لکھتے ہیں:—

"جن لوگوں نے شروع سے اب تک محمد صاحب (صلعم) کو اتنی تکلیفیں پہنچائی تھیں، وہ اب ان کے قدموں پر تھے..... ایسے ہی وقت پر آدمی اپنے اصلی رنگ میں دکھائی دیتا ہے..... سچی بات بہت ٹھوس ہوتی ہے اور یہ ایک سچی بات ہے کہ اپنے زندگی بھر کے دشمنوں کے اوپر محمد صاحب (صلعم) کی سب سے بڑی جیت کا دن ہی اپنی آتما (نفس) کے اوپر بھی ان کی سب سے بڑی جیت کا دن تھا۔ قریش نے برسوں جو انہیں دکھ پہنچائے تھے۔ بے عزتی کی تھی اور ظلم کئے تھے۔ محمد صاحب (صلعم) نے سب کو کھلے دل سے معاف کر دیا۔ جس وقت انہوں نے اپنے سب سے کٹر دشمنوں کے شہر میں جیت کا دل لئے ہوئے پاؤں رکھا۔ صرف چار نام ان کے پاس ایسے تھے، جنہیں انصاف سے سزا دینا ضروری تھا۔ پیغمبر کے بعد ان کی فوج نے بھی انہیں کی مثال پر عمل کرتے ہوئے ٹھنڈے دل سے اور چپ چاپ شہر میں قدم بڑھائے، نہ ایک مکان لوٹا گیا اور نہ ایک عورت کی بے عزتی کی گئی۔"

Marfat.com

جناب پنڈت جی اس کے بعد تحریر فرماتے ہیں :۔

"اس زمانہ کے فوجی اتہاس (تاریخ) میں سچ مچ ایک ان ہونی بات تھی۔ چار آدمیوں کو سزا دینی ضروری تھا۔ ان میں سے بھی تین کو معاف کر دیا گیا۔"

فتح مکہ کے تذکرہ کے بعد مسٹر آرتھر گلمین لکھتا ہے :۔

"کسی قوم کی تاریخ میں حضور اکرم کی ایسی زبردست نظیر تلاش سے بھی دستیاب نہیں ہو سکتی۔"

اسٹین لین پول رقمطراز ہے :۔

"ملک گیری کی تاریخ میں اس قسم کی فاتحانہ داخلہ کی مثال موجود نہیں۔"

پروفیسر فلپ کے حتیّ کا بیان ہے :۔

"مفتوحہ شہر میں اس شان سے فاتح کے داخل ہونے کی مثال اس سے پہلے کی تاریخ میں کہیں نہیں ملتی۔"

اہل مکہ نے مہاجرین کے مکانوں پر قبضہ کر لیا تھا۔ بجائے اس کے کہ مہاجرین کے مکان واپس دلوائے جاتے یا ان کا معاوضہ دلوایا جاتا، آنحضرت صلعم کا ارشاد ہوا۔

"مہاجرین اپنے مملوکات سے دستبردار ہو جائیں۔" پیغمبر اسلام کی یہ رواداری نہیں تھی۔ بلکہ فیاضی اور دریا دلی تھی۔ جس کی نظیر دنیا کی تاریخ میں نہیں مل سکتی۔

ڈاکٹر جوزیف اہیل لکھتا ہے۔

"آنحضرت (صلعم) نے غیر معمولی نرمی اور ملاطفت سے کام لیا..... مال غنیمت کی مخالفت کر دی گئی اور قدیم مالکانہ حقوق برقرار رکھے گئے۔"

کیا کوئی تاریخی ہستی ایسی پیش کی جا سکتی ہے۔ جس کا ظرف اتنا وسیع

Marfat.com

اور جس کا دل اتنا عظیم الشان ہو!۔

## پیغمبر اسلام کے دوسرے دشمن۔ یہود

قریش مکہ کے بعد پیغمبر اسلام صلعم کے دوسرے دشمن مدینہ منورہ کے یہود تھے۔ ان یہودیوں کو اس علاقہ پر حاکمانہ اقتدار حاصل تھا۔ انصار بھی ان کے زیر اثر تھے۔ علاوہ ازیں یہودی اپنے کو تعلیم موسوی کا حامل سمجھتے تھے۔ آنحضرت صلعم کے مدینہ آنے سے یہودیوں کے ان تمام اختیارات و خصوصیات کو صدمہ پہنچا تھا۔ اس لئے یہودی بھی پیغمبر اسلام اور مسلمانوں سے خاص عناد اور حسد رکھتے تھے۔ لیکن پیغمبر اعظم نے ان سے بھی معاہدۂ امن و اتحاد کر کے اپنی رواداری کا ثبوت دیا۔ معاہدہ کا ایک حصہ یہ ہے:۔

"مسلمان جب تک حالتِ جنگ میں رہیں گے۔ یہودی ان کے ساتھ تعاون کرتے رہیں گے اور یہودی بنی عوف کے ساتھ مل کر ایک امت ہوں گے (لیکن جہاں تک دین کا تعلق ہے، یہودیوں کے لئے یہودی کا دین اور مسلمانوں کے لئے مسلمان کا دین ہوگا۔ دین کے معاملہ میں یہودی مسلمانوں کے زیر اثر نہ ہوں گے، اس معاہدہ کے رُو سے مسلمان یہودیوں کے غلاموں اور خود یہودیوں کے محافظ ہوں گے۔ البتہ جو شخص ظالم اور خطاکار ہوگا وہ اور اسکے گھر والے (جیسی صورت ہوگی) ہلاک کئے جائیں گے۔"

دیکھئے! اس معاہدہ میں یہ الفاظ صریح یہودیوں کو مذہبی آزادی دی گئی ہے۔ لیکن افسوس کے ساتھ کہنا پڑتا ہے کہ یہودیوں نے آنحضرت صلعم کی اس رواداری کی بالکل قدر نہیں کی، نہ انہوں نے آپ کے اس مقدس جذبہ کا پاس ملحوظ رکھا جس کی بنا پر ان سے معاہدہ کیا تھا۔

Marfat.com

مدینہ منوّرہ کے یہودی رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلّم اور مسلمانوں کے ساتھ سازشیں کرتے رہے۔ لیکن آنحضرت نے ہمیشہ ان سے مصالحت گستری سے کام لیا۔ ڈاکٹر جوزیف ہیل کے بیان کے مطابق آپ نے یہودیوں کے ساتھ پوری رواداری اور فیاضی کا سلوک کیا۔

ایک بار یہودیوں نے حضرت رسول اللہ صلّعم کے پاس توراۃ کا ایک نسخہ لائے، آپ نے اُسے تکیہ پہ رکھا اور کہا کہ میں اس کی بھی تعظیم کرتا ہوں اور اس کے لانے والے کی بھی۔"

خیبر کی فتح کے بعد یہودیوں سے معاہدہ ہوا کہ اس کی تمام پیداوار کا نصف مسلمانوں کا حق ہوگا۔ فصل کے وقت حضرت عبداللہ بن رواحہ غلہ تقسیم کرنے کے لئے خیبر بھیجے گئے۔ آپ نے یہودیوں سے کہا، میں غلہ بانٹنے کے لئے بھیجا گیا ہوں۔ اگر تمہاری خواہش ہو تو خود بانٹ دو، یا میں تقسیم کر دوں۔ یہودی مسلمانوں کے اس انصاف سے نہایت خوش ہوئے

## بحزان کے عیسائیوں کو فرمان

۹ھ میں بحزان کے عیسائیوں کو پیغمبر اسلام علیہ الصلوٰۃ والسّلام نے فرمان عطا کیا تھا جو حسب ذیل ہے:۔

"پیغمبر نے بشپوں، پادریوں اور راہبوں کو یہ تحریر دی کہ ان کے گرجاؤں، عبادت خانوں اور خانقاہوں کی ہر بڑی چھوٹی چیز علیٰ حالہا برقرار رہے گی۔ خدا کے رسول نے عہد کیا کہ نہ کوئی بشپ اپنے منصب سے علیحدہ کیا جائے گا اور نہ کوئی راہب اپنی خانقاہ سے خارج کیا جائے گا، اور نہ ان کے اختیارات و حقوق اور معمولات میں کسی قسم کا تغیر ہونے پائے گا۔ (لائف آف محمدؐ از میور)

Marfat.com

## راہبوں کو قتل نہ کیا جائے

میشو اپنی کتاب "جنگ صلیبی" میں لکھتا ہے :۔
آں حضرت اپنے پیروں کو، راہبوں کو، قتل کرنے کی خصوصیت کے ساتھ ممانعت فرمائی کہ وہ لوگ نماز پڑھنے والے تھے۔

## عیسائیوں کو مسجد میں ٹھہرایا گیا

ایک بار نجران کے چند عیسائی رسولِ خدا صلعم کی خدمت میں حاضر ہوئے تو انہیں مسجد میں ٹھہرایا گیا اور ان کو مسجد میں مسیحی مذہب کے مطابق عبادت کرنے کی اجازت دی۔

اسی طرح ایک دفعہ قوم ثقیف کا ایک وفد حضرت رسولِ خدا صلعم کی خدمت اقدس میں حاضر ہوا تو حضور نے اس کے لئے مسجد میں خیمہ نصب کرایا۔ صحابہ نے عرض کیا "اے اللہ کے رسول! ان لوگوں کو مسجد میں جگہ دی گئی ہے۔ حالانکہ یہ لوگ نجس ہیں"۔ حضور نے ارشاد فرمایا "روئے زمین پر کوئی انسان نجس نہیں ہے۔ البتہ انسان خود اپنے کو نجس بنا لیتا ہے"۔

ان واقعات سے بخوبی اندازہ کیا جا سکتا ہے کہ غیر مسلموں کے ساتھ کیسی رواداری کا برتاؤ کیا جاتا۔

اسلام پر یہ سراسر بہتان وافترا ہے کہ اس نے غیر مسلموں کے ساتھ حسن سلوک کی ممانعت کی ہے۔ قرآن پاک کی آیات اور حضرت پیغمبر اسلام صلے اللہ علیہ وسلم کے ارشادات اور طرز عمل سے صاف ظاہر ہو گیا کہ اسلام ہرگز اس کی تعلیم نہیں دیتا کہ غیر مسلم اقوام کے حقوق پامال کئے جائیں اور ان کے ساتھ منصفانہ سلوک نہ کیا جائے۔

Marfat.com

## غیر مسلم مفکّرین کے بیانات

ڈاکٹر شنکر داس مہرہ - ایم بی-ایس دہلی، اپنے ایک مضمون میں لکھتے ہیں :-

"یوں تو حضور کی سیرت پر لاکھوں کتابیں لکھی پڑی ہیں مسلم علماء نے اس پر بہت کام کیا ہے، اور ہمارے عیسائی بھائیوں نے بھی سینکڑوں تعریفی پمفلٹ شائع کئے ہیں، مگر میں تو اپنے ڈھنگ پر سوچنے کا عادی ہوں میں اپنے ڈھنگ سے واقعات کو سوچتا اور دیکھتا ہوں میں کبھی کسی کے دکھائے ہوئے راستہ پر چلنے کا عادی نہیں۔ اس لئے میں صرف انہیں واقعات کا ذکر کروں گا۔ جنہوں نے مجھے متاثر کیا اور مجبور کیا کہ میں حضور کو ایک بڑی مہان ہستی مان لوں۔

مکّی زندگی کو آپ پرچار کی زندگی کہئے۔ اس تیرہ برس میں حضرت محمدؐ اپنے خیالوں کے اکیلے مالک تھے۔ آپ انہیں دنیا کا پہلا مسلمان کہہ سکتے ہیں۔ رفتہ رفتہ اُن کے ہم خیال کی ایک جماعت بن گئی۔ جب ان پر ظلم ہونے لگا تو لوگوں کو اُن سے اور ان کے خیالوں سے ہمدردی شروع ہو گئی اور مسلمان صحابہ کی تعداد میں اضافہ ہونا شروع ہو گیا۔ یہ جماعت بتدریج سیاسی گروہ میں تبدیل ہونے لگی۔ اس لئے اقتدار والے لوگوں سے تصادم ناگزیر ہو گیا۔ اس تصادم میں شروع شروع میں مسلمان پسپا ہوئے۔ انہیں مکّہ سے ہجرت کر کے مدینہ میں پناہ لینی پڑی۔ جہاں انہوں نے اپنا ہیڈ کوارٹر قائم کر لیا۔

Marfat.com

مدینہ میں اس گروہ کی پوزیشن ایک متوازی حکومت کی ہوگئی، جو مکہ کی حکومت سے برسرِ پیکار تھی۔

مدینہ میں آنحضور صلعم کے پیروؤں کی تعداد زیادہ تھی مگر ایک گروہ ایسا بھی تھا جو حضور کا مخالف تھا۔ وہ مسلمانوں کی بربادی چاہتا تھا۔ اُس نے سازشیں بھی کیں کہ مسلمان تباہ ہو جائیں، مگر پرماتما کی مہربانی اور حضور کے تدبر سے دشمنوں کا وار خالی گیا۔ مسلمانوں نے دوبارہ مکہ فتح کر لیا۔ اِس طرح مسلمانوں کی حکومت کا آغاز ہوا۔ یہ ہے ساری تاریخ اسلام، اور اس کی گھریلو لڑائیوں کا پس منظر۔ یہ ایک سول وار تھی، جو پرانے اور نئے خیالات کے درمیان ہوئی۔ جس میں نئے خیالات نے فتح حاصل کی۔

ہسٹری اپنے آپ کو ہمیشہ دہراتی رہتی ہے۔ مکّی زندگی جہاں تحریک اسلام کی بنیاد تھی، وہاں مدنی زندگی اُس کی عمارت یا اظہار۔ اگر بنیاد کمزور ہو تو عمارت بھی کمزور اور دیرپا نہیں ہوتی۔ حضور کی مکّی زندگی اتنی پُرتاثیر تھی کہ اس نے مکہ کی سوسائٹی کو اس طرح بدل لیا جس طرح کوئی دہی بلو کر مکھن نکال لے۔ مکّی زندگی نے حضور کو صحابہ دیئے اور یہی تحریک اسلام کا ستون بنے۔ حضرت ابوبکر، حضرت عثمان، حضرت عمر اور حضرت علی نے اپنے عمل سے اسلام کا سکّہ دنیا میں چلایا۔[1]

---

[1] پیام مشرق - ۲۱ دسمبر ۵۳ء

Marfat.com

مسٹر جان ڈیون پورٹ اپنی کتاب " اپالوجی فار محمد اینڈ قرآن "۔ میں لکھتے ہیں :۔

" یہ خیال کرنا جیسا کہ بعضوں نے خیال کیا ہے، بہت بڑی غلطی ہے، کہ قرآن میں جس عقیدے کی تلقین کی گئی ہے، اس کی اشاعت صرف بہ زور شمشیر ہوئی تھی، کیونکہ جن لوگوں کی طبیعتیں تعصب سے مبرا ہیں، وہ سب بلا تامل اس بات کو تسلیم کریں گے کہ حضرت محمد کا دین (جس کے ذریعہ انسانوں کے خون یعنی قربانی کے بجائے نماز اور خیرات جاری ہوئی اور جس نے عداوت اور دائمی جھگڑوں کی جگہ لوگوں میں فیاضی اور حسن معاشرت کی ایک روح پھونک دی اور جس کا اسی وجہ سے تہذیب پر بہت بڑا اثر پڑا ہو) مشرقی دنیا کے لئے ایک حقیقی برکت تھا اور اسی وجہ سے اس دین کو اُن خون ریز تدبیروں کی حاجت نہ ہوئی ہوگی، جن کا استعمال بلا استثنا اور بلا امتیاز حضرت موسیٰ نے بت پرستی کے نیست و نابود کرنے کے لئے کیا تھا۔ پس ایسے اعلیٰ وسیلے کے ساتھ جس کو قدرت نے بنی نوع انسان کے خیالات اور رسائل پر مدت دراز تک اثر ڈالنے کے لئے پیدا کیا ہے، گستاخانہ پیش آنا اور اس کی جاہلانہ مذمت کرنا کیسی لغو اور بے ہودہ بات ہے۔ جب ان معاملات پر خواہ اُس مذہب کے بانی کے لحاظ سے، خواہ اس مذہب کے عجیب و غریب عروج اور ترقی کے لحاظ سے نظر کی جائے، تو اس کے سوا کچھ چارہ نہیں کہ اس پر نہایت ٹھنڈے دل سے غور کیا جائے، اس امر میں کچھ شبہ نہیں ہو سکتا کہ جن لوگوں نے اسلام اور عیسائی مذہب کی خوبیوں کی ایک دوسرے کے بالمقابل تحقیق کی ہے اور ان پر غور کیا ہے، ان میں سے بہت ہی کم ایسے

Marfat.com

ہیں جو اس تحقیقات کے بعد اکثر اوقات تردد اور صرف اس بات کے تسلیم کرنے پر مجبور ہوئے ہوں کہ مذہب اسلام کے احکام بہت ہی عمدہ اور اس کے مقاصد بہت مفید ہیں، بلکہ اس بات کا اعتقاد کرنے پر مجبور ہوئے ہیں کہ آخرکار مذہب اسلام سے انسان کو بہت فائدہ ہوا ہوگا۔"

مسٹر سیل رقمطراز ہیں :۔

"وہ لوگ نہایت دھوکہ کھاتے ہیں جو یہ خیال کرتے ہیں کہ مذہب اسلام بہ زور شمشیر پھیلا۔"

آگے چل کر پھر لکھتے ہیں :۔

"ان لوگوں نے اسلام کیوں کر قبول کیا، جن پر مسلمانوں نے کبھی فوج کشی نہ کی تھی۔"

ڈاکٹر گستاؤلی بان تحریر فرماتے ہیں :۔

"جس وقت ہم فتوحات پر نظر ڈالیں گے اور ان کی کامیابی کے اسباب کو اُبھار کر دکھائیں گے تو معلوم ہو جائے گا کہ اشاعت مذہب میں تلوار سے مطلق کام نہیں لیا گیا۔ کیونکہ مسلمان ہمیشہ مفتوح اقوام کو اپنے مذاہب کی پابندی میں آزاد چھوڑ دیتے تھے۔ اگر مسیحی اقوام نے اپنے فاتحین کے دین کو قبول کر لیا، اور بالآخر اُن کی زبان بھی اختیار کر لی تو اس کی وجہ یہ تھی کہ انہوں نے اپنے جدید حاکموں کو اپنے قدیم حاکموں سے زیادہ منصف اور نیز ان کے مذاہب کو اپنے مذہب سے زیادہ سچا اور سادہ پایا۔"

الجزائر یونیورسٹی کے استاذ گوتھر رقمطراز ہے :۔

"یہ بات پایۂ تحقیق کو پہنچ چکی ہے کہ عرب فاتحین میں رواداری کی

Marfat.com

فضیلت بدرجۂ اتم موجود تھی، جس کی اُمید ایک نئے مذہب کے عاملوں سے نہیں کی جا سکتی۔ عربوں نے اس دین پر انتہائی سختی سے عمل کے زمانہ میں بھی خون سے اپنے مذہب کے حریف دین کو مٹانے کا تصوّر نہیں کیا۔"

مسٹر رابرٹس اپنی تاریخ چارلس پنجم میں لکھتے ہیں:۔

"وہ مسلمان ہی تھے، جن میں اشاعت مذہب کے جوش کے ساتھ رواداری ملی ہوئی تھی۔ ایک طرف تو وہ پیغمبر کے دین کو پھیلاتے تھے، دوسری طرف اُن اشخاص کو جو اُسے قبول نہیں کرتے، اپنے اصلی ادیان پر قائم رہنے دیتے تھے۔"

ڈاکٹر ڈریپر اپنی کتاب "انٹلک چوئل ڈیولپمنٹ آف یورپ" جلد اوّل میں لکھتے ہیں:۔

"دنیا میں اکثر کامیابی ہی صداقت کا معیار رہی ہے۔ اہل اسلام اپنی رفتارِ تمدن کی سرعت اور اس کی شان و شوکت کے ثبوت میں اپنے پیغمبر کی دعوت الہامی کو پیش کر سکتے ہیں۔

یہ خیال کرنا قطعی غلط ہے کہ اہل عرب کی ترقی بزور شمشیر ہوئی۔ ممکن ہے تلوار انسان کے مسلّمہ عقاید قومی کو بدل دے۔ مگر وہ انسانی ضمائر پر اثر نہیں ڈال سکتی۔ اگرچہ تلوار کی حجّت قوی ہے، مگر اس سے بھی بڑھ کر ضروری کوئی چیز ہونی چاہیئے۔"

ایک مسیحی مؤرّخ لکھتا ہے:۔

"اسلام کا عظیم الشان عروج تلوار کے ذریعہ نہیں ہوا، بلکہ اس کی رواداری اور مساوات کی بدولت ہوا۔ قریب قریب ہر موقع پر جب عربوں نے کوئی عیسائی سلطنت فتح کی تو تاریخ اس کا ثبوت دیتی ہے کہ ان کی فتح

Marfat.com

غریب مفتوح عوام میں ان کے اصولوں کی ہر دل عزیزی کے باعث ہوئی۔ شاید موجودہ عیسائی حکومتوں کے لئے یہ کہنا دل شکنی کا باعث ہو کہ فاتح عربوں کا نظام حکومت عیسائیوں سے بہتر تھا۔ اہل شام نے مسلمانوں کا خیر مقدم کیا مصر کے قبطی باشندوں نے اپنا ملک حملہ آوروں کے حوالے کر دیا۔ اور عیسائی بربریوں نے افریقہ کی فتح میں حصہ لیا۔ قسطنطنیہ کی مسیحی حکومت سے بیزاری اور نفرت نے اس کی ماتحت تمام قوموں کو مجبور کر دیا کہ وہ مسلمانوں کی ماتحتی قبول کر لیں۔ امراء کی غداری اور رعایا کی عدم دلچسپی کے باعث ہسپانیہ اور جنوبی فرانس مسلمانوں کے ہاتھ لگا۔

(سلطنت بزنطینی کی تاریخ از فنلے)

ایک عیسائی بطریق مسلمانوں کی نسبت لکھتا ہے:۔

"عرب جن کو خدا نے اس وقت دنیا کی سلطنت دے رکھی ہے، دیکھو وہ تم میں ہیں، جیسا کہ تم بھی جانتے ہو۔ لیکن وہ مسیحی دین پر حملہ نہیں کرتے، بلکہ وہ ہمارے مذہب پر مہربانی کرتے ہیں، اور گرجاؤں اور خانقاہوں کو فائدہ پہنچاتے ہیں۔ پھر کیوں ہمارے مرو کے باشندوں نے ان عربوں کی خاطر اپنا مذہب چھوڑ دیا اور کیا مذہب بھی ایسی حالت میں چھوڑتے ہیں؟ اور مرو کے باشندے خود بھی اقرار کرتے ہیں کہ عربوں نے ان کو اپنا دین چھوڑنے پر مجبور نہیں کیا۔"

(پری جنگ آف اسلام مصنفہ آرنلڈ)

مسٹر ایم۔ ان۔ رائے۔ لکھتے ہیں:۔

"دنیا کے سامنے قرآن یا تلوار کی شرط رکھنے والے رسول عربی کے پیروں کے اس خوفناک نظریہ کو اس قدر فروغ دیا جاتا ہے کہ تیسری شرط (جو کہ

Marfat.com

قریب قریب سب نے منظور کر لی) بالکل نظر انداز کر دی جاتی ہے۔ دراصل شرائط کے پیش کرنے کا عنوان ہی دوسرا تھا مسلمان کہتے تھے۔ "یا تو قرآن پر ایمان لاؤ، ورنہ فاتح عربوں کو خراج دو" ورنہ ان کی تلوار اسی وقت نیام سے باہر آتی تھی۔ جب کسی بھی شرط پر صلح نہ ہوتی۔ عرب تجار کے نزدیک جو اسلام کی وحدانیت کو مطمح نظر بنائے ہوئے تھے۔ یہ لاگ قتل و غارت اقتصادی مفاد کے خلاف تھا۔ ایسے تمام ممالک کو فتح کر کے ایک مرکزی حکومت کے ماتحت لانا لازمی تھا، جہاں سے تجارتی شاہراہیں گزرتی تھیں بفتوحین کا نئے مذہب میں داخل ہو جانا نہایت ضروری تھا کہ مرکزی حکومت ایک مضبوط بنیاد پر قائم ہو سکے۔ مال کی پیداوار اور اس کا صرف تجارت کا ضروری عنصر ہے۔ چنانچہ قرآن سے منحرف مفتوح کسان اور کاریگروں کا بے لاگ قتل اور گاؤں اور شہر کو لوٹ مار اور غارت گری اسلام کے تاریخی کارنامے اور اقتصادی مفاد کے خلاف تھا۔ ہاں اگر ضرورت تھی تو اس بات کی کہ غیر مسلموں پر سیاسی غلبہ حاصل کیا جائے۔ حضرت محمد (صلعم) کے پیروؤں کی حاکمیت میں غیر مسلموں کو اپنے نامکمل مذہب قائم رہنے کی اجازت تھی"[۱]

(مسٹر ایم۔ ان۔ رائے کے بیان سے یہ غلط فہمی پیدا ہو سکتی ہے کہ مسلمان مذہب کے لئے نہیں بلکہ اپنے اقتدار کے لئے ضرور دوسری قوموں پر حملے کرتے تھے۔ حالانکہ واقعات شاہد ہیں کہ مسلمانوں نے جن قوموں سے جنگ کی، ان کے سامنے وہ شرطیں پیش کیں، جن سے مسٹر رائے نے بحث کی

---

[۱] کارنامہ اسلام صفحہ ۳۹-۴۰

ہے وہ قومیں مسلمانوں کی سیاسی دشمن تھیں اور مسلمانوں کے مٹانے کے درپے تھیں، یہ وجہ تھی جو مسلمان ان کو ماتحتی میں لینا چاہتے تھے)

ہندوستان کی مشہور خاتون مسز سروجنی نائیڈو نے ۲۸ دسمبر ۱۹۱۹ء کو مسجد ووکنگ لندن میں تقریر کرتے ہوئے کہا تھا:۔

"محمد (صلعم) کو جب مذہب کی تبلیغ کے لئے مبعوث کیا گیا تھا۔ بے تعصبی اس کا ایک اور عجیب و غریب پہلو تھا۔ محمد (صلعم) کے اہل وطن نے مسلسل پر حکومت کی، اور مسیحی اسپین پر سات سو برس سے زائد زمانہ تک کوس لمن الملک بجایا لیکن انہوں نے کسی حالت میں بھی رعایا کے حق عبادت و پرستش میں دست اندازی نہیں کی۔ وہ عیسائیت کا احترام اسی لئے کرتے تھے کہ قرآن کریم انہیں غیر مسلموں سے رواداری کا برتاؤ کرنا سکھاتا ہے ....."[1]

ڈاکٹر مسز اینی بیسنٹ ۱۹۱۲ء میں اپنی ایک تقریر میں کہا تھا:۔

"اکثر مذاہب کو ظلم اور خون ریزی کا اقرار کرنا پڑے گا۔ اسلام کے پیروؤں نے دوسرے مذاہب کی طرح اپنے رسول سے تعلیمات حاصل کی ہیں، اور قرآن میں کہیں بھی ظلم کی کوئی تعلیم نہیں پائی جاتی۔ اس میں کم سے کم کوئی ایسی وحشیانہ تعلیم نہیں پائی جاتی، جیسی ہمیں "عہد عتیق" میں ملتی ہے ....."

اس سلسلے میں موجودہ دور کے عالمگیر شہرت کے مالک گاندھی جی کیا فرماتے ہیں، وہ بھی سن لیجئے:۔

"صحیفہ مقدس صاف لفظوں میں کہتا ہے کہ لا اکراہ فی الدین"

---

[1] اسلامک ریویو بابت جنوری ۱۹۲۰ء

Marfat.com

مذہب میں کوئی جبر نہیں۔ پیغمبر کی تمام زندگی جبریہ تبدیل مذہب کی تکذیب ہے۔ اسلام عالمگیر مذہب نہ رہے گا۔ اگر وہ جبریہ تبلیغ کے طریقوں پر انحصار کرے۔ ..... جبر کے ساتھ مذہب تبدیل کرنے کا الزام من حیث الجماعت اسلام کی پیروی کرنے والوں کے خلاف ثابت نہیں ہو سکتا ہے۔ ایسی جو کوئی کوشش کی گئی، فرقہ وار مسلمانوں نے اس کی تردید کی ہے۔"

(اخبار ینگ انڈیا مورخہ ۲۸ جولائی ۱۹۵۱ء)[1]

اپنے جیل کے تجربات میں تحریر فرماتے ہیں:۔

"سیرۃ النبی (مصنفہ علامہ شبلی) کے مطالعہ سے میرے اس عقیدہ میں مزید پختگی اور استحکام آگیا کہ اسلام نے تلوار کے بل پر کائنات انسانی میں رسوخ نہیں حاصل کیا تھا۔"

ہندسوراج ص ۶۲ (۲۲ نومبر ۱۹۰۸ء) میں تحریر فرماتے ہیں:۔

"میں اس بات کا دعویٰ کرتا ہوں کہ میں نے ایک بے غرض طالب علم کی طرح پیغمبر اسلام کی زندگی اور قرآن کا مطالعہ کیا ہے اور میں اس نتیجہ پر پہنچا ہوں کہ قرآن کی تعلیمات کے عملی اجزاء عدم تشدد کے موافق ہیں۔"[1]

انگلستان کا مشہور مقرر مسٹر اڈمنڈ برک نے ایک بار پارلیمنٹ میں تقریر کرتے ہوئے کہا تھا:۔

"ایشیا کا بڑا حصہ مسلمان حکمرانوں کے تحت میں ہے اور مسلمان حکومت کے معنی ہی قانونی حکومت کے ہیں ..... عیسائی بادشاہوں کے مقابلہ

---

[1] مذہب و دھرم

Marfat.com

ہیں مسلمانوں کے قانون بدرجہا زیادہ مضبوط ہیں۔ ان کا اپنے قانون کی نسبت یہ عقیدہ ہے کہ وہ خدا کی طرف سے ہے۔ اس لئے رعایا سے لیکر بادشاہ تک سب کے سب یکساں طریقے پر قانون اور مذہب دونوں کے پابند ہیں، اور اگر کوئی شخص قرآن کی ایک آیت بھی اس مضمون کی دکھائے کہ اس کی رُو سے کسی کو خود مختارانہ اختیارات حاصل ہیں تو میں تسلیم کروں گا کہ میں نے بے کار اس کا اور ایشیا کے حالات کا مطالعہ کیا ہے۔ قرآن شریف میں ایک لفظ بھی اس بارہ میں نہیں ہے ...... بلکہ برخلاف اس کے اس قانون کا ہر ہر حرف ظالموں کے خلاف گرج رہا ہے۔ اس قانون کی شرح کرنے والے علماء یا قاضیوں کا طبقہ موجود ہے جو اس کا محافظ قرار دیا گیا ہے، اور جو بادشاہ کی ناراضی سے محفوظ ہے، اور جسے بادشاہ ہاتھ نہیں لگا سکتا۔ ان کے بادشاہوں تک کو حقیقی اعلیٰ طاقت حاصل نہیں ہے۔ بلکہ وہاں کی حکومت ایک حد تک جمہوری ہے[1]

ایک یورپین مفکر جان ڈیون پورٹ اسلام کی خوبیوں کا اعتراف کرتے ہوئے لکھتا ہے:۔

"اسلام کے خلاف اگرچہ گذشتہ ایک ہزار برس سے بہت کچھ کہا جاتا رہا ہے، لیکن اسلام کو جتنے قریب سے دیکھا جائے اس میں اتنی ہی خوبیاں دکھائی دیں گی۔ اسلام کی وسیع نظری اس سے بڑھ کر اور کیا ہو سکتی ہے کہ اس نے تمام سابقہ مذاہب کے احترام کی تعلیم دی ہے، اور جملہ مذاہب

---

[1] مسلمانوں کا روشن مستقبل

کے بزرگوں کی عزت کرنے کا سختی سے حکم دیا ہے، اور اپنے متبعین کو ہدایت کی ہے کہ وہ مذہب کے معاملہ میں ہرگز جبر سے کام نہ لیں "۔

ایک کہنہ مشق ادیب و اہل قلم مسٹر جیمس اے۔ مشنر ( JAMES A MICHENER ) نے لندن کے ایک معزز ماہوار سنجیدہ ماہنامہ ریڈرس ڈائی جسٹ ( READER'S DIGEST ) بابت جون ۱۹۵۵ء میں ایک مضمون " اسلام " کے عنوان سے لکھا ہے۔ مقالہ نگار لکھتا ہے :۔

" تاریخ میں کوئی دوسرا مذہب اس تیزی سے نہیں پھیلا ہے جیسا کہ اسلام ۔ محمد (صلعم) کی وفات تک وہ عرب کے بیشتر حصوں پر غالب آچکا تھا۔ جلدی اس نے شام، ایران، مصر، موجودہ روس کے حصہ زیریں اور شمالی افریقہ کو اسپین کے پھاٹک تک مسخر کر لیا۔ اور دوسری صدی میں تو اسکی رفتار اس سے بھی بڑھ کر حیرت انگیز رہی ۔ مغرب کا خیال عموماً یہ رہا ہے کہ مذہب کی یہ تحریک تلوار کے شرمندۂ احسان ہے، لیکن ایسی جدید محقق کا یہ خیال نہیں اور قرآن تو آزادی ضمیر کا صاف اعلان کر رہا ہے۔ اس امر کی قوی شہادت موجود ہے کہ اسلام نے مختلف مذہب والوں کو خوش آمدید کہا ہے، بشرطیکہ وہ اپنا رویہ جھکا رکھیں اور ایک زائد ٹیکس دیتے رہیں "۔ [1]

---

[1] ترجمہ از صدق

Marfat.com

# ذمّیوں کے متعلّق احکام

جو شخص اسلام قبول نہیں کرتا اور اپنے مذہب پر قائم رہتے ہوئے اسلامی حکومت کا رعایا بننا قبول کر لیتا ہے، اسے "ذمّی" کہتے ہیں۔ شرع اسلام کی رو سے ان ذمیوں کے حقوق کا احترام اسی طرح فرض ہے جس طرح مسلمان رعایا کے حقوق کا احترام فرض ہے۔ حضرت پیغمبر اسلام صلے اللہ علیہ وسلم نے ذمیوں کے بارے میں ارشاد فرمایا ہے:

لھم ما لنا و علیھم ما علینا

(جیسے ہی ہمارے حقوق ہیں ویسے ہی ذمیوں کے بھی حقوق ہیں اور جس طرح ان پر ہمارے حقوق کی ادائیگی واجب ہے۔ اسی طرح ہم پر ان کے حقوق کا ادا کرنا لازم ہے)

دوسری جگہ ارشاد ہوتا ہے:۔

من اذیٰ ذمیّا فلیس منا

(جس مسلمان نے ذمی کو (ناحق) تکلیف دی وہ ہماری جماعت سے خارج ہے۔)

دیکھئے! ان چند الفاظ میں کس طرح رعایا داری کا ایک دفتر بھر دیا گیا ہے۔ غیروں کے ساتھ بدسلوکی اور زیادتی کی پاداش میں اپنے سے جدا کیا جا رہا ہے۔ کیا دنیا کے کسی حاکم اور فرمان روا نے اپنی رعایا کا اتنا پاس و لحاظ کیا ہے؟

ایک موقع پر حضرت محمد رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:۔

"یاد رکھو! جو شخص غیر مسلم رعایا (ذمی) کے حق میں ناانصافی

Marfat.com

کرے گا، یا اس سے کیے ہوئے عہد کو توڑے گا، یا اس پر طاقت سے زیادہ بار ڈالے گا، یا اس کی رضامندی کے بغیر اس سے کوئی چیز لیگا تو میں قیامت کے دن اس کا دامن گیر ہوں گا۔"

(سنن ابی داؤد۔ کتاب الخراج)

سبحان اللہ! غیر مسلم رعایا کی اس سے بڑھ کر حمایت اور کیا ہو سکتی ہے؟ افسوس ایسی پاک ہستی پر مخالفین جبر و اکراہ کی تہمت لگانے کی جرأت کرتے ہیں!

حضرت عبداللہ بن عمرو رضؓ سے روایت ہے کہ حضرت محمد رسول اللہ صلعم نے فرمایا:۔

"جس نے کسی ذمی کو قتل کیا، وہ جنت کی خوشبو نہیں سونگھے گا۔ حالانکہ جنت کی خوشبو چالیس سال کی مسافت کی دوری سے محسوس ہو گی۔"

(احمد۔ بخاری)

اس مضمون کی روایت حضرت ابو ہریرہ رضؓ نے بھی کی ہے۔

کیا دنیا کے کسی مذہب کے پیرو غیر مذہب والوں کے لئے اپنے پیشوا کی ایسی تعلیم دکھا سکتے ہیں؟ دنیا زیادہ سے زیادہ قانون دکھا سکتی ہے۔ یہاں تو یہ بات فرمائی جا رہی ہے ایک مسلمان خواہ کتنا ہی بڑا خدا پرست ہو اگر اس نے ایک غیر مسلم کو ناحق قتل کر دیا تو اس کی عاقبت ہی برباد ہو گی۔ افسوس ہے ان متعصب غیر مسلموں پر جو اپنے ایسے محسن پر بھی جھوٹے الزام لگاتے ہیں۔

یاد رکھنا چاہیئے کہ پیغمبر کی زبان سے نکلے ہوئے الفاظ مذہبی فرمودات کا حکم رکھتے ہیں، جن کے خلاف ورزی مذہبی عصیاں میں داخل ہے، جو ایک مسلمان

Marfat.com

کے نزدیک دین و دنیا دونوں کو نقصان و زیان کا باعث ہے۔

رسولِ خدا صلعم کی خدمت میں ایک ایسا مسلمان لایا گیا جس نے ایک ذمی کو مار ڈالا تھا۔ آپ نے اس کے قتل کا حکم دیا۔ چنانچہ وہ قتل کیا گیا۔ آپ نے فرمایا "ہم ان سے بڑھ کر ہیں، جو اپنے عہد کو پورا کرنے والے ہیں۔ (شرح معانی الآثار)

ہدایہ کتاب السیر میں ہے :۔

"اگر غیر مسلم جزیہ دینا قبول کرلیں تو پھر وہ ہر قسم کے نفع و نقصان میں مسلمانوں کے ساتھ شریک ہیں"

فقہ کا مسئلہ ہے :۔

"بادشاہ وقت بھی ذمیوں کی زمین ان کے قبضے سے نہیں نکال سکتا"

"ذمی اور مسلمان کے درمیان قصاص جاری ہوتا ہے"

درمختار میں ہے ۔۔۔

"ذمی کی شراب یا سور کے تلف ہونے پر تاوان لازم آجاتا ہے"

"ذمی کو اذیت سے محفوظ رکھنا واجب اور اس کی غیبت کرنا حرام ہے"

حضرت امام یوسف "کتاب الخراج" میں لکھتے ہیں :۔

"امام وقت کو یہ اختیار نہیں کہ ان کے بعد ان کی زمین چھین لے، وہ زمین ان کی ملک ہے، نسلاً بعد نسلٍ منتقل ہوتی رہے گی۔ وہ اس کی خرید و فروخت کر سکتے ہیں"

اسلامی قانون ہے کہ اگر دس مسلمان مل کر ایک غیر مسلم کو قتل کر ڈالیں تو سب کے سب مسلمان واجب القتل ہیں۔

امام ابو جعفر طحاوی شرح معانی الآثار میں لکھتے ہیں :۔

Marfat.com

"اس پر اتفاق ہے کہ ایک ذمّی دوسرے ذمّی کو مار ڈالے پھر قاتل مسلمان ہو جائے تو اس ذمی کے بدلے وہ قتل کیا جائے گا جس کو کفر کی حالت میں مار ڈالا تھا اور اُس کے مسلمان ہونے سے قصاص باطل نہ ہوگا۔"

---

ان صراحتوں کے بعد کون کہہ سکتا ہے کہ اسلام نے غیر مسلموں کے ساتھ ذرہ بھر بھی بے انصافی جائز رکھا ہے۔؟

---

# جزیہ کی حقیقت

مخالفین اسلام کو جزیہ پر بڑا اعتراض ہے اور اُسے وہ ایک بے جا اور ظالمانہ ٹیکس قرار دیتے ہیں۔ متعصب غیر مسلم مؤرخین نے جزیہ کو اس رنگ میں پیش کیا ہے۔ گویا واقعی یہ ٹیکس غیر مسلموں پر بہت بڑا ظلم تھا، لیکن حقیقت اس کے بالکل برعکس ہے۔ ایک مختصر سی رقم کے سوا مسلمان اپنی غیر مسلم رعایا سے نہ اخراجات جنگ کے لئے کچھ لیتے اور نہ ان کو جنگ میں شریک ہونے پر مجبور کرتے یہ سارا بار مسلمانوں کے ذمّے تھا۔ غیر مسلم اپنی حفاظت کے لئے جزیہ کی رقم ادا کرکے تمام ذمہ داریوں سے سُبکدوش ہو جاتے۔

رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے اپنی زندگی میں بحران کے عیسائیوں پر جب جزیہ عاید کیا، اور ان سے لڑائی کی جگہ مصالحت فرمائی تو جزیہ کے بدلے میں انہیں ان کی جان، ان کے مال، ان کی ملّت، ان کی زمین، اُن کے حاضر، اُن کے

Marfat.com

غائب کو پوری امان دی - انہیں اس بات کا یقین دلایا کہ ان کے قافلے محفوظ رہیں گے، ان کی ملکیتیں بحال رہیں گی، ان کی صلیبیں اور مورتیاں پہلے ہی کی طرح رہینگی، ان سے عشر نہ لیا جائے گا، ان پر فوج کشی نہ ہوگی، ان کا مذہب تبدیل نہ کیا جائے گا اور ان کے پہلے حقوق تلف نہ ہوں گے۔

گویا دوسرے لفظوں میں جزیہ ادا کرنے کے بعد جزیہ دینے والے کی حفاظت، اسلامی حکومت نے اپنے ذمہ لے لی - وہ خدا اور اس کے رسول کے ذمی اور ہمسائے بن گئے۔ (جوار اللہ و ذمۃ محمد النبی رسول اللہ)

اس معاہدے کی طرح رسول اللہ صلعم نے اہل تیما کو بھی جزیہ کے بدلہ میں اس بات کا اطمینان دلایا کہ ان کی حفاظت بھی کی جائے گی، اور انہیں دشمنوں سے بچایا بھی جائے گا۔

یہ حقیقت ہے کہ اسلام نے ذمیوں پر جو جزیہ لگایا، یہ بالکل ویسا ہی گزیت تھا، جیسا نوشیرواں کے عہد میں فوجیوں، امراء، درباریوں، خاندانی لوگوں، اور راہبوں کے سوا باقی رعایا کے ہر فرد پر لگایا گیا تھا۔ مسلمانوں نے یہ کوئی نئی بات پیدا نہ کی تھی۔ مسلمان ذمیوں کی حفاظت کرتے، ان کی سڑکیں بناتے، ان کی عبادت گاہوں کی نگرانی کرتے۔ انہیں بیرونی حملہ آوروں سے بچاتے - اندرونی ڈاکوؤں، لٹیروں، راہ زنوں اور ظالموں کو ان پر ظلم کرنے سے باز رکھتے تھے۔

(تہذیب و تمدن اسلامی)

---

ہدایہ میں جسے اسلامی کوڈ کہنا چاہیئے - اس طرح مرقوم ہے:-

Marfat.com

"جزیہ لگانے کی وجہ یہ ہے کہ یہ ٹیکس بجائے اس امداد کے عاید کیا جاتا ہے، جو جان و مال کے ساتھ کی جاتی ہے"

دوسری جگہ مرقوم ہے:۔

"اگر وہ لوگ جن سے جزیہ لینا چاہیئے، جزیہ ادا کرنا منظور کر لیں تو ان کی حفاظت اسی طور پر کرنی چاہیئے، جیسے مسلمانوں کی اور ان کے لئے وہی قواعد ہونے جو مسلمانوں کے لئے ہیں۔ کیونکہ حضرت علی رضؓ نے کہا ہے کہ کفار (غیر مسلم) جزیہ اس لئے ادا کرتے ہیں کہ ان کے خون کو مسلمانوں کے خون کی اور ان کے مال کو مسلمانوں کے مال کی حیثیت ہو جائے"

حضرت امام شافعی رح فرماتے ہیں:۔

"جزیہ تو جان کی حفاظت کے بدلے میں واجب الادا ہے، یا اسلامی حدود میں رہنے کے معاوضے میں"

جزیہ کے وصول کرنے میں تشدد نہ کرنے کی تاکید شدید کی گئی۔ حتیٰ کہ اگر کسی کے ذمے دو سال کا جزیہ باقی ہو تو پہلے سال کا معاف کر دیا جائے گا۔ اور صرف ایک سال کا جزیہ وصول کیا جائے گا۔ بیس سال سے کم اور پچاس سال سے زیادہ عمر والوں سے جزیہ نہیں لیا جاتا تھا۔ عورتیں جزیہ سے مستثنیٰ تھیں اس شخص سے بھی جزیہ نہیں لیا جاتا تھا، جس کی آمدنی دو سو درہم سے کم ہوتی۔

بتلاؤ۔۔۔ کوئی ایسی سلطنت کا نام پیش کیا جا سکتا ہے، جس کے احکام میں اس قسم کی فیاضی دکھلائی گئی ہو؟۔

غرض یہ کہ غیر مسلم اقوام سے ایک نہایت خفیف اور معمولی ٹیکس لیا تھا لیکن اس کے عوض میں وہ قومی خدمات سے بری کر دیئے جاتے اور اگر کوئی غیر مسلم

Marfat.com

اپنی خوشی سے فوجی خدمات ادا کرنے کے لیے تیار ہوتا تو اس سے جزیہ وصول نہیں کیا جاتا۔ چنانچہ سراقہ بن عمرو نے جب باب کا جو صوبہ آرمینیہ کے متصل تھا، محاصرہ کیا، تو وہاں کا رئیس شہر براز نے فوجی خدمات پیش کی تو سراقہ نے اس کا جزیہ معاف کر دیا۔ اور کہا کہ جزیہ سے ہر سال صرف وہی لوگ بری ہوں گے جن سے اس سال فوجی کام لیا جائے گا۔ حضرت عمرؓ نے بھی اسے منظور کیا یعنی جزیہ معاف کر کے غیر مسلموں سے جنگی امداد لینے کو انہوں نے جائز رکھا۔ حضرت عثمان غنیؓ کے عہد خلافت میں حضرت حبیب بن مسلمہ نے جراجیمہ کو فتح کیا۔ یہاں کے غیر مسلم باشندوں نے فوجی خدمات کا اقرار کیا، اس لئے ان کو جزیہ سے مستثنیٰ کر دیا گیا۔ ہر مسلمان کے لئے فوج میں داخل ہونا ضروری تھا اور جب کبھی ضرورت پڑتی، چندے بھی وصول کئے جاتے۔ خلیفہ اسلام جب کبھی کسی قوم سے جزیہ لے لیتا تو اس کے جان و مال اور اس کے عبادت خانوں کی حفاظت اپنے ذمہ لے لیتا۔ اکثر ایسا ہوا کہ جب مسلمانوں نے دیکھا کہ وہ اپنی غیر مسلم رعایا کی حفاظت نہیں کر سکتے تو انہوں نے جزیہ لینا فوراً بند کر دیا۔

اس سلسلے میں فرانس کا مشہور مؤرخ ڈاکٹر گستاؤ لیبان کی رائے ملاحظہ کے قابل ہے۔ لکھتا ہے :—

"خلفائے راشدین نے اس حقیقت کو اچھی طرح سمجھ لیا تھا کہ مذہب اور نظام تمدن بہ زور شمشیر جاری نہیں ہو سکتے، اور ہم نے دیکھا ہے کہ وہ جہاں کہیں گئے انہوں نے مفتوحہ اقوام کے ساتھ نہایت فیاضی اور نرمی کا سلوک کیا، اور ان کے قانون، نظامات اور مذہب کی کامل آزادی عطا کی، اور اس امن و امان کے عوض جس کی انہوں نے اپنے اوپر ذمہ داری لی، ان سے ایک

Marfat.com

خفیف محصول لیا، جو تعداد میں اس محصول سے کم تھا جو وہ سابق حکمراں کو دیتے تھے۔ دنیا میں ایسے متحمل اور روادار فاتح کبھی پیدا نہیں ہوئے، اور نہ ایسا نرم اور مہربان مذہب وجود میں آیا۔"

ڈاکٹر جے۔ اے۔ کانڈی اپنی کتاب "تاریخ اسپین" میں لکھتا ہے:۔

"وہ شرطیں جو مفتوحہ قوم پر عاید کی گئی تھیں، ایسی ہیں کہ لوگوں کو بجائے تکلیف کے ان فتح کرنے والوں سے اطمینان ہو گیا اور جب انہوں نے اپنی تقدیر کا جو پہلے تھی اپنی موجودہ حالت سے مقابلہ کیا تو ان کو یقین ہو گیا کہ ان کی خوش قسمتی ہو گئی۔ مذہبی رسموں کے بجالانے میں آزادی، گرجا، مال، عزت اور جان سے پورا اطمینان، یہ سب چیزیں انہوں نے اس اطاعت کا معاوضہ تھیں جو انہوں نے اس فتح مند قوم کی کی تھی۔ محصول جو لگایا گیا تھا وہ بہت ہی ہلکا تھا اور تمام لوگوں پر عرب کا یہ اعتبار بڑھا ہوا تھا کہ وہ اپنے عہد و پیمان کو قائم رکھتے ہیں۔ اس عام انصاف نے جو وہ ہر درجہ کے لوگوں سے بلا تمیز کسی قوم کو مذہب کے کرتے تھے، اُن لوگوں پر سب کا اعتبار کرا دیا اور تمام قوموں کی نظروں میں ان کی عزت ہو گئی، اور نہ صرف اپنے معاملات بلکہ دل کی فیاضی اور عادات کی عمدگی اور اپنی جبلی خاطر داری سے عرب والے اپنے وقت کے عام لوگوں میں معزز و ممتاز تھے۔"

کونٹ ہنری دی کاسٹری اپنی کتاب "الاسلام" میں جو کونٹ موصوف نے فرنچ زبان میں لکھی اور جس کا ترجمہ مصر کے مشہور مصنف احمد فتحی بک زاغلول نے ۱۸۹۸ء میں شائع کیا، لکھتا ہے:۔

"ایشیا اور شمالی افریقہ میں اسلام کے پھیلنے اور مختلف قوموں کو اپنے

Marfat.com

زیرِ فرماں بنانے کی ایک اور بھی وجہ ہے ..... اسلام کا یہ اصول تھا کہ جو قوم اسلام قبول کر لیتی تھی، اس کے جان و مال ہر طرح سے محفوظ ہو جاتے تھے۔ لیکن جو قوم اپنے آبائی مذہب پر قائم رہنے کو ترجیح دیتی تھی، اس پر ایک خفیف سا ٹیکس بنام "جزیہ" لگا کر اس کے ساتھ وہی سلوک کیا جاتا تھا، جس کا مستحق عام مسلمانوں کو سمجھا جاتا تھا اور دین و اسلام کے مبلغین ان سے کسی قسم کا تعرض نہیں کرتے تھے۔ یہ قرآن کریم کی تعلیم کا اثر تھا، اور خلفائے راشدین کا اسی پر عمل رہا۔

"اسلام کے سایے میں عیسائی مطمئن ہو گئے، دعات اسلام میں کوئی شخص ان کے مذہب سے معترض نہیں ہوتا تھا، اور اصلی عیسائی اور مرتدوں میں کوئی فرق نہیں کیا جاتا تھا۔ یہ برتاؤ وہ تھا جس کا خود قرآن نے حکم دیا تھا اور خلفائے اولین اس پر کاربند تھے۔"

پروفیسر فلپ کے حتی اپنی کتاب "عرب اور اسلام" میں لکھتا ہے:-

"نئے فاتحوں نے مفتوحہ ملکوں پر جو خراج عائد کیا تھا۔ اس کی مقدار پچھلے حاکموں کے عائد کئے ہوئے محصولوں کے مقابلے میں کم تھی اور اب مفتوح زیادہ آزادی کے ساتھ اپنے مذہبی فرائض ادا کر سکتے ہیں۔"

جرمنی مستشرق ڈاکٹر جوزیف ہیل لکھتا ہے:-

"آنحضرت کی تقلید میں منزل مذاہب کے پیروؤں مثلاً یہودیوں اور عیسائیوں کو اسلام کے زیرِ حفاظت ایک مناسب ٹیکس کے عوض پوری مذہبی آزادی حاصل تھی ..... یہودیت اور عیسائیت کی طرح مجوسیت بھی جزیہ کی ادائیگی کی بدولت زندہ رہی ..... ان واقعات کے رہتے ہوئے یہ سوال

Marfat.com

پیدا ہی نہیں ہوتا کہ اسلام تلوار کے زور سے پھیلا "۔

(عربوں کا تمدن ص ۶۱-۶۰)

گاڈفری ہگنز لکھتا ہے :-

" جن ملکوں کو خلفاء فتح کرتے تھے وہاں کے باشندے خواہ یونانی ہوں، خواہ ایرانی، اسپینی ہوں، خواہ ہندو، وہ قتل نہیں کئے جاتے تھے۔ جیسا کہ عیسائیوں نے بیان کیا ہے، بلکہ فتح کے بعد ہی وہ سب بہ امن و امان اپنی ملکیت اور اپنے مذہب پر قابض چھوڑ دیئے جاتے تھے، اور اس پچھلے حق کی بابت ایک محصول دیتے تھے، جو اس قدر خفیف ہوتا تھا کہ کسی کو گراں نہیں معلوم ہوتا۔ خلفاء کی تمام تاریخ میں کوئی ایسی بات نہیں مل سکتی جو ایسی لڑائی کا باعث ہو، جیسے کہ (عیسائیوں میں) مذہبی عداوت سے ہوا دیتا تھا اور نہ ایک مثال بھی اس بات کی پائی جاتی ہے کہ کوئی شخص اپنا مذہب چھوڑنے کے سبب چلا گیا ہو۔ نہ مجھ کو یہ یقین ہے کہ زمانہ امن میں صرف اس وجہ سے کسی کو قتل کیا گیا ہو کہ اس نے مذہب اسلام قبول نہیں کیا۔ اس میں کچھ شبہہ نہیں ہے کہ پچھلے مسلمان فاتحین نے اپنی فتوحات میں بڑی بڑی بے رحمیاں کی ہیں، جن کا الزام عیسائی مصنفوں نے بھی جا و بے جا مذہب اسلام پر لگایا ہے، مگر یہ واجب نہیں ہے۔ درحقیقت مذہبی تعصب کے باعث لڑائی کی خرابیاں زیادہ ہو گئیں۔ مگر اس باب میں مسلمان فاتح کچھ عیسائیوں سے زیادہ برتر نہ تھے "۔

مسٹر اسٹینلی لین پول اپنی کتاب " مورز ان اسپین " میں اندلس کی بابت رقمطراز ہے :-

Marfat.com

"وہاں اہل شہر کو تمام مصارف سلطنت کا بار برداشت کرنے کی بجائے صرف جزیہ دینا پڑتا تھا جو کچھ زیادہ نہ تھا، اور اس کے بعد وہ تمام ذمہ داریوں سے بری ہو جاتے تھے۔ البتہ اگر ان کے پاس زمین بھی ہوتی تھی تو اُن کو خراج یعنی زمین کا لگان بھی دینا پڑتا تھا، جو بلا قید مذہب سب کے لئے یکساں تھا۔ جزیہ کی مقدار حیثیت پر موقوف تھی اور ۱۲ سے ۴۸ درہم سالانہ تک ہوتی تھی۔ چونکہ یہ رقم ماہواری قسطوں میں وصول کی جاتی تھی۔ اس لئے اس کی ادائیگی میں اور بھی آسانی تھی۔"

اسلامی تاریخ کا اطالوی مؤرخ "ڈان لیونکیٹانی" لکھتا ہے:۔

"مسلمانوں نے عدل و انصاف کے نقطۂ نظر سے ہر عہد میں غیر مسلموں سے وہی سلوک روا رکھا ہے جو وہ اپنے ہم مذہبوں کے ساتھ روا رکھتے تھے۔ سولہویں صدی میں حکومت کا یہ حکم تھا کہ ذمی جب اپنا جزیہ ادا کرنے آئیں تو اُن سے لطف و مدارات سے پیش آؤ اور ان کے کام میں آسانیاں پیدا کرو۔"

سر تھامس آرنلڈ کا بیان ہے:۔

"غیر مسلم اقوام کے مذہبی رسم و رواج اور خانگی معاملات کا سب کام غیر مسلم اقوام کے پیشواؤں کے سپرد تھا اور مسلمانوں کی مدارات اور نوازشات کی یہ حد تھی کہ عیسائی یا دیگر اقوام کے افراد جب کسی وجہ سے اپنا وطن چھوڑنے پر مجبور ہوتے تو ہمیشہ اسلامی ممالک میں آکر پناہ لیتے اور جزیہ کی مقررشدہ رقم ادا کر کے پوری مذہبی آزادی کے ساتھ زندگی بسر کرتے۔"

Marfat.com

مسٹر اس - پی - اسکاٹ لکھتا ہے :-

"مسلمانوں کا وہ قانون یا شریعت جو عیسائی رعایا پر حاوی تھا، وہ شاہانِ وزیگاتھ کے موضوعہ قانون سے بہت کم اختلاف رکھتا تھا۔ جس محصول کے ادا کرنے کے بعد عیسائی اپنے فرائض مذہبی ادا کرنے، اپنے مقدمات کے لئے اپنے ہی قوم کے حکام مقرر کرنے اور اپنی قومی رسم و رواج قائم رکھنے اور ادا کرنے میں آزاد ہو جاتے تھے۔ وہ کامل و مکمل طور پر شرع شریف نے مقرر کر دیا تھا۔" (اخبار الاندلس حصہ سوم ص ۱۹۲)

یورپ کا مشہور مفکر گاؤنٹ ہنری اپنی تصنیف "اسلام" میں لکھتا ہے :-

"ایشیا اور شمالی افریقہ میں اسلام کے پھیلنے کی ایک بڑی وجہ یہ بھی ہے کہ رومن امپائر کا استبداد اور حکام کی دست درازیاں حد سے زیادہ بڑھ چکی تھیں۔ لہذا جو قومیں مظالم کا شکار ہو رہی تھیں، انہوں نے ناقابل برداشت ٹیکسوں اور مظالم سے رہائی پانے کے لئے اسلام کے ظلِ عاطفت میں پناہ گزیں ہونا اختیار کیا۔ اسلام کا اصول یہ بھی تھا کہ جو قوم اسلام قبول کر لیتی تھی، اس کی جان و مال محفوظ ہو جاتے تھے۔ لیکن جو قوم اپنے آبائی مذہب پر قائم رہنے کو ترجیح دیتی تھی، اس پر جزیہ کے نام سے ایک خفیف سا ٹیکس لگا کر جان و مال کے تحفظ کی گارنٹی دیدی جاتی تھی، اور ان کے ساتھ وہی سلوک کیا جاتا تھا، جو مسلمانوں کے ساتھ ہوتا تھا۔ قرآن پاک کی یہی تعلیم ہے اور خلفائے راشدین نے اسی تعلیم پر عمل کیا ہے۔"

Marfat.com

ڈاکٹر ایشوری ٹوپا کا بیان ہے :-

" جزیہ اس ٹیکس کو کہتے ہیں، جو اسلامی رعایا اپنی غیر مسلم رعایا سے اس حیثیت کے معاوضہ میں وصول کرتی کہ وہ ہندوؤں کے سیاسی، معاشرتی اقتصادی اور مذہبی حقوق کی حفاظت کرتی رہے۔ جزیہ لینے کے بعد ریاست ذمہ دار ہوتی کہ کوئی ذمی کسی حیثیت سے بھی نہ ستایا جائے، اور وہ بالکل محفوظ و مصئون زندگی بسر کرے، اس کو سرکاری ملازمت حاصل کرنے کا پورا حق حاصل ہو اور وہ مذہبی اور معاشرتی مراسم ادا کرنے میں بالکل آزاد ہو۔ جزیہ لینے کے بعد اسلامی ریاست ہر طرح سے ذمیوں کی جان و مال کی نگہبانی کرتی تھی، اور اسلامی فوج جنگ کے موقع پر اور دوسرے نازک موقعوں میں ان کی پوری حفاظت کرتی تھی، اور ایسا کرنا اس کے مذہبی فریضہ میں داخل تھا۔ ذمیوں سے جو روپیہ وصول کیا جاتا وہ گویا اس خون کی قیمت ہوتی جو مسلمان ان ذمیوں کی مدافعت میں بہاتے تھے۔ اگر کوئی اسلامی ریاست ذمیوں کی حفاظت کرنے سے قاصر ہو جاتی تو اس کو جزیہ وصول کرنے کا بھی حق نہ رہ جاتا۔ اسلامی تاریخوں میں ایسی مثالیں ہیں کہ جب کوئی ریاست ذمیوں کی نگہبانی نہیں کر سکتی ہے، تو جزیہ کی رقم ان کو واپس کر دی گئی ہے۔ ذمیوں کو اپنی خواہش سے فوج میں داخل ہونے کا پورا حق حاصل تھا، لیکن جزیہ ادا کرنے کے معاوضہ جبری بھرتی سے مستثنیٰ کر دیئے جاتے تھے۔ لیکن اگر اپنی مرضی سے وہ فوج میں بھرتی ہو جاتے تو جزیہ معاف کر دیا جاتا۔" [1]

---

[1] POLITICS IN PRE-MOGHAL TIMES.

Marfat.com

## جزیہ کی رقم واپس کر دی گئی

حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کے زمانے میں ملک شام میں اسلامی فتوحات کا سلسلہ وسیع ہوا تو شام کے مختلف شہروں میں پھیلی ہوئی مسیحی فوجوں کے سپہ سالاروں نے متفق ہو کر مسلمانوں کے مقابلے کا فیصلہ کیا۔ اس وقت مسلمانوں کا فوجی مرکز حمص تھا، جہاں کے باشندوں نے جزیہ دینے کی شرط پر مسلمانوں کی اطاعت قبول کر لی تھی اور ایک سال کا جزیہ ادا کر دیا تھا۔ جب مسلمانوں کے سپہ سالار اعظم حضرت ابو عبیدہ کو مسیحی سپہ سالاروں کے ارادے کا علم ہوا تو آپ کو بھی ضرورت محسوس ہوئی کہ مسلمانوں کے منتشر قوت کو فراہم کر کے عیسائیوں کا مقابلہ کریں، اور اس غرض سے مسلمانوں کو حمص خالی کرنا پڑا۔ اس موقع پر اسلامی فوج کے سپہ سالار اعظم نے حمص کے عیسائی باشندوں کے ساتھ جو منصفانہ طرز عمل اختیار کیا، اس کی نظیر کسی قوم کی فوجی تاریخ میں نہیں مل سکتی۔ آپ نے اپنے ایک افسر کو حکم دیا کہ وہ حمص کے باشندوں سے جزیہ کی جو رقم وصول کی گئی ہے، وہ سب واپس کر دی جائے۔ چنانچہ اسلامی افسر نے وہاں کے باشندوں کو بلا کر کہا — "ہم نے تم سے جزیہ اس شرط پر لیا تھا کہ تمہاری حفاظت کریں۔ لیکن یہ وقت ایسا ہے کہ ہم تمہاری حفاظت کی ذمہ داری نہیں لے سکتے"۔ اس لیے جزیہ کی رقم جو تم سے لی گئی تھی واپس کی جاتی ہے"۔

اس وقت مسلمانوں کو روپے کی سخت ضرورت تھی، لیکن چونکہ جزیہ جزیہ دینے والوں کی حفاظت کے لئے لیا جاتا تھا، اور جب مسلمانوں نے حفاظت کرنی محال خیال کیا، تو بغیر کسی پس و پیش کے جزیہ کی رقم واپس کر دی۔

Marfat.com

حمص کے عیسائی مسلمانوں کے انصاف پسندی اور رعایا پروری کے اس قدر گرویدہ تھے کہ جب مسلمان حمص سے جانے لگے تو یہ لوگ زار و قطار روتے اور دعا کرتے تھے کہ "خدایا یہ لوگ جلد واپس آئیں"۔

یہودیوں پر بھی اس واقعہ کا بہت بڑا اثر پڑا۔ ان لوگوں نے اپنی مقدس کتاب "توریت" کی قسم کھائی کہ جب تک ہم لوگوں کی جان میں جان ہے حمص کو کوئی فتح نہ کر سکے گا۔

---

# غیر مسلموں کے ساتھ خلفاء سلاطین اور امراء کا طرز عمل

خلفاء راشدین، سلاطین اسلام اور امراء نے ذمیوں یعنی غیر مسلم رعایا کا سختی سے لحاظ رکھا، اور اگر کسی مسلمان نے، خواہ وہ کسی درجے اور مرتبہ کا تھا، ذمیوں کو کبھی نقصان اور صدمہ پہنچایا تو اس سے کامل باز پرس کی گئی۔ جنگ کے زمانہ میں غیر مسلموں کی حفاظت کے لئے خاص ہدایات جاری کی جاتی تھیں مفتوحہ ممالک میں غیر مسلموں کے ساتھ جو طرز عمل روا رکھا گیا، اس کی مثال دنیا کی تاریخ میں نہیں مل سکتی۔

**حضرت ابوبکرؓ** خلیفۂ اوّل حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ ان یہودیوں اور نصرانیوں کا جن سے مسلمانوں کا معاہدہ ہو، خون بہا آزاد مسلمان کے برابر قرار دیتے ہیں۔

حضرت ابوبکرؓ کے عہد خلافت میں جو پہلی فوج حضرت اُسامہ

Marfat.com

کی سرکردگی میں رومیوں کے مقابلے کے لئے شام کی طرف بھیجی گئی تھی۔ اس کی روانگی کے وقت آپ نے حضرت اسامہ کو جو ہدایتیں کیں ان سے بخوبی اندازہ کیا جاسکتا ہے کہ خلفائے راشدین کا طرز عمل اپنے آقائے نامدار محمد رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کے دستور العمل سے کیسا مشابہ تھا۔ حضرت ابوبکر رض نے فرمایا:۔

"فریب، خیانت اور دغا نہ کرنا۔ مثلہ سے پرہیز کرنا، ایسا نہ ہو کہ عورتوں، بچوں اور بوڑھوں کو قتل کر ڈالو۔..... تمہیں بہت سے ایسے لوگ بھی ملیں گے جو عابد اور گوشہ نشیں ہوں گے، ان پر کسی طرح کی سختی نہ کرنا۔"

حضرت ابوبکر رض کے عہد خلافت میں عراق کا مشہور شہر حیرہ فتح ہوا، وہاں کے مسیحی باشندوں نے حضرت خالد بن ولید سے امان چاہی۔ معاہدہ صلح میں لکھا گیا تھا کہ:۔

"حیرہ والوں کی خانقاہیں اور گرجے منہدم نہ کیے جائیں گے۔ ان کا کوئی محل مسمار نہ ہوگا، نہ کسی قلعہ کو برباد کیا جائے گا۔ نہ سنکھ ناقوس بجانے سے ان کو روکا جائے گا، اور نہ ان کو عید کے روز صلیب نکالنے سے منع کیا جائے گا۔

ان کے بوڑھے، ان کے بچے، ان کی عورتیں اور مریض و محتاج جزیہ سے مستثنیٰ رہیں گے۔"

طبری کا بیان کہ حیرہ کا یہ معاہدہ جس وقت لکھا گیا، اس وقت حیرہ میں سات ہزار ایسے لوگ تھے، جن کی مالی حالت اچھی نہ تھی، یا جو بوڑھے، بچے، عورتیں یا بیمار ہونے کے سبب جزیہ کے اہل نہ تھے۔

حضرت ابوبکر رض کے دور خلافت میں ایک عورت نے کچھ اشعار مسلمانوں کے

Marfat.com

ہجو میں گائے مسلمان حاکم نے اس عورت کو اس کی اس حرکت پر سزا دی۔ جب آپ کو اس کی خبر ہوئی تو اس حاکم کو تحریر فرمایا:—

"جب ہم نے اس کے شرک و کفر سے درگزر کیا تو ہجو تو شرک سے بہرحال کم ہے۔"

---

ایک مرتبہ عراق کے عیسائیوں نے وہاں کے ایک حاکم کے بارے میں حضرت ابوبکر صدیق رضؓ سے شکایت کی کہ یہ حاکم عیسائیوں کے ساتھ زیادتی کرتا ہے۔ حضرت ابوبکر نے تحقیق حال کے بعد اس حاکم کو لکھا:—

"تم کو معلوم ہونا چاہیے کہ رسول اللہ صلعم نے ہم کو نصیحت کی ہے کہ ہم غیر مسلموں کے حقوق کا تحفظ کریں۔ تم نے رسول خدا صلعم کے اس حکم کو پس پشت ڈال دیا ہے۔ اس کے لئے تم کو جواب دہ ہونا ہوگا۔"

اس حاکم کو دربار خلافت میں طلب کیا گیا اور عہدہ سے الگ کر دیا گیا۔

## حضرت عمر فاروق رضؓ

خلیفہ دوم حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے اپنے مشہور سپہ سالار حضرت ابوعبیدہ رضی اللہ عنہ کو جب وہ شام میں رومیوں سے جہاد کر رہے تھے، ایک فرمان لکھا تھا۔ اس میں تحریر تھا:—

ذمیوں پر ظلم کرنے، ان کو نقصان پہنچانے اور ان کا مال ناجائز طور پر کھانے سے مسلمانوں کو روکا جائے، اور تم نے ان کو جتنے حقوق دیئے ہیں، اور ان کے سلسلے میں جو کچھ شرطیں کی ہیں، ان سب کو پورا کرو۔"

حضرت عمرؓ کے عہد خلافت میں مسلمانوں نے شہر دمشق کا محاصرہ کر رکھا

Marfat.com

تھا۔ حضرت خالد پانچ ہزار فوج کے ساتھ باب الشرقی پر تھے۔ موقع پا کر فصیل پر چڑھ گئے، اور اندر اتر کر دروازہ توڑ دیا، مسلمان شہر میں داخل ہو گئے۔ یہ دیکھ کر رومیوں نے شہر پناہ کے دروازے کھول دیئے، اور حضرت ابو عبیدہؓ سے صلح کر لی۔ حضرت خالد کو اس کی کوئی خبر نہیں تھی۔ حضرت ابو عبیدہ صلح کے ذریعہ شہر میں داخل ہوئے دوسری طرف خالد فتح کرتے ہوئے آئے۔ حضرت ابو عبیدہؓ سے وسط شہر میں ملاقات ہوئی تو صلح کی اطلاع دی۔ حالانکہ یہ صلح حضرت خالد کے مشورہ سے نہیں ہوئی تھی۔ لیکن مفتوحہ حصہ بھی رضیہ صلح میں شامل کر دیا یعنی مال غنیمت اہل شہر کو واپس کر دیا اور قیدی چھوڑ دیئے۔

دمشق پر مسلمانوں کے قبضہ کے بعد جب شہر کے باشندوں میں مکانوں کی تقسیم کی خدمت ابن قاتک کے سپرد کی گئی تو ذمیوں کی حفاظت میں اتنا اہتمام کیا گیا کہ ان کو دمشق کے بالائی حصہ میں کر دیا گیا اور مسلمانوں کو زیریں حصہ میں کر دیا گیا تاکہ وہ ذمیوں کو نقصان نہ پہنچا سکیں۔

---

مصر کی جنگوں میں بڑی تعداد میں عیسائی گرفتار ہوئے۔ فاتح مصر حضرت عمرو بن العاص نے امیر المومنین حضرت عمر فاروقؓ سے دریافت کیا کہ ان قیدیوں کے ساتھ کیا سلوک کیا جائے۔ امیر المومنین نے ہدایت فرمائی کہ "اگر وہ اسلام قبول کر لیں تو وہ تمام حقوق حاصل ہوں گے جو مسلمانوں کو حاصل ہیں اور اگر وہ اسلام قبول کرنا منظور نہ کریں تو انہیں جزیہ دینا ہوگا، یہ قیدیوں کی مرضی پر منحصر ہے، وہ جو صورت چاہیں اختیار کریں۔"

حضرت عمروؓ بن العاص نے تمام قیدیوں اور عیسائی سرداروں کو جمع کیا ایک جانب مسلمان بیٹھے اور دوسری جانب عیسائی۔ درمیان میں قیدی رکھے گئے

Marfat.com

حضرت عمرو بن العاص نے امیر المومنین کا فرمان پڑھ کر سُنایا۔ بہت سے عیسائیوں نے اسلام قبول کیا اور بہت سے اپنے قدیم مذہب پر قائم رہے۔ ایک ایک قیدی سے دریافت کیا جاتا جس وقت کوئی قیدی اسلام قبول کرتا تو مسلمان اللہ اکبر کا نعرہ بلند کرتے اور اُسے اپنی جانب بٹھا لیتے، اور جب کوئی قیدی اپنے قدیم مذہب پر قائم رہنے کی خواہش ظاہر کرتا تو عیسائی خوشی کا نعرہ بلند کرتے۔

دینی امور میں مصر کے باشندوں کو پوری آزادی دی گئی۔ جان، مال، عزّت، ہر چیز کی حفاظت کا اطمینان دلایا گیا۔ حتیٰ کہ عیسائیوں کا پیشوائے اعظم کو بنیامین کو جو تیرہ سال سے رومیوں کے خوف سے رُوپوش تھا، حضرت عمرو بن العاص نے بلوا کر اسے اپنے منصب پر مامور کیا، اور گرجاؤں کے متعلق جو کچھ رعایتیں طلب کیں، دی گئیں۔ مذہبی آزادی ملنے پر عیسائیوں نے بڑی خوشیاں منائیں اور گرجوں میں تقریریں ہوئیں۔ اسقف باسلی نے اپنی تقریر کے دوران میں کہا:۔

"رومیوں کے دیرینہ مظالم کے بعد آج میں اسکندریہ میں نجات و طمانیت کا دور دیکھ رہا ہوں۔"

مسلمانوں کی نگاہ میں یہودی، نصرانی، مشرک، ستارہ پرست، سب یکساں تھے اور مسلمان ہر ایک کے ساتھ ہمدردی اور محبت کا برتاؤ کرتے تھے۔ مسلمانوں کے حسن سلوک اور مساوات کو دیکھ کر غیر مسلم حلقہ بگوش دائرۂ اسلام میں داخل ہوئے اور رفتہ رفتہ عربی لباس بلکہ عربی زبان بھی اختیار کرنے لگے۔ اس کا نتیجہ یہ ہوا کہ زمانہ بعد میں مصر اسلامی تہذیب کا ایک بڑا مرکز بن گیا۔

جب مسلمانوں نے اسکندریہ فتح کیا تو اسلامی فوج کے کسی شخص کے تیر سے حضرت علیؑ کے مجسمہ کی آنکھ ٹوٹ گئی۔ اس واقعہ سے اسکندریہ کے عیسائیوں

Marfat.com

کو سخت رنج ہوا۔ وہ لوگ مسلمانوں کے سردار حضرت عمرو بن العاص کے پاس گئے اور کہا کہ تمہارے آدمی نے مجسمہ مسیح کی آنکھ پھوڑ دی ہے تم بھی اپنے پیغمبر محمد کا مجسمہ بناؤ اور ہم لوگ اس کے عوض میں اس مجسمہ کی آنکھ پھوڑ دیں مسلمانوں کے سردار نے کہا کہ یہ بالکل لغو سی بات معلوم ہوتی ہے۔ بہتر یہ ہے کہ مجسمہ کی آنکھ پھوڑنے کے بجائے تم کسی مسلمان کی آنکھ پھوڑ دو۔ ایک اس کے لئے تیار ہو گیا۔ خود مسلمان کے سردار نے اپنا خنجر اس عیسائی کو دے کر کہا کہ "میری آنکھ حاضر ہے' اسے تم پھوڑ دو" مسلمان سردار کا یہ انصاف دیکھ کر عیسائی کے ہاتھ سے خنجر گر گیا اور اس حرکت سے باز آیا۔

مؤرخ اسلام ابن خلدون تحریر فرماتے ہیں کہ حضرت عمرو بن العاص مصر میں اپنے محل میں عرب کے عام لوگوں کے ساتھ زمین پر بیٹھا کرتے تھے۔ جب مقوقس (بادشاہ مصر) ان کے پاس آتا تو اس کے بیٹھنے کے لئے کہا تخت لے کر آتے تھے اور وہ بادشاہوں کی طرح عمرو بن العاص کے پاس تخت ہی پر بیٹھتا تھا۔ چونکہ مقوقس ذمی تھا' اور مسلمان اپنے عہد و پیمان کا لحاظ کرتے تھے' اور دنیاوی شان و شوکت ابھی تک ان کی نگاہوں میں کچھ وقعت نہیں رکھتی تھی۔ اس لئے مقوقس کی اس حرکت پر کبھی کسی نے تعرض نہ کیا۔

حضرت ابو عبیدہ بن الجراح رضؓ نے بیت المقدس کا محاصرہ کیا۔ محاصرہ سے پریشان ہو کر بیت المقدس کے پادریوں نے اس شرط پر صلح کی کہ شرائط خود خلیفہ کے ذریعے طے ہوں۔ چنانچہ حضرت ابو عبیدہ رضؓ کی طلب پر امیر المومنین حضرت عمر فاروق رضؓ بیت المقدس تشریف لے گئے۔

حضرت عمر شہر بیت المقدس کے قریب پہنچے تو ایک عیسائی آپ کی

Marfat.com

خدمت میں حاضر ہوا اور کہا کہ "میں ایک ذمی ہوں، یہ سامنے میرا باغ ہے۔ آپ کی فوج کے کچھ لوگ باغ کو نقصان پہنچا رہے ہیں۔" حضرت عمرؓ فوراً باغ کے پاس گئے دیکھا کہ حضرت ابوہریرہؓ باغ سے انگور لئے جا رہے ہیں۔ امیر المومنین نے ان کو ٹوکا۔ حضرت ابوہریرہؓ نے کہا "ہم لوگ بھوکے تھے۔" حضرت عمر باغ میں گئے تو وہاں بھی کچھ لوگوں کو پایا۔ آپ نے اس ذمی کو اپنے پاس بلایا، اور باغ کی قیمت دریافت کر کے اس کی قیمت ادا کر دی۔

امیر المومنین حضرت عمر فاروقؓ کے ذریعہ بیت المقدس کے باشندوں کے لئے جو صلح نامہ لکھا گیا، اس میں تحریر تھا:۔

"ایلیا اور بیت المقدس والوں کی جان، مال، گرجے، صلیب، بیمار، تندرست سب کو امان دی جاتی ہے ان کے گرجاؤں میں سکونت نہ کی جائیگی۔ اور نہ وہ ڈھائے جائیں گے۔ یہاں تک کہ ان کے احاطوں کو بھی نقصان نہ پہنچایا جائے گا۔ نہ اُن کی صلیبوں اور مالوں میں کسی قسم کی کمی کی جائے گی، نہ مذہب کے بارے میں کسی قسم کا تشدد کیا جائے گا۔"

تاریخ جنگ صلیبی میں میشو لکھتا ہے:۔

"جس وقت حضرت عمرؓ نے بیت المقدس کو فتح کیا تو انہوں نے عیسائیوں کو کسی طرح کی تکلیف نہیں دی۔ اس کے برخلاف جب صلیبیوں نے اس شہر پر قبضہ کیا تو انہوں نے نہایت بے رحمی سے مسلمانوں کا قتل عام کیا اور یہودیوں کو جلا دیا۔"

مشہور انگریز مؤرخ گبن لکھتا ہے:۔

"خلیفہ عمرؓ نے بیت المقدس تو فتح کیا لیکن اس کے باشندوں پر

Marfat.com

نہ تو دست اندازی کی اور نہ اُن کے مذہب میں مداخلت کی۔ شہر کا ایک حصّہ عیسائیوں، پادریوں اور سقف اعظم کے لئے مخصوص کر دیا گیا۔ اس تحفظ کے بدلے عیسائیوں کو محض دو دینار (ایک دینار = چھ روپے) فی کس ٹیکس سالانہ کے طور پر دینا پڑتے تھے۔ بیت المقدس کی زیارت روکنے کے بجائے مسلمانوں نے اُسے فروغ دیا تاکہ اس آمدورفت کے ذریعہ تجارت کی افزونی ہو۔ اس کے چالیس ساٹھ سال بعد جب یہ مقدس شہر دوبارہ یورپ کے مسیحی مجاہدوں کے ہاتھ میں پہنچ گیا، تو مشرقی عیسائی عرب خلفا کی رواداری حکومت کو یاد کرتے تھے"

حضرت عمر فاروق رضؓ جب قیامہ کے کنیسہ میں تشریف لے گئے اور وہاں نماز کا وقت آگیا تو سفرونیس بطریق سے فرمایا ــــ "میں نماز پڑھنا چاہتا ہوں"۔ بطریق نے کہا ــــ "امیر المومنین! اسی جگہ نماز پڑھ لیں" آپ نے انکار فرمایا۔ بطریق قسطنطین کے گرجے میں نماز پڑھنے کے لئے لے گیا لیکن آپ نے وہاں بھی نماز نہیں پڑھی۔ آپ نے گرجے کے باہر دروازے پہ نماز پڑھی اور بطریق سے فرمایا ــــ "میں نے گرجے میں اس لئے نماز نہیں پڑھی کہ مسلمان آئندہ اس دلیل پر کہ عمر نے اس گرجے میں نماز پڑھی تھی، اس پر قبضہ نہ کر لیں۔" اس کے بعد ایک تحریر لکھ کر بطریق کے حوالہ کی، جس میں لکھا تھا کہ ــــ "کوئی مسلمان گرجے کی سیڑھیوں پر اذان اور جماعت کے ساتھ نماز نہیں پڑھ سکتا، البتہ تنہا ادا کر سکتا ہے"

یہ تھا طرز عمل خلفاء راشدین کا۔

حضرت خالد نے نمانات کے پادری سے حسب ذیل شرائط پہ صلح کر لی تھی :ــ

Marfat.com

"ان کے گرجے نہ برباد کئے جائیں گے۔ وہ بجز اوقاتِ نماز کے شب روز میں جب چاہیں ناقوس بجائیں اور تمام تہواروں میں صلیب لگائیں"۔

چوگان کھیلنے میں والیٔ مصر حضرت عمرو بن العاص کے گھوڑے سے ایک قبطی رئیس نے اپنا گھوڑا نکال دیا۔ حضرت عمرو بن العاص کے بیٹے عبد اللہ نے طیش میں آکر قبطی کو کوڑے سے پیٹ دیا۔ قبطی نے مدینہ منورہ جاکر امیر المومنین حضرت عمر فاروق رضؓ سے شکایت کی۔ حضرت عمر رضؓ دونوں باپ بیٹوں کو مصر سے طلب کیا، اور قبطی کے ہاتھ میں کوڑا دیکر کہا۔ "ان میں سے جس نے تجھ کو کوڑا مارا ہو، تو بھی اسی قدر مار" قبطی نے عبد اللہ کو کوڑے لگائے۔ حضرت عمر رضؓ نے عمرو بن العاص والیٔ مصر کی طرف اشارہ کرکے فرمایا "ان کو بھی"۔ قبطی نے کہا۔ "نہیں یہ تو میرے مربی ہیں"۔

ایک بار والیٔ مصر حضرت عمرو بن العاص کے بیٹے نے کسی غیر مسلم کا شتکار کو کوڑے مار دیئے۔ اس نے حضرت عمر فاروق رضؓ کی خدمت میں شکایت کی۔ حضرت عمر رضؓ نے عمرو بن العاص کے لڑکے کو کوڑے لگانے کا حکم دیا، اور والیٔ مصر سے فرمایا کہ "تم نے ان لوگوں کو غلام کب سے بنا لیا، ان کو ان کی ماؤں نے تو آزاد پیدا کیا تھا"۔

ایک بار ایک غیر مسلم نے حضرت عمر فاروق رضؓ سے شکایت کی آپ کی فوجوں کے چلنے سے میری تمام کھیتی برباد ہو گئی۔ آپ نے بیت المال سے اسے دس ہزار درہم بطور تاوان دلوائی۔

حضرت عمر رضؓ کے عہد خلافت میں ایک شخص نے دجلہ کے کنارے گھوڑدوڑ کے لئے ایک رمنہ بنانا چاہا۔ آپ نے بصرہ کے گورنر ابو موسیٰ اشعری کو لکھ بھیجا کہ اگر وہ زمین کسی ذمی کی ملک نہ ہو اور اس میں ذمیوں کی نہر اور

کنوئیں سے پانی نہ آتا ہو تو سائل کو یہ زمین دی جائے۔

ایک عیسائی نے حضرت عمر فاروق رضؓ سے کہا کہ "میں وہی عیسائی ہوں جو آج سے قبل فلاں وقت حاضر ہوا تھا" حضرت عمرؓ نے جواب میں فرمایا۔

"میں وہی ہوں، جس نے تمہارے حسب منشا اسی وقت احکام صادر کر دیئے تھے۔"

ایک بار حضرت فاروق رضؓ نے ایک بوڑھے نصرانی کو بھیک مانگتے ہوئے دیکھا۔ دریافت کرنے پر معلوم ہوا کہ اس پر جزیہ لگایا گیا ہے، لیکن وہ جزیہ ادا کرنے سے مجبور ہے۔ آپ نے فرمایا ـــــ "واللہ ـــ یہ انصاف کے خلاف ہے کہ جب تک یہ لوگ جوان رہیں، ہم ان کی قوتوں سے فائدہ اٹھائیں، اور جب یہ لوگ مجبور ہو جائیں، تو ہم ان کو بھیک مانگنے کے لئے چھوڑ دیں۔" اس کے بعد آپ نے اس ذمی کا اور اس جیسے دوسرے ذمیوں کا وظیفہ بیت المال سے جاری کر دیا۔

ایک دفعہ آپ نے چند عیسائی جذامیوں کو دیکھا تو اسی وقت حکم صادر فرمایا کہ بیت المال سے ان کے وظیفے مقرر کئے جائیں۔

حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے فرمایا ـــــ

"میں اپنے بعد آنے والے خلیفہ کو ذمیوں کے معاملہ میں وصیت کرتا ہوں کہ ان سے کئے ہوئے عہد کو پورا کیا جائے اور (ضرورت ہو تو) ان کی حفاظت کے لئے جنگ کی جائے، اور ان کی طاقت سے زیادہ ان پر بوجھ نہ ڈالا جائے۔"

ایک بار امیر المومنین حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ اور حضرت علی کرم اللہ وجہہ

Marfat.com

بیٹھے ہوئے گفتگو کر رہے تھے کہ ایک یہودی آیا اور امیر المومنین سے کہا کہ "میں علی پر دعویٰ کرنے آیا ہوں"۔ امیر المومنین نے حضرت علی کی طرف دیکھ کر فرمایا "ابو الحسن! سامنے کھڑے ہو کر جواب دہی کرو"۔ حضرت علی رضؓ اٹھے اور امیر المومنین کے سامنے جواب دہی کے لئے کھڑے ہو گئے لیکن آپ کی پیشانی شکن آلود ہو گئی۔ یہودی نے اپنا وعدہ پیش کیا، لیکن وہ جھوٹا ثابت ہوا۔ جب یہودی چلا گیا، تو امیر المومنین نے حضرت علی رضؓ سے فرمایا "جب آپ کو جواب دہی کے لئے کھڑے ہونے کو کہا گیا تو آپ ناخوش کیوں نظر آ رہے تھے؟ کیا عدالت میں یہودی کے برابر کھڑے ہونے میں عار محسوس ہوتا تھا؟" حضرت علی رضی اللہ عنہ نے فرمایا "نہیں نہیں۔ بات نہ تھی۔ آپ نے مجھے "ابو الحسن" کہہ کر کھڑے ہونے کو کہا تھا۔ اس لئے مجھے خیال ہوا کہ کہیں یہودی یہ نہ سمجھے کہ عدالت کو مدعا علیہ کا لحاظ ہے، جو مدعی کے مقابلے میں اسے عزت کے ساتھ مخاطب کیا گیا ہے۔ اس کا ایسا سمجھنا ہماری عدالت کی شان عدلت کے خلاف ہوتا"۔

یمن میں کچھ عیسائیوں نے خلافت اسلامیہ کے خلاف سازشوں کا جال بچھا رکھا تھا۔ یمن کے حاکم نے حضرت عمر فاروق رضؓ کی خدمت میں اس کی اطلاع بھیجی اور خیال ظاہر کیا کہ ان فتنہ پھیلانے والے عیسائیوں کو یمن سے نکال دیا جائے۔ حضرت عمر رضؓ نے حاکم یمن کو جواب میں لکھا ——

"یہ صحیح ہے کہ یمن کے عیسائیوں کے ایک طبقہ نے خلافت اسلامیہ کے خلاف سازش کا جال بچھا رکھا ہے، لیکن ان میں بعض عیسائی بے گناہ بھی ہیں۔ یہ انتہائی ظلم ہوگا کہ گناہ گاروں کے ساتھ بے گناہ بھی پس جائیں۔ مناسب یہ ہے کہ عیسائیوں کو اس کے لئے آمادہ کیا جائے کہ وہ اپنی خوشی سے

Marfat.com

یمن کی بجائے مملکت اسلامیہ کا کوئی بہتر حصّہ منتخب کرلیں۔ اگر وہ اس کے لئے آمادہ ہو جائیں تو ان کو ان کے پسند کئے ہوئے علاقہ میں منتقل کر دیا جائے، مگر شرط یہ ہوگی کہ اس پسند کئے ہوئے علاقہ میں ان کے بسنے کے لئے موجودہ مکانوں سے اچھے مکان دیئے جائیں اور زراعت کے لئے زمینیں بھی دی جائیں"۔

عیسائیوں نے شام کے سرسبز علاقہ میں بسنے کے لئے آمادگی ظاہر کی۔ ان کے لئے اچھے مکانوں کا انتظام کیا گیا اور زراعت کے لئے زمینیں بھی دی گئیں۔

کیا دنیا کی تاریخ میں کوئی ایسی مثال پیش کی جاسکتی ہے کہ حکومت کے خلاف سازش کرنے والوں کے ساتھ ایسی رواداری کا سلوک کیا گیا ہو؟

حمص کی فتح کے بعد عیسائی پادریوں کا ایک وفد حضرت عمر فاروقؓ کی خدمت میں آیا، اور عرض کی کہ جنگ کے موقع پر حمص کے چند گرجوں کو نقصان پہنچا ہے ان گرجوں کی مرمت کرادی جائے۔ پادریوں نے یہ بھی کہا کہ روی حکومت کی جانب سے حمص کے گرجاؤں کو وظائف دیئے جاتے تھے۔ یہ وظائف بھی جاری کئے جائیں۔ حضرت عمرؓ نے وفد کو اطمینان دلایا اور سپہ سالار اسلام حضرت ابوعبیدہ کو تحریر فرمایا:—

"حمص اور مفتوحہ علاقوں کے گرجے اور معابد جو دورانِ جنگ میں منہدم ہو گئے ہیں، یا جن کو نقصان پہنچا ہے، ان کی تعمیر اور مرمت کا انتظام کیا جائے۔ گرجاؤں کے اخراجات کے لئے جو عطیہ روی سلطنت دیتی تھی، ان کی تحقیقات کی جائے، اور یہ عطیہ خلافت کے خزانہ سے بدستور ان گرجاؤں کے اخراجات کے لئے جاری کیا جائے۔"

Marfat.com

چنانچہ گرجے مرمت کرا دیئے گئے اور رومی سلطنت سے جو وظائف ملتے تھے، وہ خلافت اسلامیہ کی جانب سے جاری کر دیئے گئے۔

## حضرت عثمانؓ

حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کو ایک آتش پرست غلام نے شہید کر ڈالا۔ حضرت عمرؓ کے صاحبزادے نے قاتل کو قتل کر دیا۔ حالانکہ ابن عمر سے یہ حرکت شدت رنج کی وجہ سے سرزد ہوئی تھی۔ لیکن عوام میں عدل و انصاف کی جو اسپرٹ پیدا ہو گئی تھی، اس بنا پر یہ خیال پیدا ہوا کہ شہید باپ کے بیٹے کو قانون کو اپنے ہاتھ میں لینے کا کوئی حق نہیں تھا۔

حضرت عمر فاروقؓ کے جانشین خلیفہ سوم حضرت عثمانؓ نے اختلاف کیا، لیکن انہیں بیت المال سے غیر مسلم مقتول کے وارثوں کو دیت ادا کرنی پڑی۔

## حضرت علی کرم اللہ وجہ

خلیفہ چہارم حضرت علی کرم اللہ وجہ کو بھی ذمیوں کے حقوق کا خاص لحاظ رکھتے تھے۔ آپ کا ارشاد ہے:-

"جو غیر مسلم ہم سے معاہدہ کر کے ذمی بن جائے گا، اس کا خون ہمارے خون کے برابر ہے، اور اس کا خون بہا ہمارے خون کے برابر ہے"۔

آپ ذمیوں کے ساتھ نرمی اور حسن سلوک کی ہدایت فرماتے تھے۔ ذمیوں نے ایک عامل عمرو ابن مسلمہ ارحبی کی درشت مزاجی کی شکایت کی تھی۔ حضرت علیؓ نے ان کو لکھا۔

"مجھے معلوم ہوا ہے کہ تمہارے علاقہ کے ذمی دہقانوں کو تمہاری درشت مزاجی کی شکایت ہے۔ اس میں کوئی بھلائی نہیں ہے، تم کو سختی اور نرمی دونوں سے کام لینا چاہیئے، لیکن سختی ظلم کی حد تک نہ پہنچ جائے، اور نرمی نقصان کی حد تک۔ ان پر جو مطالبہ ہو اسے وصول کیا کرو، لیکن انکے خون سے اپنا دامن محفوظ رکھو"۔

Marfat.com

حضرت علی کے دورِ خلافت میں جب ایک مسلمان نے ایک غیر مسلم کو قتل کر دیا تو آپ نے قاتل کو مقتول کے ورثاء کے سپرد کر دیا، انہوں نے جب خون معاف کر دیا تو آپ نے ان لوگوں سے فرمایا کہ تم لوگوں پر کسی قسم کا دباؤ تو نہیں دیا گیا، جس کا جواب انہوں نے نفی میں دیا۔

ذمیوں کی آب پاشی کی ایک نہر پٹ گئی۔ ذمیوں نے حضرت علی رضؓ کی خدمت میں عرضی دی تو آپ نے اس جگہ کے عامل قرظہ بن کعب انصاری کو لکھا:۔

"تمہارے علاقہ کے ذمیوں نے درخواست دی ہے کہ ان کی ایک نہر پٹ گئی ہے جس کا بنانا مسلمانوں کا فرض ہے۔ تم نہر کو دیکھ کر اس کو درست کرا کے آباد کرا دو۔ میری عمر کی قسم مجھے اس کا آباد رہنا زیادہ پسند ہے بہ نسبت اس کے کہ وہ ملک سے نکل جائیں، یا عاجز و درماندہ ہو جائیں، یا ملک کی بھلائی میں حصہ لینے کے قابل نہ رہیں۔"

حضرت علی کرم اللہ وجہ کے عہدِ خلافت میں ایک یہودی نے آپ کے خلاف عدالت میں مقدمہ دائر کیا۔ آپ ایک عام شخص کی طرح جواب دہی کے لیے عدالت میں حاضر ہوئے۔

فلسطین کی ایک یہودی عورت حضرت علی رضؓ کی خدمت میں حاضر ہوئی، اور عرض کی کہ میری جوان لڑکیاں قابلِ شادی ہیں۔ میں ایک غریب عورت ہوں، لڑکیوں کی شادی نہیں کر سکتی۔ آپ نے تحقیقات کی اور جب یہ بات معلوم ہو گئی کہ واقعی وہ غریب ہے تو اُسے ایک معقول رقم عطا فرما دی۔

ایک مرتبہ عراق کی ایک یہودی عورت نے عراق کے عامل کی شکایت کی کہ اس نے سرکاری غرض کے لیے اس کی زمین پر قبضہ کر لیا ہے۔ حضرت علی کرم اللہ

Marfat.com

نے حکم بھیجا، "اگر اس یہودی عورت کا بیان درست ہے، تو اس کی زمین واپس کر دو، یا عہد سے دستبردار ہو جاؤ۔"

حضرت امیر معاویہ کے زمانہ میں بھی ذمیوں کے

حضرت امیر معاویہ حقوق کا بہت خیال رکھا گیا۔

مصر کے گورنر عقبہ بن نافع فہری کو تھوڑی سی زمین کی ضرورت پڑی تو حضرت امیر معاویہ کی اجازت سے انہوں نے ایک ایسی زمین کا انتخاب کیا جو پڑتی تھی اور جس کا کوئی مالک نہ تھا۔ ان کے غلام نے عرض کی کہ "کوئی اچھی زمین پسند کریں۔" عقبہ نے جواب دیا کہ "یہ نہیں ہو سکتا۔ ذمیوں سے جو معاہدہ کیا گیا ہے، اس میں ایک شرط یہ بھی ہے کہ ان کی زمین ان کے قبضے سے نہ نکالی جائے۔"

حضرت معاویہ کے عہد میں حرمین کے لئے جو غلہ مصر سے جاتا تھا وہ نقد قیمت ادا کر کے خریدا جاتا تھا۔ ذمی کاشتکاروں پر قطعاً اس کا کوئی بار نہ تھا۔

## حضرت عمر بن عبدالعزیزؒ

حضرت عمر بن عبدالعزیزؒ ذمیوں کی اور مسلمانوں کی جان، مال کی حفاظت میں ذرہ فرق نہیں کیا، اور نہ ان کے مذہب میں دست اندازی کی۔ ان کے لئے ہر قسم کی آسانیاں مہیا کیں اور جزیہ کی وصولی میں سہولت پیدا کی۔ عمال کو اکثر ذمیوں کے متعلق احکام صادر فرمایا کرتے تھے۔

ایک بار عدی بن ارطاۃ کو لکھا کہ "ذمیوں کے ساتھ نرمی برتا کرو۔ ان میں جو بوڑھا اور نادار ہو جائے، اس کی کفالت کا انتظام کرو۔ اگر اس کا کوئی رشتہ دار اس لائق ہو کہ اس کی کفالت کر سکے تو اسے حکم دو کہ اس کی کفالت

Marfat.com

کرے، ورنہ بیت المال سے انتظام کردو۔"

ذمی کے خون کی قیمت مسلمانوں کے خون کے برابر قرار دی۔ ایک دفعہ حیرہ کے ایک مسلمان نے ایک ذمی کو قتل کر دیا، تو حضرت عمر بن عبدالعزیز نے حیرہ کے حاکم کو تحریر فرمایا کہ قاتل کو فوراً مقتول کے ورثہ کے حوالہ کر دو، وہ چاہیں اُسے قتل کریں چاہیں معاف کر دیں۔ اس حکم کی تعمیل کی گئی اور مسلمان قاتل مقتول کے ورثہ کے حوالہ کر دیا گیا، جنہوں نے اُسے قتل کر دیا۔

ایک مرتبہ ایک مسلمان ربیعہ شعوذی نے ایک سرکاری ضرورت کے لئے ایک نبطی کا گھوڑا بے گار میں پکڑ لیا، اور اس پر سواری کی۔ حضرت عمر بن عبدالعزیز کو خبر ملی تو آپ نے اس مسلمان کو چالیس کوڑے لگوائے۔

حضرت عمر بن عبدالعزیز رح نے عبدالحمید بن عبدالرحمٰن کو تحریر فرمایا تھا کہ "ذمی زمینداروں اور کاشتکاروں کی سہولت کا خیال رکھا جائے، اور نرمی اور مہربانی کے ساتھ ان سے خراج وصول کیا جائے۔"

عمر بن عبدالعزیز عیسائیوں کے ساتھ بہت حسن سلوک فرماتے اور ان کی شکایتوں کو ہمیشہ دور کرنے کی کوشش کرتے۔ ابن عساکر نے لکھا ہے کہ عیسائی ان کے پاس آئے اور ان سے کہا "اسلامی فتح کے وقت جن طریقوں کے محل بعض لوگوں کو دیئے گئے ہیں، ان میں گرجے بھی تھے۔ اس لئے یہ محل ہمیں واپس کر دیئے جائیں۔ یہ ہمارے مقدس مقامات ہیں۔" عمر بن عبدالعزیز نے یہ سارے مقامات مسلمان امراء کے قبضہ سے نکال کر ان کے سپرد کر دیئے۔[1]

---

[1] ابن عساکر بحوالہ تہذیب و تمدن اسلامی۔

Marfat.com

آپ نے عیسائیوں کی غدر داری سُننے کے بعد حاکم شہر کو حکم دیدیا تھا، کہ باب توما کی مسجد عیسائیوں کو واپس دے دی جائے۔ کیونکہ یہ مسجد گرجا کی جگہ بنی تھی۔

ایک ضعیف عیسائی ذمی نے حضرت عمر بن عبدالعزیز کی خدمت میں شکایت کی کہ عباس بن ولید نے اس کی زمین پر قبضہ کرلیا ہے۔ عباس وہیں موجود تھا حضرت عمر بن عبدالعزیز نے عباس سے جواب طلب کیا۔ عباس نے کہا کہ" اس زمین کو خلیفہ ولید نے مجھے جاگیر میں دی ہے، مگر حضرت عمر بن عبدالعزیز نے زمین واپس کر دینے کا حکم دیا، کیونکہ ولید کو کسی ذمی کی ملکیت دوسرے کو دینے کا کوئی حق نہیں تھا۔

اسلام کے سوا کسی اور مذہب میں اس قسم کی شان دار رواداری شاذ و نادر ہی نظر آئے گی۔

---

امیر معاویہ رض نے اپنے عہد حکومت میں دمشق کی جامع مسجد کی توسیع کے لئے اس کے پاس کا گرجہ لینا چاہا تو عیسائیوں نے گرجہ دینے سے انکار کر دیا۔ امیر معاویہ نے خاموشی اختیار کی۔ عبدالملک بن مروان نے بھی خواہش ظاہر کی اور عیسائیوں کو اس کا معاوضہ دینا چاہا، مگر عیسائیوں نے اس بار بھی اُسے منظور نہ کیا۔ عبدالملک بھی خاموش ہو رہا۔ خلیفہ ولید نے اپنے زمانے میں ایک بڑی رقم دینی چاہی، مگر عیسائی پھر بھی رضامند نہ ہوئے۔ ولید کو سخت غصہ آیا اور اس نے کہا کہ" میں جبراً لوں گا۔ عیسائیوں نے کہا کہ" جو کوئی گرجے کو توڑے گا، وہ اندھا ہو جائیگا" اس بات سے ولید اور بھی مشتعل ہوا، اور اس نے اپنے ہاتھ سے گرجہ توڑنے میں ہاتھ لگایا، اس طرح یہ گرجہ مسجد میں شامل ہو گیا۔

" جب عمر بن عبدالعزیز خلیفہ ہوئے تو عیسائیوں نے گرجے کے واپسی کی درخواست کی۔ امیر المومنین نے دمشق کے عامل کو حکم دیا کہ " گرجہ واپس کر دیا جائے"

Marfat.com

مسلمانوں کو حضرت عمر بن عبدالعزیز کے حکم سے بہت رنج ہوا کہ جس جگہ انہوں نے ایک مدت تک نماز پڑھی، وہ عیسائیوں کو دے دی جائے۔ مسلمانوں نے عیسائیوں کی خوشامدیں کیں اور کہا کہ "اگر تم یہ حصّہ نہ لو تو شروع میں غوطہ دمشق کے جس قدر گرجے مسلمانوں کے قبضے میں رہ گئے ہیں، وہ سب واپس کر دیئے جائیں گے"۔ عیسائی اس پر راضی ہو گئے

حضرت عمر بن عبدالعزیز کو اس کی اطلاع کی گئی، اور آپ نے تمام گرجے واپس کر دیئے۔

اسے کہتے ہیں حقوق کی نگہداشت۔ کیا ایسی مثال دُنیا کی تاریخ میں مل سکتی ہے؟

اُسامہ نامی ایک صوبہ دار نے عیسائیوں پر کچھ ظلم کیا۔ حضرت عمر بن عبدالعزیز کو جب اس کی خبر ملی تو اُسامہ کو پابزنجیر حاضر ہونے کا حکم دیا اور اس کی جگہ دوسرے صوبیدار کو روانہ کرتے ہوئے نصیحت کی۔

"انصاف کے معاملے میں مسلم اور غیر مسلم کا خیال نہ کرنا اور عیسائیوں کو ان کے گرجوں پر قابض رہنے دینا"۔

سلمہ بن عبدالملک خاندان بنی اُمیہ کا دست و بازو تھا۔ اس نے ایک گرجہ کے متولیوں کے مقابلے میں دعویٰ دائر کیا۔ فریق مقدمہ جو عیسائی تھے، اجلاس میں حسب قاعدہ کھڑے تھے، لیکن مسلمہ کو چونکہ خاندانی زعم تھا، اس لئے بیٹھ کر گفتگو کر رہا تھا۔ عمر بن عبدالعزیز نے فرمایا۔ "تمہارا فریق مقدمہ کھڑا ہے، اس لئے تم بیٹھ نہیں سکتے۔ تم بھی اس کے برابر کھڑے ہو جاؤ یا کسی اور کو مقرر کرو۔ جو تمہاری طرف سے مقدمہ کی پیروی کرے"۔ مقدمہ کا

Marfat.com

فیصلہ مسلیہ کے خلاف ہوا یعنی زمین گرجے کے متولیوں کو دلائی گئی۔

وفات کے وقت حضرت عمر بن عبدالعزیز نے اپنے مقبرہ کے لیے جو زمین پسند کی، وہ ایک عیسائی کی تھی، اس کو بلا کر خریدنا چاہا۔ اس نے کہا امیر المومنین! قیمت کی ضرورت نہیں۔ ہمارے لئے تو یہ امر برکت کا باعث ہوگا، لیکن آپ نے نہ مانا اور تیس۳۰ دینار دے کر وہ زمین خریدی۔

**گورنر کوفہ** ایک بار کوفہ کے گورنر ولید بن عقبہ اور دوسرے حضرات کے سامنے ایک یہودی شعبدہ بازی کا تماشہ دکھلا رہا تھا۔ حاضرین میں سے ایک مشہور تابعی جنیب ابن کعب ازدی بھی تھے۔ آپ نے خیال کیا کہ یہ شیطانی کھیل ہے اور اسی بنا پر آپ نے اس یہودی کو قتل کر ڈالا۔ گورنر کوفہ نے آپ کو فوراً گرفتار کر کے قید کر دیا۔ داروغہ جیل کو آپ پر رحم آگیا۔ اس نے پوشیدہ طور سے بھاگ جانے کا موقع دیدیا اور جب گورنر قصاص کے لئے قیدی کو طلب کیا تو کہا کہ قیدی شب کو چھپ کر بھاگ گیا۔ ولید کو غصہ آیا اور اس نے داروغہ کو قتل کر ڈالا۔

**خلیفہ ہشام** خلیفہ ہشام بن عبدالملک کے عہد میں عبیداللہ بن حجاب نے سوڈان فتح کرنے کے بعد اعلان کیا۔

"سب کو جان کی امان دی جاتی ہے۔ سوڈانیوں کی پچھلی کوتاہیوں پر ان سے کسی قسم کا انتقام نہیں لیا جائے گا۔ ان کے مذہب میں کسی قسم کی مداخلت نہیں کی جائے گی، جو سوڈانی اپنے آباواجداد کے مذہب پر قائم رہنا چاہیں گے، اُن کو صرف جزیہ ادا کرنا ہوگا۔ اُن کا مال، ان کی جائداد بدستور محفوظ رہے گی، اور خلافت اسلامیہ اُن کے جان اور مال کے تحفظ کی ذمہ دار

Marfat.com

ہو گی"۔

خلیفہ ہشام بن عبدالملک کے عہد میں ایک عیسائی نے ہشام کے خلاف قاضی کی عدالت میں مقدمہ دائر کیا۔ قاضی نے خلیفہ ہشام کو اپنی عدالت میں طلب کیا۔ خلیفہ عدالت میں حاضر ہوا تو قاضی نہ صرف یہ کہ اس کی تعظیم کے لئے کھڑے نہیں ہوئے، بلکہ اُسے مدعی کے ساتھ کھڑے ہونے کا حکم دیا۔ خلیفہ ہشام اپنی جانب سے وکیل رکھنے کی اجازت چاہی لیکن قاضی نے اجازت نہیں دی۔ خلیفہ ہشام برہم ہو کر مدعی کے خلاف سخت جملے استعمال کئے۔ قاضی نے خلیفہ کو خاموش رہنے کی ہدایت کی اور کہا کہ دوبارہ اگر ایسی حرکت کی تو میں تمہیں سزا دیئے بغیر نہیں چھوڑوں گا۔ خلیفہ ہشام خاموش ہو گیا۔ عیسائی مدعی کا دعویٰ درست ثابت ہوا۔ اور قاضی نے خلیفہ وقت کے خلاف فیصلہ دیا۔

فلسطین میں ایک جماعت پر جزیہ کے متعلق عذاب دیئے جا رہے تھے ہشام نے دیکھا تو کہا کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو فرماتے سُنا ہے کہ اللہ تعالیٰ قیامت کے دن ان لوگوں کو عذاب میں اسی طرح مبتلا کریگا جس طرح انسانوں کو تکلیف اور عذاب میں مبتلا کر رہے ہیں۔

ابن خلکان کی روایت کے مطابق عبداللہ القسری نے ہشام کے زمانۂ خلافت میں اپنی نصرانی ماں کے لئے گرجا بنوایا۔

**خلیفہ منصور**

خلیفہ منصور کے عہد میں ایک مستقل محکمہ غیر مسلم قوموں کے حقوق کی حفاظت کا تھا، اس کا افسر "کاتب جہاز" کہا جاتا تھا۔ (ابن اثیر)

**خلیفہ ہارون الرشید**

خلیفہ ہادی کے عہد میں مصر کے گورنر علی ابن سلیمان نے صومعہ مریم اور چند دوسرے گرجوں کو توڑ دیا۔

ہادی کے بعد ہارون الرشید خلیفہ ہوا تو گورنر مذکور کو اس فعل کی سزا میں معزول کر کے موسیٰ بن عیسیٰ کو مصر کا گورنر بنایا۔ موسیٰ نے علماء وقت سے ان گرجوں کے متعلق فتویٰ دریافت کیا تو مصر کے سب سے بڑے محدث لیث بن سعد نے تمام منہدم شدہ گرجوں کو نئے سرے سے تعمیر کرنے کا فتویٰ دیا۔

---

قسطنطنیہ کے عیسائی بادشاہ نقفور نے ہارون الرشید سے جزیہ پر صلح کر لی تھی۔ اس نے ہارون کو ایک خط لکھا کہ ہرقلہ میں ایک لڑکی اسلامی فوج کے مال غنیمت میں آگئی ہے۔ یہ لڑکی میرے منسوب میں ہے۔ اگر آپ از راہ عنایت اسے واپس کر دیں تو بڑی مہربانی ہوگی۔ ہارون نے اس لڑکی کو آراستہ کرا کر ہر قسم کے عروسانہ ساز و سامان کے ساتھ واپس کر دیا۔ نیز بہت سے عطریات اور تحفے بھی بھیجے۔

حضرت امام ابو یوسف (قاضی القضاۃ) نے خلیفہ ہارون الرشید کو ایک بار لکھا تھا: —

"آپ کا فرض ہے کہ ذمیوں سے رواداری برتیں۔ یہ آنحضرت صلعم کا معمول تھا۔ ان کی ضرورتوں سے بے خبر نہ رہیے، ان پر جبر و جملہ اور زیادتی نہ ہونے پائے۔ جزیہ کے علاوہ اور ان کا مال نہ لیا جائے۔ آنحضرت صلعم، حضرت ابوبکر اور حضرت عمرؓ کے ان آخری الفاظ سے آپ ناواقف ہوں گے۔

"ذمیوں سے بھلائی کرنا، ان سے رواداری برتنا، انہیں کسی قسم کی تکلیف نہ ہونے دینا۔"

---

Marfat.com

## خلیفہ مامون الرشید

مسٹر سید امیر علی اپنی کتاب "تاریخ اسلام" میں تحریر فرماتے ہیں کہ مامون الرشید کے عہد میں علاوہ آتش کدوں اور دوسری عبادت گاہوں کے گیارہ ہزار گرجے تھے۔ یروشلم اور انطاکیہ کے اسقف عیسائی مذہب کے پیشوا تھے اور ان کے مذہبی درجے مقرر تھے۔ ان لوگوں کو اسلامی بادشاہوں کے زیر سایہ وہی مراعات حاصل تھیں، جو ان کے ہم مذہب بادشاہوں کے وقت میسر تھیں۔

مسٹر آرنلڈ اپنی مشہور کتاب "پریچنگ آف اسلام" میں لکھتا ہے:۔

..... "اسی نامہ[1] میں ایک تقریر کی نقل ہے، جو خلیفہ مامون الرشید نے اہلِ دربار کے سامنے کی اور جس میں ان لوگوں کا سخت تحقیر سے ذکر کیا جنہوں نے دنیا کے نفع اور ذاتی اغراض سے اسلام قبول کیا، اور ان کی مثال اُن منافقین سے دی جنہوں نے یہ ظاہر کرکے کہ پیغمبر خدا صلعم کے دوست ہیں، آپ کی ہلاکت کے لیے سازش کی۔ خلیفہ وقت کی زبان سے ایسی شکایت کا بیان ہونا قابل وقعت ہے کیونکہ اس سے ثابت ہوتا ہے کہ نومسلموں کی نسبت یہ خیال اور مقصد تھا کہ وہ بے لوثی اور خلوص قلب سے اسلام قبول کریں اور جب لوگوں کی نسبت یہ معلوم ہو جاتا تھا کہ وہ حب دنیا یا تادیبا اغراض سے مسلمان ہوئے ہیں تو انہیں

---

[1] خلیفہ مامون کے ایک عزیز (الہاشمی) نے اپنے ایک عیسائی دوست کے نام جو دربار مامونی میں بڑا اعزاز رکھتا تھا، یہ خط لکھا تھا۔ اس خط میں الہاشمی نے نہایت محبت آمیز انداز میں اپنے دوست کو اسلام کی دعوت دی تھی۔ اس خط کے الفاظ شاہد ہیں کہ مسلمان عیسائی مذہب کے بارے میں کس قدر فراخ دل تھے۔

Marfat.com

سخت مذمت کی جاتی تھی۔

"مامون الرشید خود اشاعت اسلام میں بہت سرگرم تھا، اور قلمرو خلافت کے دور دراز صوبہ جات ماوراء النہر اور فرغانہ میں ان لوگوں کو جو مسلمان نہ تھے۔ مراسم خسروانہ کے ذریعہ اسلام کی طرف مائل کیا کرتا تھا، لیکن اپنی شاہانہ سطوت کا ناجائز استعمال اس طرح نہیں کیا کہ لوگوں کو زبردستی مسلمان کرتا۔

فرقہ معنویہ کا سردار یزدان بخت بغداد آیا، اور علماء اسلام سے اس کا مناظرہ ہوا جس میں وہ بالکل خاموش کر دیا گیا۔ مامون نے کوشش کی کہ یزدان بخت مسلمان ہو جائے، مگر یزدان بخت نے یہ کہہ کر انکار کیا کہ "امیر المومنین! تمہاری نصیحت گوش گذار ہوئی اور تمہاری بات سنی، لیکن تم اُن میں سے نہیں ہو جو لوگوں کو اپنا دین چھوڑنے پر مجبور کرتے ہیں۔"

خلیفہ مامون نے بجائے اس کے کہ اپنی ناکامیابی پر غصہ کرتا، یزدان بخت کی حفاظت کے لیے سپاہ ساتھ کر دیئے، تاکہ رعایا میں جو لوگ متعصب ہوں اُن کی گزند سے یہ سردار محفوظ رہے۔

تیرہویں صدی ہجری کے اوائل میں بیت جامی کے نسطوری بشپ تھیوڈور نے اسلام قبول کیا، اور اس کے لئے کس طرح جبر و تشدد اس پر نہ ہوا تھا، کیونکہ اگر ایسا ہوتا تو عیسائی مورخ (ابوالفرح ملطی) جس نے بشپ کے مسلمان ہونے کا حال لکھا ہے۔ جبر و اکراہ کا ذکر بھی ضرور کرتا۔

اس واقعہ کے سو برس بعد ۱۰۱۶ء میں اگنا ئیس تکریت کا یعقوب المذہب مطران جو اس عہدے پر چھپیس برس تک مامور تھا، بغداد کو روانہ ہوا اور خلیفہ قادر باللہ کے سامنے اسلام قبول کیا اور ابو سلم نام رکھا۔"

Marfat.com

ایک مرتبہ لبنان کے کچھ ذمیوں نے عباسی خلیفہ سے بغاوت کی۔ یہاں کے حاکم یا فوجی افسر صالح بن علی عباس نے بغاوت فرو کرنے میں ناکردہ گناہ لوگوں پر بھی زیادتیاں کیں۔ اس پر امام اوزاعی نے ان کو لکھ بھیجا کہ "لبنان کے جن ذمیوں کو جلا وطن کیا گیا ہے" اس میں ایسے لوگ بھی ہیں جو باغیوں کے ساتھ نہیں تھے۔ اصل باغیوں میں سے کچھ لوگوں کو تم نے قتل کیا اور کچھ کو ان کے دیہاتوں میں پھر آباد کر دیا ہے۔ ایسی حالت میں مجرموں کے جرم کے بدلہ میں عام ناکردہ گناہ نہیں پکڑے جا سکتے اور ان کو ان کے وطن اور مال و متاع سے محروم نہیں کیا جا سکتا۔ خدا کا حکم ہے کہ ایک کا بار دوسرے پر نہیں ڈالا جا سکتا، اور خدا کے احکام کی پابندی ہم پر فرض اور رسول اللہ صلعم کی وصیت کا لحاظ رکھنا ہمارے لئے ضروری ہے۔ آپ نے فرمایا ہے کہ "جو شخص کسی معاہد (ذمی) پر ظلم کرے گا یا اس کی طاقت سے زیادہ اس پر بار ڈالے گا تو قیامت کے دن میں اس کا حامی اور وکیل ہوں گا"[1]

## خلیفہ معتصم باللہ

خلیفہ معتصم باللہ کے عہد حکومت میں ایک مسلمان جرنیل کو اس لئے معتوب کیا گیا کہ اس نے پارسیوں کا ایک آتش کدہ گرا کر اس کی جگہ مسجد تعمیر کرا دی تھی۔

---

[1] اسلام اور عربی تمدن

Marfat.com

# خلیفہ مکتفی

## میثاق مکتفی

سیاست بین الملل کے باب میں ایک نہایت اہم دستاویز حال ہی میں دستیاب ہوئی ہے۔ اس دستاویز کی دریافت کا ذمہ دار ڈاکٹر منگانا پروفیسر علوم شرقیہ مانچسٹر یونیورسٹی ہے۔ اس دستاویز کی حقیقت ایک میثاق کی ہے، جسے 'میثاق مکتفی' کہا جاتا ہے، اور جسے عباسی خلیفہ بغداد خلیفہ مکتفی بن المستظہر (۱۱۳۶ء تا ۱۱۶۰ء) نے عیسائی رعایا کے اسقف اعظم عبدیشوع ثالث (۱۱۳۸ء تا ۱۱۴۷ء) کو مرحمت فرمایا۔ ڈاکٹر منگانا کا بیان ہے، کہ میثاق مکتفی ان تحریرات کے سلسلے کی ایک مضبوط کڑی ہے، جو مکاتیب رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کے زمانے میں ہرقل روم کسرائے عجم و عزیز مصر سے شروع ہوا اور وقتی ضروریات کے مطابق ان کے مندرجات کی ترتیب ہوتی رہی۔ میثاق مکتفی گویا اس اصول کی تصدیق کرتا ہے، جو رسول خدا کے مکتوبات کی جان تھا، اور غیر مسلم راعی یا رعایا کے ساتھ ایک نہایت ہی ارفع اور منزہ معیار سلوک قائم کرتا ہے اور تاریخی حیثیت سے اس امر کو ثابت کرتا ہے کہ اسلام اور متقدیانِ اسلام نے اپنے برابر والوں یا ماتحتوں کے ساتھ ہمیشہ رواداری، انصاف اور معدلت گستری کی تلقین کی ہے، اور اس تلقین پر نہایت ہی حقیر مستثنیات سے قطعہ نظر ہمیشہ عمل ہوتا رہا ہے۔

میثاق مکتفی بارہویں صدی کے اصول کے مطابق نہایت ہی رنگین پیرائے میں تحریر کی گئی ہے۔ میثاق کے الفاظ کا لب لباب حسب ذیل ہے:۔

Marfat.com

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

فرمان معلّٰے اعلیٰ حضرت امیر المومنین خلیفۃ الرسول خلیفہ مکتفی ثانی بن المستظہر کی طرف سے عبدیشوع اسقف نسطوری کے نام ــــ

الحمد للہ کہ اس ذات واحد نے حضرت خلیفۃ الرسول کو امیر المومنین بننے کی توفیق عطا فرمائی اور اُسے وہ رُتبہ بخشا جو اُسے انسانوں میں بلند کرتا ہے۔ اور جس کے رُعب سے دشمن خوف کھاتے ہیں، جس نے زیورِ عدل کو جلا دی۔ اور امن اور ترقی کے راستوں کو کھولا۔ مسلمانوں اور ذمیوں کی حفاظت اس کا مخصوص فرض ہے، کیونکہ یہ رسول اللہ کا فرمان ہے۔ اے اسقف! امیر المومنین نے تیری التجا کو سُنا اور اُسے قبول فرمایا اور حکم دیا کہ پیروانِ مسیح ناصری اپنے اوقاف، اپنے کلیسا اور رسومات مذہبی کی تنظیم کے لئے اپنے میں سے کسی کو منتخب کرلیں، اجازت ہے، اور یہ حکم سابقہ احکام کی تصدیق اور تجدید کرتا ہے اور جملہ ممالک خلافت اسلامیہ میں عیسائی مذہب کو امان دیتا ہے۔ نیز تمام یونانیوں جیکوبائٹس اور ملیشین کو اسقف نسطوری کی پناہ میں دیتا ہے۔ نیز اس امر کا اعلان کرتا ہے کہ ذمیوں کے واجبات صرف بالغ مردوں سے وصول کئے جائینگے اور دیگر تمام اصناف ان سے مستثنیٰ رہیں گے۔ اس میثاق کا یہ بھی وعدہ ہے کہ حصولِ انصاف میں ذمیوں یا دیگر غیر مسلموں کے ساتھ خالص انصاف ہوگا، جیسا کہ ہمیشہ ہوتا آیا ہے۔

امیر المومنین متوقع ہیں کہ راہبان، اسقفان و پیروان ناصری، خلافت اسلامیہ کے عقیدت شعار رہیں گے اور اپنے خدا سے اس کی بہبودی کے لئے دست بدعا ہوں گے۔

Marfat.com

ڈاکٹر منگانا کا بیان ہے کہ اس میثاق پر بلا کم و کاست عمل ہوتا رہا حتیٰ آج بھی نسطوری فرقہ تیرہ سو سال تک اسلامی حکومت کے ماتحت رہنے کے باوجود نہایت آزادی سے اپنے مشاغل میں مصروف ہے اور کسی مسلمان صاحب اختیار نے ان کے حقوق کو پامال نہیں کیا۔ مکاتیب رسول اللہ و مواعید خلیفۃ الرسول اللہ سے صاف ثابت ہوتا ہے کہ پابندی عہد و وفاداری و حقوق کی جیسی کچھ مثالیں تاریخ میں موجود ہیں، اس کی ایک نظیر بھی دنیائے حال مہیا نہیں کر سکتی۔

(ماخوذ از مضمون مسٹر عبدالملک عبدالقیوم سابق میئر مسلم اسٹنڈرڈ لندن (دین و دنیا)

---

# اسپین میں مسلمانوں کی رواداری

جب طارق بن زیاد نے اسپین کے دارالسلطنت کا محاصرہ کیا اور شہر والوں نے صلح کی درخواست کی تو اس مسلمان سپہ سالار نے بھی شہر والوں کے ساتھ وہی سلوک کیا، جو دوسرے مسلمان فاتحین نے ایسے موقع پر کیا تھا۔ غیر مسلموں کا مال، اُن کے گرجے، اُن کے قوانین سب ان کے اختیار میں دے دیئے اور انہیں کے نامزد کردہ حاکموں سے اپنے معاملات کے تصفیہ کرانے کی اجازت دی۔

طارق نے اعلان کیا کہ:۔

"عیسائیوں کے مذہب میں دست اندازی نہیں کی جائے گی اور نہ ان کے عبادت خانوں کو نقصان پہنچایا جائے گا۔ عیسائیوں کو تحریر و تقریر

Marfat.com

کی پوری آزادی حاصل ہوگی۔ ہم عیسائیوں کی جان و مال کی حفاظت کے ذمہ دار ہوں گے۔ صرف عیسائیوں کو ٹیکس کی ایک قلیل رقم ادا کرنی ہوگی جسے جزیہ کہتے ہیں۔ مسلمان عیسائی پیشواؤں سے جو عہد کریں گے، اس پر قائم رہیں گے۔"[1]

عبدالعزیز بن موسیٰ اور تھیوڈومیر گورنر بادشاہ ملک تدمیر (یعنی مرسیا و کارتھیجنا) کے درمیان جو صلح نامہ تحریر کیا گیا تھا، اس میں درج تھا کہ:۔

"تدمیر یا اس کے ساتھیوں میں سے کسی کو سلطنت سے معزول نہ کیا جائے گا اور نہ اُن کو قتل کیا جائے گا، اور نہ بھلا بُرا کہا جائے گا، اور نہ دین و مذہب کے بدلنے پر مجبور کیا جائے گا، اور نہ اُن کی عبادت گاہیں جلائی جائینگی۔"

اسپین میں مسلمانوں نے تقریباً آٹھ سو برس تک جس جاہ و جلال اور عدل و انصاف سے حکومت کی اور جس طرح غیر مذہب والوں سے سلوک کیا، اس کی مثال یورپ میں ملنی مشکل ہے۔ اسپین میں غیر مسلم رعایا کے ساتھ حسن سلوک کے متعلق مسٹر ہنری چارلس لی (امریکہ) رقمطراز ہے:۔

"جب مسلمانوں نے اس ملک کو فتح کیا تو یہاں کے باشندوں نے حملہ آوروں کی اطاعت بہ طیب خاطر قبول کر لی، کیونکہ مسلمان بادشاہ مقابلہ گاتھ بادشاہوں کے سخت نہ تھے۔ فاتحین نے اپنی نئی رعایا کے مذہبی معاملات میں کوئی دست اندازی نہیں کی۔"[2]

مسٹر جارج ہنری لیوئس کا بیان ہے:۔

"اسپین میں علم اور حکمت کے کمال نے تعصب کو ایسا مٹا دیا تھا کہ

---

[1] طبقات ابن ہاشم جلد دوم [2] مولدین صفحہ ۶

Marfat.com

زمانۂ حال کے لوگ سُن کر تعجب کریں گے کہ یہودی اور عیسائی ایک ہی زبان بولتے اور ایک ہی قسم کے گیت یا شعر پڑھ کر خوش ہوتے تھے، ایک ہی طرح کا خیال رکھتے تھے۔ عرب، یہود و نصاریٰ کو اپنے فرائض مذہبی اور مراسم کے ادا کرنے میں مطلقاً ہارج و مانع نہ تھے، بلکہ اُن کی دوستی و محبت و ربط و ضبط میں یہانتک ترقی ہوئی کہ مسلمان اور عیسائی اور یہودی آپس میں شادی بیاہ کے رشتے کرنے لگے"۔

چیمبرز انسائیکلوپیڈیا میں لکھا ہے :۔

"اسپین کے بنی اُمیّہ خلفاء کی حکومت کی ایک مشہور و معروف بات قابل بیان کے ہے، کیونکہ اس سے اسپین کے ہمعصر (یعنی عیسائی) اور پچھلے مسلمان بادشاہوں کے مقابلے میں بلکہ اس انیسویں صدی کے زمانے تک ان کے بادشاہوں کی بڑی عمدگی پائی جاتی ہے، یعنی اُن کا عام طور سے دوسرے مذہب کو مذہبی معاملات میں آزادی کا دینا"۔

شورٹ ہسٹری آف کرسچینیٹی میں ہے :۔

"اسپین کے اسلامی عہد حکومت میں نہ صرف یہودیوں بلکہ عیسائیوں کو بھی بہت فائدہ ہوا۔ تہذیب اور شائستگی یورپ نے عربوں سے سیکھی اور رَوادارِی جس کے نام سے مسیحیت واقف نہ تھی، اسلام ہی کی بدولت یورپ میں پہنچی، کیونکہ برادرہڈ (اخوت) کا تصور خالص اسلامی ہے، جو رواداری کے بغیر مکمل نہیں ہوسکتا۔ اگر یورپ کے لوگ اس رَوادارِی سے استفادہ کرتے، جو انہوں نے اسپین کے عربوں سے سیکھی، تو اسی اسپین میں ٹرومیڈا جیسا ظالم انسان پیدا نہ ہوتا۔ یہ شخص محکمۂ احتساب مذہبی (انکوزیشن) کا انسپکٹر جنرل

Marfat.com

تھا۔ جس کی گردن پر لاکھوں انسانوں کا خون ہے ۔"

مسٹر اس۔ پی۔ اسکاٹ لکھتا ہے :۔

" زمانہ خلافت میں ایک خاص افسر مقرر تھا، جو عیسائی ذمیوں کے رویہ کا نگران رہتا، اور ان کے حقوق کی نگہداشت کرتا تھا۔ اس کا کام تھا کہ وہ یہ دیکھتا رہے کہ جس حمایت و حفاظت کے یہ لوگ مستحق ہیں، وہ ہوتی ہے یا نہیں اور ان کا تنک اور ان پر ظلم تو نہیں کیا جاتا۔ پادری اپنا مقدس لباس آزادی کے ساتھ پہن سکتے، اور اپنے مقدس پیشہ کے فرائض نہایت امن و عافیت کے ساتھ ادا کر سکتے تھے۔ جو شخص اس خصوص میں کچھ دخل دینے کی جرأت کرتا تھا، وہ سخت سزا کا مستوجب ہوتا تھا۔ گرجاؤں میں نمازیں اسی دھوم سے ہوتی تھیں، جیسی وزیگاتھ کے زمانہ میں۔ وہ لوگ جنازے بھی اپنے مذہبی رسوم کے موافق نکالتے تھے۔ ........

" اگرچہ نبی کریم (صلعم) بت گری کے سخت دشمن تھے، مگر مسلمانان اندلس کی رواداری اس حد تک پہنچی ہوئی تھی کہ ذمیوں کو بت بنانے اور گرجاؤں میں رکھنے کی اجازت تھی[1] ۔"

ہشام پہلا اموی فرماں روا ہے جس نے عیسائیوں اور یہودیوں کے لئے مدرسے کھولے اور ان مدرسوں کا خرچ سرکاری خزانہ پر ڈالا۔ اس نے ذمیوں کے بچوں کو سرکاری تربیت گاہوں میں داخل کیا اور وظائف عطا کئے[2] ۔

---

[1] اخبار الاندلس۔ حصہ سوم ص ۹۵-۱۹۴

[2] تہذیب و تمدن اسلامی حصہ دوم ص ۲۷۵

عبدالرحمٰن ثانی نے اپنی نرم مزاجی کے سبب بے حد رواداری برتی۔ اُس نے ان کے گرجوں کو جاگیریں عطا کیں، اور ان کے بچوں کو تعلیمی وظائف دیئے۔

ابن سہم قرطبہ کا حکمراں ہوا تو اس نے وہاں کی زمین مسلمانوں پر تقسیم کی لیکن عیسائیوں کے قبضہ میں جو زمینیں تھیں، اُن کو ہاتھ نہ لگایا، صرف غیر آباد زمینیں تقسیم کیں۔

---

## صقلیہ کے عیسائیوں کے ساتھ سلوک

ڈاکٹر لیبان صقلیہ کے عیسائیوں کے متعلق لکھتا ہے :۔

"عربوں کی حکومت میں عیسائیوں کو مذہب، رسم و رواج اور قانون کی پوری آزادی تھی۔ کرادین جو پلرمو کے کلیسا سینٹ کیا تھرین کا قسیس تھا، لکھتا ہے کہ پادریوں کو پوری آزادی تھی کہ وہ اپنا مذہبی لباس پہن کر بیماروں کو تسلی دینے کے لئے جایا کریں۔ ایک دوسرا قسیس "مورہ کولی" بیان کرتا ہے، کہ مسینا میں عام رسومات مذہبی کے دو جھنڈے کھڑے ہوتے تھے۔ ایک جھنڈا مسلمان کا سبز پر سنہری صلیب بنی ہوئی تھی۔ فتح کے وقت جتنے کلیسے موجود تھے قائم رکھے گئے۔ البتہ اُندلس کی طرح نئے کلیسا بنانے کی یہاں اجازت نہ تھی۔"

دوسری جگہ یہی مؤرخ لکھتا ہے :۔

"عربی حکومت کے زمانے میں بکثرت کلیسوں کا تعمیر ہونا اس بات کا

Marfat.com

ثبوت ہے کہ وہ اقوام مغلوبہ کے مذاہب کی کس قدر عزت کرتے تھے۔ بہت سے نصاریٰ مسلمان ہو گئے، لیکن اسلام قبول کرنے کی چنداں ضرورت نہ تھی۔ کیونکہ عربوں کی حکومت میں نصاریٰ بھی تھے جنہیں مستعرب کہتے تھے اور نیز یہودی ہر طرح پر مسلمانوں کے برابر تھے، اور انہیں سلطنت کے تمام عہدے مل سکتے تھے"۔

---

# سُلطان صلاح الدّین کی رواداری

شاہانِ اسلام اور یورپ کے عیسائی بادشاہوں کے درمیان نو صلیبی لڑائیاں ہوئی ہیں سنہ ۴۹۱ھ میں جب عیسائیوں نے بلادِ اسلامیہ پر حملہ کر کے بہت سے اسلامی شہروں پر قبضہ کر لیا تو اسی سال سے مشہور صلیبی جنگوں کا آغاز سمجھا جاتا ہے۔ ان جنگوں سے عیسائیوں کا مقصد بیت المقدس پر قبضہ کرنا تھا، اور سنہ ۴۹۲ھ میں انہوں نے اس شہر پر قبضہ بھی کر لیا۔ بیت المقدس جب عیسائیوں کے قبضے میں آیا تو انہوں نے چالیس ہزار مسلمانوں کو جن میں عورتیں اور بچے بھی شامل تھے، بڑی بے دردی کے ساتھ قتل کر ڈالا۔ تاریخ کروسیڈس کے مصنف سر جارج ڈیلیو کاکس کے بیان کے مطابق شہر کے اندر مسلمانوں کے خون کے دریا بہا دیئے۔ سنہ ۵۷۳ھ میں سلطان صلاح الدّین ایوبی نے بیت المقدس کو عیسائیوں سے چھین لیا۔ سلطان نے عیسائیوں کی ظالمانہ حرکت کا بدلہ لینے کے بجائے عیسائیوں کے ساتھ نہایت مہربانی کا برتاؤ کیا اور بقول سر کاکس اُس نے خود اس بات کی ذمہ داری لی کہ اگر شہر والے ہتھیار رکھ دیں تو میں صرف اتنا ہی نہیں کروں گا کہ اُن کی حوائج ضروری کے لئے

Marfat.com

روپیہ دوں، بلکہ ارضِ شام میں رہنے کے لئے انہیں جگہ بھی دوں گا۔"

سُلطان صلاح الدین نے مسلمانوں سے جنگ کرنے والے تمام عیسائیوں کو جو شہر میں تھے، اپنی آزادی حاصل کرنے کی آزادی دیدی تھی۔ زرِ مخلصی کی شرح مرد کے واسطے دس دینار، عورت کے واسطے پانچ دینار اور بچے کے واسطے دو دینار مقرر کی گئی۔

مؤرخ آرچر لکھتا ہے کہ غریب عیسائیوں کو آزادی دلانے کی ہر ممکن کوشش کرنے اور ہر بازار میں ٹیکس لگانے سے اور شاہ انگلستان کا پورا خزانہ اس فنڈ میں داخل کر دینے کے باوجود بھی ایک بڑی تعداد ایسے لوگوں کی رہ گئی، جن کا کوئی فدیہ نہیں ادا کر سکتا تھا، اور جن کی قسمت میں دائمی غلامی یا موت تھی۔

عیسائی کی اس دردناک حالت پر رحم کرتے ہوئے صلاح الدین کا بہادر اور فیاض دل، بھائی عادل، سلطان کے پاس گیا اور شہر کے فتح کرنے میں اپنی خدمات یاد دلا کر عرض کیا کہ اس کے حصّہ غنیمت میں ایک ہزار غلام اُسے دیدیئے جائیں۔ صلاح الدین نے دریافت کیا کہ وہ کسی غرض کے لئے انہیں طلب کرتا ہے۔ عادل نے جواب دیا، کہ جو سلوک وہ چاہے گا ان کے ساتھ کرے گا۔ چنانچہ ایک ہزار عیسائی غلام اس کے سپرد کر دیئے گئے، اور اُس نے فوراً ان سب کو آزاد کر دیا۔

اس کے بعد بطریق نے جا کر ایسی ہی درخواست کی اور سات سو آدمی اُسے بھی مل گئے۔ اس کے بعد بالیان کو بھی پانچ سو ملے۔ پھر صلاح الدین نے کہا کہ "میرے بھائی نے اپنی خیرات کی ہے، بطریق اور بالیان بھی خیرات کر چکے، اب میں اپنا حصّہ ادا کروں گا اور فوراً ہی حکم دیا کہ تمام

Marfat.com

آدمی جو شہر میں ہیں آزاد کر دیئے جائیں۔ یہ وہ خیرات تھی جو صلاح الدین نے بے تعداد غریب عیسائیوں کی آزادی کے لئے کی۔

سلطان صلاح الدین کی خدمت میں بہت سی عورتیں روتی ہوئی گئیں کہ ان کے بچے اور شوہر فدیہ نہ دینے کی وجہ سے آزاد نہیں کئے گئے ہیں۔ رحم دل سلطان نے تمام بچوں کو اپنی ماؤں کے پاس اور مردوں کو اپنی بیویوں کے پاس بھیج دینے کا حکم صادر کیا۔

کیا دنیا کی تاریخ میں ایسی عدیم النظیر مثالیں مل سکتی ہیں؟

سلطان صلاح الدین اور انگلستان کے بادشاہ رچرڈ میں سخت جنگ جاری تھی۔ ایک بار رچرڈ بیمار پڑا۔ رچرڈ کے پاس اس وقت صرف دو تین سو سپاہی تھے۔ سلطان صلاح الدین چاہتا تو اُسے آسانی سے گرفتار کر سکتا تھا۔ لیکن اس کے برعکس بیماری کے زمانہ میں صلاح الدین رچرڈ کے واسطے روزانہ میوے اور برف بھیجا کرتا تھا، بلکہ یہ بھی کہا جاتا ہے کہ صلاح الدین خود طبیب بن کر رچرڈ کے پاس گیا اور اس کے علاج میں مدد دی۔

سلطان صلاح الدین کے پاس جب امیر صہدا جو عیسائی تھا، آیا تو سلطان نے اس کی بڑی عزت کی۔ اُسے اپنے ساتھ کھلایا اور بڑی محبت کا سلوک کیا۔ یہ تھا شاہان اسلام کا کردار۔

مؤرخ اسٹینلی لین پول لکھتا ہے کہ کرک کے محاصرہ کے دوران میں بادشاہ یروشلم کی سوتیلی بہن از ابیلا کی شادی کی تقریب میں کرک میں جشن منایا جا رہا تھا۔ دولھا دولہن یہیں موجود تھے۔ سلطان صلاح الدین نے کرک والی ایجی نالڈ کی دشمنی کے باوجود اُس کے پاس شادی کا تحفہ بھیجا، اور

Marfat.com

اپنی فوج کو حکم دیا کہ جس برج میں دولہا دولہن ہیں، اس پر تیر نہ پھینکے جائیں۔

طبریہ کے قلعہ پر سلطان صلاح الدین کا قبضہ ہوا تو والیٔ طرابلس توری مونڈ کی بیوی مسلمانوں کے قبضے میں آگئی۔ سلطان نے نہایت عزت کے ساتھ اُسے توری مونڈ کے پاس بھیج دیا، اور اس کے سفر کے لئے ہر قسم کی آسانیاں فراہم کیں۔

سُلطان صلاح الدین نے مرتے وقت اپنا سارا مال و اسباب وقف کر دیا اور نصیحت کی، کہ بلا قید مذہب و ملت اُسے محتاجوں میں تقسیم کر دیا جائے اور تقسیم کے وقت مسلمان، عیسائی یا یہودی میں کوئی فرق نہ کیا جائے۔

روسی مستشرق پروفیسر بارتھولڈ لکھتا ہے :-

"حروب صلیبیہ کے زمانے میں ایک روسی مؤرخ کلیسا کے مطابق، پادری اور عوام سب ہی کی یہ خواہش تھی کہ مسلمانوں کا جوا ان کے کندھوں پر واپس آجائے، بہ نسبت اس کے کہ لاطینیوں کا تسلط برقرار رہے" [1]

ڈاکٹر ڈریپر لکھتا ہے :-

"حروب صلیبیہ کے انجام نے تمام مسیحی دنیا کے عقاید میں خلل ڈال دیا۔ ایک ایسے زمانے میں جب فتح و شکست کو عام طور سے حق و باطل کا ربانی معیار سمجھا جاتا تھا۔ ان جنگوں کا نتیجہ یہ ہوا کہ مسیحیت علی رغم انف ارض مقدس پر مسلمان قابض ہو گئے۔ وہ ہزارہا مسیحی سورما جو شکست کھا کر اپنے گھروں کو لوٹے بلا تامل اس امر کا اعتراف کرتے ہوئے پائے گئے، کہ کلیسا نے ان کے حریفوں کی جو

---

[1] MUSALMAN CULTURE P. 22

تصویر کھینچی تھی، اس سے وہ بالکل مختلف تھے، یعنی وہ بزدل وحشی اور ظالم نہیں تھے، بلکہ شجاع، خلیق اور عادل تھے۔[1]"

# آلِ عثمان کی رواداری

پروفیسر گولڈزیہر GOLD ZIHER اپنی کتاب لسنز آن اسلام ( LESSONS ON ISLAM ) میں رقمطراز ہے کہ "جب سے سلطنت عثمانیہ عالمِ اسلام میں ایک چوٹی کی سلطنت تسلیم ہونے لگی، اس نے تشدد کی حکمت عملی کو مٹا کر "ہاشمی" اخوت اور اسلامی ہمدردی سے اپنے زیرنگیں اقوام کے دلوں کو مسخر کر لیا، اور یہ ایک حقیقت ہے کہ اس وقت جب ترکوں کی فتوحات نے ایک دنیا میں ایک تہلکہ مچا رکھا تھا، عیسائیوں کو جو روزِ ازل سے اسلام کے مخالف چلے آتے ہیں، مراعات عطا کرنا ان کی مذہبی رواداری، نسلی بلند خیالی اور قومی ایثار کی ایک ایسی شاندار مثال ہے جس کی نظیر اقوام یورپ کی تاریخ میں ڈھونڈنے سے بھی نہیں ملتی۔ لیکن افسوس ہے کہ عیسائی مذہبی تعصب کی وجہ سے کسی احسان تک بھی یاد نہیں رکھتے۔"

ترکوں نے جب ایشیا میں فتوحات حاصل کیں تو ان کا ہمیشہ سے یہی وتیرہ رہا کہ وہ کسی قوم کے مذہبی یا معاشرتی معاملات میں دخل نہ دیتے۔ یہی پالیسی ہوں نے بازنطینی سلطنت کے جو علاقے فتح کئے، وہاں بھی قائم رکھی۔ ان کی اسی مدبرانہ اور فیاضانہ پالیسی کی بدولت مفتوح اقوام بلا چون وچرا ترکوں کی حلقہ بگوشں

---

[1] معرکۂ مذہب و سائنس صـ ۳۹۷

ہو تی گئیں۔

یونانی ادبیات کا مشہور مؤرخ کرومباخر تسلیم کرتا ہے کہ "قسطنطنیہ کے سقوط کے عین ماقبل زمانے میں بیزنطینیوں کو لاطینی اہل مغرب سے کچھ اتنی شدید نفرت پیدا ہو گئی تھی کہ وہ اسلام سے نفرت پر غالب آ گئی تھی، اور بہ کثرت تالیفوں میں نہ صرف یہ سوال اٹھایا جانے لگا کہ ــــ کیا مسلمانوں کے ہاتھوں میں پڑنا لاطینیوں کے ہاتھوں میں پڑنے سے بہتر نہ ہوگا، بلکہ اس سوال کا اثبات میں جواب دیا جاتا رہا"۔[۱]

ترکوں نے صرف اسی حد تک نہیں کیا کہ غیر مسلموں کو ہر قسم کی آزادی عطا کر دی، بلکہ اس سے بڑھ کر انہوں نے یہ کیا کہ ہر قوم کو اپنا جدا قومی نظام قائم کرنے دیا، اور ان کو ایسی اجتماعی آزادیاں بخش دیں، جو ایک سلطنت کی خود مختاری کے قطعاً منافی ہیں۔ اس طرح انہوں نے غیر ملکی باشندوں کو ایسے امتیازات عطا کیے، جو آج تک کسی حکمراں قوم نے دوسری قوم کو نہیں دیے ہیں، اور یہ سب کچھ انہوں نے اس زمانہ میں کیا جبکہ دنیا کی کوئی سلطنت ان سے زیادہ قوی نہ تھی اور اقلیتوں کا سوال اٹھانے کی کسی کو جرأت تو کیا کسی کے دل میں تصور بھی نہیں آ سکتا تھا۔۔۔ ایڈمنڈ انگلہاٹ سابق سفیر متعینہ قسطنطنیہ لکھتا ہے: ــــ

"جو رعایت اور خاص حقوق عیسائی باشندوں کو سلطنت میں حاصل ہیں وہ خالص

---

[۱] جرمن تالیف KRUMBACHER, GESCHIETH DER BYZANTENISCHEN LITERATURE P. 49 - 50.

[۲] محمد الله عہد نبوی میں نظام حکمرانی

مذہبی ہیں اور مذہبی آزادی کی حیرت انگیز مثال پیش کرتے ہیں، تمام اقوام کو نہایت وسیع ملکی حقوق حاصل ہیں، اور ایک طرح سے انہیں اپنی اندرونی اور عاملی زندگی میں ایسی خود مختاری حاصل ہے، جو کسی دوسری سلطنت نے اپنی رعایا کو عطا نہیں کی" [ دی ٹرکس (فرنچ) ص ۲۷ ] سنہ ۱۸۵۶ء میں عہد نامہ پیرس کے مبادیات طے کرنے کے لیے جو کمیشن قسطنطنیہ گیا تھا، اس نے دوران مباحثہ میں اس امر کو تسلیم کیا کہ' ترکی میں رعایا کو جو حقوق و مراعات حاصل ہیں' وہ اس قدر غیر معمولی ہیں کہ خود مختار حکومت بمشکل اس کو گوارا کر سکتی ہے' ان سب کے ساتھ عیسائی اقوام اُن ملکی سیاسی حقوق سے بھی مستفید ہوتی ہیں' جو عام قانون کی رُو سے ترکوں کو حاصل ہیں۔ اس طرح ترک خود اپنے ہی ملک میں قلیل التعداد جماعتوں سے سے قانون میں فروتر ہیں۔ کیا دنیا میں کوئی حکومت بھی ایسی ہے جو بے تعصبی کی ان مثالوں میں ایک بھی مثال پیش کر سکتی ہے؟[1]

قسطنطنیہ کی فتح کے بعد سلطان محمد فاتح نے عیسائیوں کو اپنے مذہبی رسوم ادا کرنے کی پوری آزادی دی۔ چنانچہ مسٹر آرنلڈ اپنی کتاب "پریچنگ آف اسلام" میں لکھتے ہیں:۔

"سلطان محمد ثانی نے قسطنطنیہ پر قبضہ کرنے اور شہر میں امن کے بعد پہلا انتظام یہ کیا کہ یونانی کلیسا کا حامی اور سرپرست بنا تاکہ عیسائی اس کی اطاعت قبول کریں۔ عیسائیوں پر سختی ہونے کی ممانعت کر دی اور ایک فرمان جاری کیا جس کے بموجب قسطنطنیہ کے نئے بطریق کو اور اس کے جانشینوں اور ماتحت

---

[1] ترکی میں عیسائیوں کی حالت از مولینا مودودی

Marfat.com

اسقفوں کو قدیم اختیارات جو حکومت سابقہ میں ان کو حاصل تھے، دیئے گئے اور جو ذریعے ان کی آمدنی کے تھے وہ بحال ہوئے، اور جن قواعد سے وہ مستثنیٰ تھے ان سے بدستور مستثنیٰ کئے گئے۔ کنادیوس کو جو ترکوں کی فتح کے بعد قسطنطنیہ کا پہلا بطریق ہوا، سلطان نے اپنے ہاتھ سے وہ عصا عنایت فرمایا، جو اس کے منصب کا نشان تھا، اور خریطہ جس میں ایک ہزار اشرفیاں تھیں، اور ایک گھوڑا جس پر بہت پرتکلف سامان تھا، اس کو دیا اور اجازت دی کہ وہ اپنے قدیم سامان جلوس کے ساتھ شہر میں سوار ہو کر دورہ کرے۔[1]"

آل عثمان کا مشہور فرمانروا سلطان سلیم نے ایک بار مفتی اعظم شیخ جمالی سے دریافت کیا کہ "ملک کا فتح کرنا بہتر ہے یا اقوام عالم کا مسلمان بنانا"۔ مفتی اعظم نے فرمایا ——— "لوگوں کو مسلمان بنانا بہتر ہے"۔ سلطان سلیم نے اعلان کرا دیا کہ "میری سلطنت میں جو غیر مسلم نظر آئے گا، اُسے قتل کر دیا جائے گا"۔ علامہ شیخ جمالی کو جب اس اعلان کی خبر ملی تو فوراً سلطان کے پاس گئے اور کہا کہ "میرا مطلب یہ نہیں تھا کہ غیر مسلموں کو زبردستی مسلمان بنایا جائے۔ میرا مطلب یہ تھا کہ دعوت و تبلیغ کے ذریعہ غیر مسلموں کو حلقۂ اسلام میں داخل کرنا ملک فتح کرنے سے بہتر ہے۔ لیکن آپ جو طریقہ اختیار کرنا چاہتے ہیں، قرآن پاک ایسا کرنے کی اجازت نہیں دیتا۔ غیر مسلموں سے جزیہ لے کر ان کو مذہب کے معاملہ میں آزاد چھوڑ دیا جائے"۔ یہ سن کر سلطان سلیم نے اپنا حکم واپس لے لیا۔

---

[1] دعوت اسلام ص ۶۵-۱۶۵

Marfat.com

خالدہ ادیب خانم فرماتی ہیں کہ شیخ الاسلام جمالی آفندی نے کہا، کہ سلطان محمد فاتح نے رعایا کو مذہبی آزادی عطا کی ہے۔ سلطان سلیم کو ان کے حقوق کے بارے میں شبہ تھا۔ شیخ الاسلام نے تین بڈھے مینی چیری جن کی عمر سو سو سال سے بھی زیادہ تھی، گواہ کے طور پر پیش کئے۔ یہ تینوں سلطان محمد فاتح کے جھنڈے کے نیچے لڑ چکے تھے، اور انہوں نے یہ شہادت دی کہ واقعی یہ حقوق عطا کئے گئے تھے۔ سلطان سلیم کو یہ خیال ترک کر دینا پڑا کہ لوگوں کو جبراً مسلمان کر کے سلطنت میں اتحاد پیدا کرے۔

یہ واقعہ کئی پہلوؤں سے اہمیت رکھتا ہے، ایک تو یہ کہ سلیم کا سا شخص، جس نے خدا جانے کتنے وزیروں کو قتل کرا دیا، شیخ الاسلام کے آگے، جو قانون اور شریعت کا نمائندہ ہے، سر جھکا دیتا ہے۔ اس کے معنی یہ ہیں، کہ اس وقت تک سلطنت عثمانی کا نظام اور اس کے اصول بڑے بڑے سلطان کی شخصیت سے زیادہ قوی تھے۔ اس سے یہ بھی ظاہر ہوتا ہے کہ جمالی آفندی اور تینوں بوڑھے سپاہیوں میں عثمانی قومیت کا احساس اس حد تک موجود تھا کہ وہ دل سے چاہتے ہوں کہ سارا ملک مسلمان ہو جائے مگر انہوں نے اپنی سلطنت کے اصول کی حمایت فرض سمجھی۔[1]

ایل سن فلپس اپنی کتاب "یونانی کی جنگ آزادی" میں لکھتا ہے:-

"سلطان کی عیسائی رعایا اپنے مذہبی ارکان کے ادا کرنے، دولت جمع کرنے، اور جس طرح چاہے تعلیم حاصل کرنے میں بالکل آزاد تھی۔ عیسائی کلیسا

---

[1] ترکی میں مشرق و مغرب کی کشمکش ص ۳۱-۳۰

Marfat.com

نیز حکومت کے اونچے درجہ تک ترقی کر سکتا تھا، ترجمان باب عالی یا کسی صوبہ کا گورنر ہو سکتا تھا۔"

سلطان سلیمان ثانی کے وزیر مصطفےٰ کوبرلی نے احکام جاری کئے تھے کہ "کوئی ترکی افسر نہ خود عیسائی رعایا پر ظلم کرے اور نہ دوسرے کو اس کا موقع دے۔ سلطانی فوج کسی عیسائی آبادی سے گذرے اور اُسے کسی چیز کی ضرورت ہو تو بازاری نرخ کے مطابق نقد قیمت ادا کر کے وہ چیز لے، اور کسی کی مرضی کے خلاف کوئی چیز نہ لی جائے۔"

سُلطان محمود ثانی کے وہ الفاظ ذیل میں درج کئے جاتے ہیں جو اس نے مسلم اور غیر مسلم رعایا کے متعلق کہے تھے:۔

"ہمارا منشا یہ ہے کہ مسلمان صرف مسجدوں میں مسلمان سمجھے جائیں، عیسائی صرف گرجوں میں عیسائی اور یہودی اپنے معبدوں میں یہودی تصور کئے جائیں اور جب اپنی عبادت گاہوں سے باہر ہوں، جہاں وہ صرف ایک ہی معبود کی عبادت کرتے ہیں تو وہ یکساں سیاسی حقوق اور میری پدرانہ حمایت سے بالمساوات متمتع ہوں۔"

ڈیپر اپنی مشہور تصنیف کانفلکٹ بٹوین ریلیجن اینڈ سائنس میں لکھتا ہے کہ "انصاف و عدالت اور مذہبی بے تعصبی میں اپنے عہد کے تمام عیسائی دنیا پر ترکوں کو وہی فوقیت رہی ہے، جو چھٹی صدی عیسوی میں عربوں کو تنزل یافتہ بیزنطاین کے مقابلہ میں تمام یورپ پر حاصل تھی۔"

"پندرھویں صدی کے اخیر میں ہسپانیہ کے مظلوم یونانی جب کلیسائی حکومت کے مظالم سے تنگ آکر وطن سے نکلے تو انہوں نے سلطنت

Marfat.com

عثمانیہ کے دامن میں ہی پناہ لی۔ اٹھارہویں صدی سے کچھ روز پہلے سلیشیا کے پروٹسٹنٹ بھی اسی تمنّا میں رہتے تھے کہ جب موقع ملے ترکی ممالکت میں جاکر آباد ہوں ۱۷۳۶ء میں جب کاسک روسی بے گھر ہوئے تو انہیں بھی کہیں پناہ ملی تو آل عثمان کے دامن ہی میں ملی [1]

**امیر تیمور** امیر تیمور دنیا کا ایک بہت بڑا فاتح گزرا ہے۔ اس کی فتوحات کی وسعت کے سامنے سکندر، سیزر، چنگیز خاں۔ شارل مین اور نپولین کی فتوحات حقیر معلوم ہوتی ہیں۔ اس نے ۳۵ سال سے کم مدت میں ۲۷ مملکتیں فتح کرلی تھیں۔ تیمور کی سلطنت دیوار چین سے لے کر ایشیائے کوچک کی سرحد تک اور بحر ارل سے دریائے گنگا اور خلیج فارس تک پھیلی ہوئی تھی۔ اس فاتح اعظم کے متعلق جان پنکرٹن نے لکھا ہے:۔

"اس مسلمان بادشاہ نے کبھی کسی کو بہ زور شمشیر اسلام میں داخل نہیں کیا"

## مسلمانوں کا یہودی کے ساتھ سلوک

دنیا میں ہر جگہ یہودی نہایت نفرت کی نگاہ سے دیکھے جاتے۔ انہیں طرح طرح کی تکلیفیں دی جاتیں، انہیں جانوروں سے زیادہ بُرا سمجھا جاتا۔ وہ اکثر جلاوطن کئے جاتے۔ ان کے ہاتھ میں تجارت تھی اور وہ بے حساب دولت کے مالک تھے، اس لئے وہ جس ملک میں رہتے وہاں کی سلطنت ان سے بڑی بڑی رقمیں وصول کرتی لیکن مسلمانوں نے ان کے

---

[1] انقلاب اسلام

Marfat.com

ساتھ اپنا بہتر سلوک کیا کہ انہیں اپنی مسجدوں کے قریب عبادت خانے بنانے جانے کی اجازت دی۔ اسلامی یونیورسٹیوں نے یہودیوں کو اپنی آغوش میں لیا، اور یہودی اپنی قابلیت کی وجہ سے بہت جلد اسلامی سلطنت کے اعلیٰ مناصب پر پہنچ گئے۔ مسٹر اس۔ پی۔ سکاٹ رقمطراز ہے:۔

"خلافت مکہ و دمشق میں جتنے یہودی تھے۔ سب اپنے مسلمان فاتحین کے سامنے ادب و سائنس کے دروازے کھول کر ادب کے ساتھ کھڑے ہو گئے یہودیوں کے ساتھ مسلمان بادشاہوں نے اُمید سے بڑھ کر سلوک کیا اور اُن سے اس خوبی اور انصاف کے ساتھ پیش آئے کہ جس کی مثال زمانہ جہالت اور عیسائی بادشاہوں کے عہد میں ان کو کہیں نہیں ملی مسلمانوں نے ان کے معابد بننے دیئے۔

"تاریخ بار بار یہودیوں کی اس جد و جہد کو ظاہر کرتی ہے جو انہوں نے ایک محفوظ یا امن اور رواداری سلطنت میں رہ کر علم کے حصول میں کی تھی۔ مسلمانوں کی رعایا بن کر جو ان کو وقعت حاصل ہوئی اور رسول سے جو ان کو نمود ہوا تو وہ اپنے مصائب کو بھول گئے جو صدیوں سے اُن پر پڑتے چلے آتے تھے"۔

پروفیسر فلپ کے حق کا بیان ہے:۔

"ذمی" یعنی جن کی حفاظت کا ذمہ لیا گیا ہے۔ ایسی قوموں کے لحاظ سے یہودیوں کی زندگی مجموعی طور پر نصرانیوں سے بھی زیادہ خوشگوار انداز میں گزر رہی تھی..... تاریخوں میں ہمارے پڑھنے میں آتا ہے کہ متعدد خلفاء کے عہد میں ایک سے زیادہ یہودی ذمہ دار عہدوں پر فائز کئے گئے تھے۔۔"

Marfat.com

جیوش انسائیکلوپیڈیا (عرب ان اسپین) میں جوزف جیکب لکھتا ہے :-

" یہودیوں کو جو آزادی مسلمانوں کی حکومت میں مل گئی، وہ پھر انہیں میسر نہ ہو سکی۔ انہوں نے اسلامی عہد میں خصوصاً اسپین کے دورِ حکومت میں نہ صرف مذہبی ترقی ہی کی، بلکہ انہیں معاشی اور علمی ترقیوں سے بھی وافر حصہ ملا۔ یہی وجہ ہے کہ جس قدر اعلیٰ (یہودی علماء) اسلامی عہد میں پیدا ہوئے اور توریت کی شرح میں جس قدر کتابیں اس زمانہ میں لکھی گئیں، اس کی نظیر کسی دوسرے عہد میں قطعی نہیں مل سکتی "۔

بنیامین (ایک یہودی سیاح جس نے ۱۱۶۵ء یعنی ۵۶۰ھ میں اسلامی ممالک کا سفر کیا تھا) کا بیان ہے کہ عربوں کے علاوہ اسلامی مملکت میں صرف یہودیوں کی تعداد تین لاکھ کے قریب تھی، جو دجلہ اور فرات کی نہر کے کناروں پر پھیلے ہوئے تھے، نیز جزیرہ ابن عمر، موصل، عکبرہ، واسطہ، بغداد، حلہ، کوفہ، بصرہ اور فارس کے بہت سے شہروں، اصفہان، ہمدان، شیراز، غزنہ اور سمرقند میں آباد تھے۔ فارس میں وہ آبادیاں ایسی تھیں جن کا نام ہی " یہودیہ " تھا، جن میں ایک جرجان میں اور دوسری اصفہان میں تھی۔ اس زمانہ میں خود بغداد میں تقریباً ایک ہزار یہودی آباد تھے۔ بغداد میں ایک محلہ تھا جس کا نام " دَرْبُ الیہود " تھا۔ اوائل تیسری صدی ہجری میں صرف اہل بغداد سے ایک لاکھ تیس ہزار درہم جزیہ کی رقم وصول ہوتی تھی اور چوتھی صدی ہجری کے شروع میں سولہ ہزار دینار وصول ہوتے تھے۔ ان رقوم کی تعداد سے معلوم ہوتا ہے کہ اس زمانہ میں صرف بغداد میں غیر مسلموں کی تعداد جو

Marfat.com

جزیہ ادا کرتی تھی، قریب پندرہ ہزار کے تھی۔ ابن حوقل کہتے ہیں کہ شہر رہا اور تکریت میں نصاریٰ کی تعداد اس سے بہت زیادہ تھی۔

شام میں زیادہ تر سرمایہ دار یہود تھے اور بغداد میں محلات شاہی کے زیادہ تر طبیب نصاریٰ تھے۔ یہودی لوگ خاص خاص صنعتوں میں زیادہ مشہور تھے۔ مثلاً صرافہ۔ بُنری، زیورات سازی وغیرہ۔[1]

## پارسی قوم کے ساتھ سلوک

ایران فتح ہونے کے بعد پارسی قوم ایران میں بڑی تعداد میں مقیم رہی۔ مشہور مسلم سیّاح "ابن حوقل"، جو چوتھی صدی ہجری میں ایران گیا تھا، لکھتا ہے:۔

"فارس کا کوئی شہر اور کوئی خطّہ ایسا نہیں ہے جس میں آتش کدہ نہ ہو۔ اور مجوسی (پارسی قوم) اس ملک کی تمام قوموں میں سب سے زیادہ تعداد میں پائے جاتے ہیں۔"

اسلامی رواداری کا یہ عالم تھا کہ آتش کدوں میں کھلے بندوں آگ کی پرستش ہوتی تھی، اور کوئی مسلمان معترض نہ ہوتا۔

## مسلمانوں کے دارالعلوم کے دروازے ہر قوم کیلئے کھلے تھے

ڈیسر لکھتا ہے:۔

"باوجود اس کے کہ خلفاء خود بڑے ذہین اور صاحب الرّائے اور بلند نظر تھے، لیکن انہوں نے اپنے مدارس کا انتظام کبھی نسطوری المذہب علماء کے ہاتھوں میں رکھا، اور کبھی علمائے یہود کو تفویض کیا۔ وہ اس بات کو کبھی نہیں دیکھتے تھے کہ عالم کس

---

[1] ضحی الاسلام بحوالہ طلوع اسلام دسمبر ۵۴ء

ملک میں پیدا ہوا اور کہاں اس نے زندگی بسر کی ، نہ یہ خیال کرتے تھے کہ اس کا دین و مذہب کیا ہے ، بلکہ وہ صرف علم و معرفت کا مرتبہ دیکھتے تھے ۔

اسپین کی یونیورسٹیوں میں یورپ کے ہر حصے کے عیسائی آکر تعلیم حاصل کرتے اور مسلمان انہیں تعلیم دینے میں کسی قسم کا بخل نہ کرتے ۔

مسٹر اسکاٹ لکھتا ہے :۔

" وہ (عیسائی) بڑی تعداد میں مسلمانوں کے دارالعلوم اور مدارس میں داخل ہوتے تھے ۔ قرطبہ کی یونیورسٹی کا دروازہ ہر درجہ و مرتبہ اور ہر مذہب و قوم کے افراد کے لئے کھلا ہوا تھا ۔ نہ صرف جزیرہ نمائے اندلس ہی کے عیسائی طالب علم اس میں داخل ہوتے تھے ، بلکہ یورپ کے تمام ممالک سے شائقینِ علم کھنچے چلے آتے تھے ۔ ۔ ۔

" اس یونیورسٹی کے دروازے ہر قوم و ملت کے محقق اور شوقین طلباء کے لئے کھلے ہوئے تھے ۔ بلا لحاظ عقائد آباد اجداد اس کے اعزاز ہر طالب علم کو ملتے تھے ۔ اس کے عظیم الشان کتب خانہ میں مسلمان ، عیسائی ، بدھ اور یہودی مطالعہ و تحقیق کیا کرتے تھے "

## غیر مسلموں کو اعزاز و مناصب

غیر مسلم اقوام کو جو بڑے بڑے عہدے مختلف اوقات میں اور مختلف اسلامی سلطنتوں میں عطا کئے گئے تھے ، اگر ان کی فہرست مرتب کی جائے تو مستقل کتاب تیار ہو سکتی ہے ۔ مگر یہاں صرف مختصر سی فہرست ان لوگوں کی دی جاتی ہے جن کو ہندوستان کے علاوہ دیگر اسلامی سلطنتوں میں اعزاز و مناصب حاصل تھے ۔ ہندوستان سے متعلق غیر مسلموں کے ساتھ مسلمان سلاطین کے حسن و

Marfat.com

سلوک اور مناصب کے عطا کرنے کا ذکر کتاب کے آخر میں آئے گا۔ اس فہرست کے ملاحظے کے بعد مخالفین اسلام دیانت و انصاف کا آئینہ سامنے رکھ کر بتلائیں کہ اسی کو حقوق کا پامال کرنا کہتے ہیں؟

حضرت امیر معاویہؓ نے ایک عیسائی کو اپنا میر منشی مقرر کیا۔ ایک دوسرے عیسائی ابن اثال کو ضلع حمص کا محصل مال مقرر کیا۔ ایک یہودی ماسرجویہ امیر معاویہ کے دربار میں ایک معزز درجہ رکھتا تھا۔ مروان بن الحکم کا شاہی طبیب ماسرجیں ایک یہودی تھا۔ عبدالملک بن مروان کا کاتب ایک عیسائی ابن سرجون تھا۔

خلیفہ منصور کے دربار میں جیورجیس ابن بختشوع نامی ایک عیسائی شاہی طبیب تھا۔ منصور اس کی بہت عزت کرتا تھا اور اس پر اس قدر اعتماد تھا کہ اس کو محل کے اندر جانے کی اجازت تھی، دوسرا عیسائی طبیب عیسیٰ بن شہلاثا تھا، جس کی بڑی عزت تھی۔ نوبخت اور اس کا بیٹا ابوسہل جو آتش پرست تھے، شاہی منجم کے عہدے پر تھے۔

خلیفہ مہدی کے دربار میں ایک عیسائی منجم توفیل ابن توما نامی تھا خلیفہ ہارون الرشید کے دربار میں ایک نصرانی طبیب بختشوع نامی تھا۔ ہارون کا حکم تھا کہ جس شخص کو مجھ سے کچھ کہنا ہو، اسی کے ذریعہ کہلوائے۔ ہارون نے اس کے بیٹے یوحنا کو علم طب اور دیگر فنون کی قدیم کتابوں کا عربی ترجمہ کرنے پر مامور کیا تھا۔ جبرئیل عیسائی ایک اعلیٰ منصب دار تھا۔ ہارون نے عیسائیوں کو فوجی عہدے بھی عطا کئے تھے۔ منکہ سندی کو یحییٰ نے ہارون کے علاج کے لئے بغداد بلایا تھا۔ مامون الرشید کا مصاحب خاص اور گہرا دوست "یوحنا" تھا۔ اس عیسائی کو مامون نے طب اور فلسفہ کی کتابوں کا ترجمہ کرنے کے مقرر کیا تھا۔

Marfat.com

مامون نے حنین ابن اسحاق نصرانی کو تمام ترجموں کا افسر مقرر کیا تھا۔ اس کی ترجمہ کی ہوئی کتابوں کی اُجرت اوراق کے برابر سونا تول کر دی جاتی۔ ہندوستان سے بھی کچھ لوگ سنسکرت کی کتابوں کے ترجمہ کے لئے بلائے گئے تھے۔ شفاخانہ کا اعلیٰ طبیب ایک عیسائی "شہل شابور بن سہل" تھا۔ معتضم باللہ عباسی کا طبیب خاص سلمویہ بن بنان" نصرانی تھا۔ اس کو یہ عزت حاصل تھی کہ خلیفہ کے کل زمان اسی کے دستخط سے صادر ہوا کرتے تھے۔ متوکل کے عہد میں شاہی طبیب ایک عیسائی بختیشوع بن جبرئیل نامی تھا۔ راضی کے زمانے میں متی بن یونس نصرانی نسطوری کو دربار میں بڑی عزت تھی۔ معتضد باللہ کا وزیر اعظم ایک صابی تھا۔ دربار میں صرف اسی کو یہ خصوصیت حاصل تھی کہ وہ سلطان کے سامنے دست بستہ کھڑے ہونے کے ضابطے سے بری کر دیا گیا تھا۔

مشہور عالم و ادیب ابراہیم بن ہلال مذہباً صابی تھا۔ پہلے خلفائے عباسیہ کا میر منشی تھا۔ اس کے بعد عزالدولہ ابن بویہ دیلمی کا میر منشی ہوا۔ اور پھر اس کا وزیر ہو گیا۔ عزالدولہ کی جانب سے ابراہیم جب کوئی خط اس کے بھائی عضدالدولہ کے نام لکھتا تھا، تو سخت الفاظ استعمال کرتا۔ عضدالدولہ جب بادشاہ ہوا تو اس نے ابراہیم کو قید کر دیا، اور اُسے قتل کرنے کا ارادہ کیا لیکن دربار کے مسلمان عہدہ داروں کی سفارش پر بادشاہ نے ابراہیم کا قصور معاف کر دیا، اور سلطنت دیلمیہ کی تاریخ لکھنے کا کام اس کے سپرد کیا۔ ابراہیم حافظ قرآن تھا اور رمضان کا روزہ بھی رکھتا تھا۔ لیکن اپنی بدقسمتی سے اس نے اسلام قبول نہیں کیا، اور اپنے مذہب پر قائم رہا۔ کسی نے بھی اُسے اسلام قبول کرنے پر مجبور نہیں کیا۔

Marfat.com

ابراہیم کا پوتا ہلال بن محسن بڑا عالم تھا۔ خطیب بغدادی اس کا شاگرد تھا۔ آخر عمر میں ہلال نے اپنی مرضی سے بغیر کسی دباؤ کے مشرف بہ اسلام ہو گیا۔

ابن التلمیذ نصرانی بڑا ہی عالم و فاضل اور زبردست طبیب تھا۔ عماد اصبہانی نے اسے "سلطان الحکماء" کہا ہے۔ ایوان خلافت میں اس کا بڑا رسوخ تھا۔ اپنے مذہب پر قائم رہا۔

بنی بویہ کے بادشاہ عضد الدولہ کا وزیر ایک عیسائی نصر بن ہارون تھا۔ جسے بڑا اختیار حاصل تھا۔ سلطان صلاح الدین

سلطان صلاح الدین سے عیسائی سخت دشمنی رکھتے تھے اور برسوں اس سے برسرپیکار رہے تھے، لیکن اس کے دربار میں بھی بڑی تعداد میں عیسائی موجود تھے۔ ان میں ایک "وین المطران" تھا جس کی صلاح الدین بڑی عزت کرتا۔ دمشق کے سلسلے میں ڈاکٹر جوزف ہیل لکھتا ہے کہ "دربار خلافت میں عیسائیوں کی بے حد عزت تھی۔ کلیسائے یونانی کے آخری اور سب سے بڑے عالم دین کا باپ" یوحنائے دمشقی، عبدالملک کا مقرب خاص تھا۔

(عربوں کا تمدن ص ۸۱)

اسپین کے بادشاہ عبدالرحمٰن ثالث نے ایک عیسائی کو قرطبہ کے "قاضی القضاۃ" جیسے اعلیٰ عہدے پر مقرر کیا تھا۔ عبدالرحمٰن کا نہایت معزز مشیر ایک یہودی عالم "ابی حصدی ابن شبرت" تھا۔ اسپین کے بادشاہ الحکم ثانی کو جب کبھی کہیں سفیر بھیجنے کی ضرورت ہوتی تو کسی یہودی عالم کو بھیجتا۔

مسٹر ایس۔ بی اسکاٹ کا بیان ہے کہ:۔ "اکثر اہم ملکی عہدے ان عیسائیوں کو دیئے جاتے تھے۔ باوجود فقہا کی سخت مخالفت اور دفتر شاہی کے

Marfat.com

اثر ڈالنے کے عبدالرحمٰن ثالث نے ایک عیسائی کو قرطبہ کا قاضی القضاۃ مقرر کیا۔ یہ عہدہ تمام ممالک محروسہ کے دیوانی اور فوجداری عہدوں میں سب سے بڑا تھا۔ خلیفہ مذکور عادتاً عیسائی پادریوں کو ان سیاسی کاموں پر مقرر کیا کرتا تھا جس میں لیاقت و فراست زیادہ درکار ہوتی تھی۔ ربیع رئیس الاساقفہ قرطبہ کئی موقعوں پر جرمنی اور قسطنطنیہ کو بطور سفارت بھیجا گیا۔ محکمہ بیت المال کے ذمہ دار عہدوں پر عیسائی مقرر ہوتے تھے۔ عیسائی ذمیوں سے محاصل وصول کرنے پر بھی عیسائی ہی مقرر کئے جاتے تھے۔ ہزاروں عیسائی مسلمانوں کی فوج میں کام کرتے تھے۔ کسی مسلمان بادشاہ کے زمانہ میں عیسائی شاہی دربار سے الگ نہیں کئے گئے۔

"خاندان مرابطین کے بادشاہ علی کے زمانہ میں بھی عیسائی ذمیوں پر شاہی لطف و کرم مبذول رہتا تھا اور حکومت میں ان کا اچھا اقتدار تھا۔ حالانکہ یہ بادشاہ اپنی دینداری اور سخت گیری میں بہت مشہور تھا۔" [1]

"جدید عثمانی قانون کی رو سے سرکاری خدمات کے لئے کوئی نسلی و مذہبی امتیاز نہیں ہے۔ ہر شخص کا حق مساوی تسلیم کیا گیا ہے اور سب حکومت کے دفاتر میں بغیر امتیاز مسلم اور غیر مسلم جگہ پا سکتے ہیں۔"

(دنیا کا جغرافیہ جدید مرتبہ ایلسی ریکلس ص ۲۵۸) یہ ۱۸۵۶ء کے فرمان تنظیمات کے بعد سے ملے، مگر اس سے پہلے بھی یہ نہیں تھا کہ غیر مسلم سرکاری خدمات سے خارج تھے۔ مثال کے طور پر دیکھو والیشیا اور مالڈیویا کے گورنر ہمیشہ یونانیوں سے

---

[1] اخبار الاندلس حصہ سوم ص ۲۰۶-۷

مقرر کئے جاتے۔ ہر وزارت میں دو عیسائیوں کو ضرور جگہ دی جاتی ہے۔ جن ایک ارمن ہوتا ہے اور ایک یونانی یا شامی اقلیتوں کی جانب سے کافی تعداد میں سینٹ کے ممبر مقرر کئے گئے ہیں اور متعدد نائب وزیر گورنر سفیر اور اعلےٰ عہدہ دار ہیں" [1]

پروفیسر فلپ کے۔ حتی رقمطراز ہے:-

"خلفاء کی سرپرستی میں نصرانیوں کے ساتھ بہت زیادہ رواداری برتی جاتی تھی، حتیٰ کہ نویں صدی کے نصف آخر میں بعض نصرانی وزارت جیسے بڑے منصب پر فائز کئے گئے تھے۔ ایسے نصرانی عہدہ داروں کا ویسا ہی ادب کیا جاتا جیسا کہ عام قاعدہ تھا کیوں ہمیں تاریخوں میں یہ بیان بھی ملتا ہے کہ بعض مسلمانوں کو ان عہدہ داروں کے ہاتھوں پر بوسہ دینے میں تامل تھا" [2]

مصر کے عیسائی مؤرخ جرجی زیدان کا بیان ہے "خلفائے اسلام کو غیر قوموں سے کسی قسم کا تعصب نہ تھا یہی وجہ تھی کہ فارس کے علماء اور حکماء بغداد میں گئے اور وہاں ان کو معزز عہدے دیئے گئے۔ اہل علم بھی اپنے مناسب کاموں میں لگا دیئے جاتے تھے۔ ہندوستان کے بت پرست طبیب بھی وہاں آتے تھے اور ان کی قدردانی میں کوتاہی نہیں ہوتی تھی۔۔۔ مسلمانوں کے سرعت کے ساتھ علمی ترقی کرنے کا ایک زبردست سبب یہ بھی ہے کہ خلفاء اسلام ہر قوم اور ہر مذہب کے علماء کے بہت بڑے قدردان تھے، ان کو ہمیشہ انعام و اکرام سے مالا مال رکھتے تھے، ان کے مذہب، قومیت اور نسب کا کچھ خیال نہیں کرتے"

---

[1] ترکوں میں عیسائیوں کی حالت۔ [2] عرب اور اسلام ص ۱۳۲

تھے، ان میں نصرانی، ہندی، صابی، سامری، مجوسی ہر ملت کے علما تھے۔ جن کے ساتھ خلفا نہایت عزت اور عظمت سے پیش آتے تھے، اور ذمی ہونے کے باوجود ان کو وہی آزادی اور عزت حاصل تھی، جو اہل منصب کو حاصل ہوا کرتی ہے۔"

فرانسیسی مؤرخ مجاڈ اہل شام کی آسودگی اور آسائش کو بہت تفصیل کے ساتھ بیان کرنے کے بعد لکھتا ہے:۔

"یونانی اور شامی عیسائی خاص شہر بغداد میں بھی آباد تھے۔ جہاں وہ تجارت میں مصروف رہتے تھے، اور طبابت کا پیشہ کرتے تھے، اور دوسرے علوم و فنون کی تحصیل کرتے تھے، ان کو ان کے علم کے سبب بڑی معقول ملازمتیں حاصل تھیں۔ بعض اوقات شہروں اور صوبوں کی حکومت بھی مل جاتی تھی۔"

امریکہ کا مشہور مؤرخ اور نامور فلاسفر ڈاپیر لکھتا ہے:۔

"عہد خلافت کے مسلمانوں نے نصاریٰ اور یہودیوں عالموں کا صرف معمولی اعزاز و احترام ہی مدنظر نہیں رکھا۔ بلکہ انہوں نے بہت سے اہم اور بڑے بڑے کام ان لوگوں کے سپرد کئے، اور انہیں سلطنت کے اچھے اچھے عہدے دیئے۔"

## اسلام میں مذہبی رواداری

جناب لالہ کاشی رام چاولہ لدھیانہ (پنجاب) تحریر فرماتے ہیں:۔

"دین اسلام میں مذہبی رواداری کے چند ثبوت پیش کرنا بھی خالی از لطف نہ ہوگا۔ انہیں پڑھ کر انسان کی آنکھیں کھل جاتی ہیں۔

Marfat.com

جس شخص کا مذہب زبردستی تبدیل کیا گیا ہو، وہ تبدیلی خود علمائے اسلام نے ناجائز قرار دی ہے۔ یہ ایک تاریخی واقعہ ہے کہ ایک یہودی مسمّٰی موسٰی میمونائڈز نے خوف کے مارے اسلام قبول کر لیا۔ لیکن پھر وہ مصر کو بھاگ گیا اور وہاں دوبارہ اپنے آپ کو یہودی ظاہر کیا۔ اسپین کے ایک مسلمان جیورسٹ نے اس کو مجرم قرار دے کر اُسے سزا کا حکم سُنایا۔ لیکن عبدالرحیم بن علی نے جو کہ جج تھا اور سلطان صلاح الدین کا وزیر اعظم تھا، اُسے اس بنا پر چھوڑ دیا کہ جو آدمی زبردستی مسلمان بنایا گیا ہے، وہ مسلمان نہیں کہا جا سکتا۔

" اسی طرح ایک بار چند بدھ مذہب کے سادھوؤں کو جبر کے طور پر مسلمان بنایا گیا تھا، لیکن جب شاہ خزن کو اس بات کا علم ہوا تو اس نے اُن لوگوں کو اجازت دی کہ وہ اگر چاہیں تو تبت میں چلے جائیں اور اپنے آبائی مذہب کی پیروی کریں۔ ساتھ ہی کہا کہ قرآن کریم میں مذہب کے معاملہ میں سختی ممنوع ہے۔

" اصفہان کے گورنر نے کچھ یہودیوں کو ان کے خلاف منشا مسلمان بنا لیا۔ لیکن سلطان شاہ عباس نے انہیں یہ کہہ کر اپنے پرانے مذہب میں واپس جانے کی اجازت دے دی کہ کسی کو دھوکہ یا خوف سے مسلمان نہیں بنایا جا سکتا۔

" الحکیم نے بہت سے یہودیوں اور عیسائیوں کو خوف سے اسلام قبول کرنے پر مجبور کیا۔ لیکن دوبارہ علماء کا فتوی سن کر ان کو نہ صرف اپنے اپنے مذہب میں جانے دیا، بلکہ ان کو اپنے عبادت خانے از سر نو تعمیر کرنے کی اجازت دی۔

Marfat.com

"آرمینیا کا ایک مالدار سوداگر تبریز میں عیسائی مذہب سے تعلق رکھتا تھا۔ ایک دن ایک حاجی اس کے پاس آیا اور کہا تم مالدار آدمی ہو، تم مسلمان ہو جاؤ۔ اس سے دین اسلام کو بہت تقویت ملے گی۔ اس نے انکار کیا، اور کچھ نذرانہ پیش کیا۔ حاجی نے کہا، میں نذرانہ لینے نہیں آیا، میں تو تمہیں مسلمان بنانے آیا ہوں۔ اس نے پھر انکار کیا اور ان کی آپس میں تُو تُو مَیں مَیں ہو گئی۔ حاجی زیادہ بھڑک اُٹھا اور پاس کھڑے ایک دوسرے شخص کی تلوار لے کر اس سوداگر پر حملہ آور ہوا۔ اتفاق سے ضرب ایسی کاری لگی کہ وہ ختم ہو گیا۔ حاجی یہ دیکھ کر وہاں سے بھاگ گیا۔ اس افسوسناک واقعہ کی اطلاع مسلمان گورنر کو پہنچی۔ وہ حاجی کے اس ناروا حرکت کے باعث سخت برافروختہ ہو گیا۔ اس نے حاجی کو گرفتار کرا کے اپنے رُو بہ رو بلایا۔ چونکہ وہ کوئی تسلی بخش جواب نہ دے سکا۔ گورنر نے اس نامعقول حرکت کو دوسروں کے لئے عبرت انگیز بنانے کے لئے اپنے ہاتھ سے حاجی کا سر لوگوں کے سامنے تن سے جُدا کر کے لاش کو کتوں کے سامنے پھینکوا دیا۔ اور کہا:۔ "کیا یہی طریقہ ہے جس سے دین محمدی کی اشاعت کی جاتی ہے"

ایسی ہی صدہا اور مثالیں ہیں، جو کہ تاریخی واقعات ہیں، جن سے دین اسلام کے سچے پیروؤں نے اس پاک دین کی صحیح اسپرٹ کا ثبوت سچے معنوں میں دیا۔ لیکن مشکل یہ ہے کہ یہ واقعات نہ تو آج مسلمانوں کو سنائے جاتے ہیں اور نہ غیر مسلموں کو بلکہ ایسے واقعات سنائے جاتے ہیں، جنمیں دین اسلام کی حقیقی تعلیم سے بے بہرہ لوگوں نے احمقانہ حرکات کی ہیں اور ان مجہولانہ حرکات کو سامنے رکھ کر ایک دوسرے کو بھڑکایا جاتا ہے، جس کا صریح نتیجہ یہ ہے کہ دین اسلام کے

Marfat.com

متعلق لوگوں کے دلوں میں غلط فہمیاں پیدا ہو رہی ہیں، اور ملک و قوم کے خرمن امن میں آگ لگ رہی ہے۔

"دیگر مذاہب کے ٹھیکہ دار بھی اسی طرح آگ بھڑکانے کے لئے ایسے ہی واقعات پیش کر دیتے ہیں۔

ان تمام حوالجات اور تاریخی تمثیلات سے صاف عیاں ہے کہ دین اسلام میں مذہبی رواداری کو لازمی قرار دیا گیا ہے، اور اسے ایمان کا ایک ضروری جزو سمجھا گیا ہے۔"[1]

## اشاعت اسلام پر ایک نظر

مسلمانوں پر اسلام کی یہ جبراً اشاعت کا الزام عائد کرنے والوں نے ذرا انصاف سے کام لیا ہوتا تو ان کے قلم سے اس طرح کا ایک جملہ بھی نہیں نکل سکتا تھا، جیسا کہ مسز موری، پرنسپل گرلز کالج دہلی نے اپنی کتاب "ادھر اُدھر کی کہانیاں" میں لکھا ہے:۔

"مسلمانوں نے دوسروں کو تلوار کے زور سے مسلمان بنایا۔ جو کہتا کہ ہم مسلمان نہیں بنیں گے، اس کی وہ گردن اڑا دیتے تھے"۔

کیا ایسے لوگ بتا سکتے ہیں کہ چین، حبشہ، جزائر، شرق الہند، مالدیپ، ملایا، بورنیو، فلپائن، مڈغاسکر اور ایسے ہی بہت سے ملکوں میں جہاں مسلمانوں نے کبھی فوجی حملہ نہیں کیا، مسلمان کہاں سے آئے؟ وہاں

---

[1] اے مسلم بھائی مصنفہ لالہ کاشی رام چلولہ ص ۲۰۵-۲۰۱

Marfat.com

کن لوگوں نے تلوار سے کام لیا اور ان ممالک کے باشندوں پر کس کا دباؤ ڈالا؟ ان حضرات کو معلوم ہونا چاہیئے کہ ان مقامات میں مسلمان بڑی کثرت سے آباد ہیں!

چین میں جہاں مسلمانوں نے کبھی بھی فوج کشی نہیں کی، آج کم و بیش سات کروڑ مسلمان بستے ہیں اور چینی دارالسلطنت میں ۴۹ مساجد ہیں۔

حبشہ پر مسلمانوں نے حملہ نہیں کیا، اور نہ کسی نے خون کا ایک قطرہ بھی بہایا، مگر اس ملک میں آج نصف آبادی مسلمانوں کی نظر آتی ہے۔

جزیرۂ مالدیپ پر مسلمانوں نے چڑھائی نہیں کی، لیکن آٹھویں صدی عیسوی میں وہاں کا راجہ شنوازد مسلمان ہوگیا۔ یہی نہیں، وہاں کی ساری آبادی بھی مسلمان ہوگئی، اور آٹھ سو سال تک سلطانوں کے زیر اثر حکومت رہنے کے بعد یکم جنوری ۱۹۵۳ء میں اسلامی ممالک کی تعداد میں ایک نئی جمہوریت کا اضافہ ہوا۔

ملایا میں اسلامی فوج کا گذر کبھی نہیں ہوا، لیکن آج وہاں چار کروڑ مسلمان بستے ہیں۔

جزائر شرق الہند (یعنی جاوا، سماترا وغیرہ) کبھی اسلامی اقتدار کے ماتحت نہیں آئے۔ لیکن یہاں مسلمانوں کی اکثریت ہے۔ اب "جمہوریہ انڈونیشیا" کے نام سے مشہور ہے۔ انڈونیشیا تین ہزار جزیروں کے مجموعہ کا نام ہے اور اس کی آبادی سات کروڑ نوے لاکھ اسی ہزار ہے۔ اس میں کم و بیش نوے فیصدی مسلمان ہیں۔ انڈونیشیا میں اسلام کی تبلیغ و اشاعت میں گجرات کے مسلمان تجار کا بڑا حصہ ہے۔

Marfat.com

جزیرہ بورنیو میں ایک بزرگ شیخ شمس الدین کی کوشش سے اسلام پھیلنا شروع ہوا۔

بورنیو کے قریب جزیرہ سیلیبز ہے۔ یہاں بھی اسلام کا نور چمکا۔ پندرھویں صدی میں فلپائن کے جزیروں میں اسلام کی روشنی پھیلی۔ اٹھارہویں صدی میں جزیرہ نیوگنی اور جزیرہ ملوکا میں امام ذاکر کی کوششوں سے اسلام پھیلا۔

بلغاریہ، رومانیہ، فن لینڈ اور پولینڈ تک اسلام کی روشنی پھیلی۔ روس اور سائبیریا میں بھی اسلام پھیلا۔

ان مقامات میں مسلمانوں نے خون کی ندیاں نہیں بہائیں۔ بلکہ صوفیائے کرام اور تجار کی کوششوں سے اسلام پھیلا۔

## مغل تاتار کا اسلام قبول کرنا

مغل تاتاری وحشی اور خون خوار تھے، جنہوں نے ظلم اور سفاکی میں بڑی شہرت حاصل کی۔ خون ریزی اور قتل عام ان کا شیوہ تھا۔ وہ اسلامی سلطنتوں اور مسلمانوں کا نام و نشان مٹانے پر تلے ہوئے تھے۔ انہوں نے ۶۵۶ھ (۱۲۵۸ء) میں اسلامی سلطنت کے مرکز بغداد کی اینٹ سے اینٹ بجادی۔ عالی شان مسجدیں مسمار کر دیں اور شاہی کتب خانوں کی کتابوں کو دریائے دجلہ کے سپرد کر دیا۔ لیکن خدا کی قدرت دیکھئے کہ انہی تاتاریوں کو جو اسلام اور مسلمانوں کا نام مٹانے پر تلے ہوئے تھے، اسلام نے مسخر کر لیا اور وہ مسلمان ہو کر اسلام اور مسلم سلطنتوں کے محافظ بن گئے۔ خود اُن کے شہر علم و فن کے مرکز بن گئے۔ بخارا، خیوا، سمرقند اور تاشقند کا تمدن تاریخ

Marfat.com

کے صفحات کی زینت بنا ہوا ہے۔

یہ تھی اسلام کی حقانیت کی تلوار جس کے سامنے فاتحین کے سر بھی خم ہو جاتے ہیں ؎

ہے عیاں یورشِ تاتار کے افسانے سے
پاسباں مل گئے کعبہ کو صنم خانے سے

قوبیلا قاآن کے پوتے آنندا جو ختا کا حاکم تھا۔ اپنی ڈیڑھ لاکھ فوج کے ساتھ مسلمان ہو گیا۔ اس نے اسلام پھیلانے میں بڑی کوشش کی۔ خود ہلاکو خاں کے بیٹے تیکودار اوغلان نے ۶۸۰ھ میں اسلام قبول کیا اور اپنا اسلامی نام 'احمد خاں' رکھا۔ احمد خاں کے مسلمان ہو جانے کے بعد کثرت سے تاتاری مسلمان ہو گئے۔

سیر اورادا کا حاکم برکہ خاں مشرف بہ اسلام ہوا۔ اس کے پورے علاقہ میں اسلام پھیلا۔

۱۲۶۶ء میں براق خاں نے اسلام قبول کیا۔ یہ چغتائی کا پرپوتا تھا۔

سلطان غازان بودھ مذہب کا پیرو تھا۔ اس نے ۱۲۹۵ء میں اسلام قبول کیا۔ اس نے اسلام کو شاہی مذہب قرار دیا۔ اس کی کوشش سے وسط ایشیا میں اسلام پھیلا۔

۱۳۲۲ء میں ایک بڑا مغل سردار طرم شیریں جو چینی ترکستان کا حکمراں تھا، مشرف بہ اسلام ہوا۔ اس کا پایۂ تخت کاشغر تھا۔

ازبک خاں (۱۳۲۷ء) نے قرآن پاک کے آگے اپنا سر جھکا دیا۔ اس کے مسلمان ہونے کے بعد سارا ملک اسلام کے آغوش میں آ گیا۔ مشرف

Marfat.com

بہ اسلام ہونے کے بعد ازبک خاں کے خیالات میں جو تبدیلی ہوئی۔ اس کا پتہ ذیل کے ہدایات سے چلتا ہے، جو اس نے اپنی عیسائی رعایا کے سلسلے میں دیئے۔

"کسی شخص کو جائز نہیں کہ وہ مطران کے کلیسا کی توہین کرے، جس کا افسر بطرس ہے اور نہ اس کے قسیسیوں اور نوکروں کو برا کہے۔ اسی طرح کسی کو جائز نہیں کہ وہ ان کے مال و اسباب یا آدمیوں پر قبضہ کرے۔ جو شخص ایسا کرے گا، وہ ہمارے فرمان کو توڑے گا، اور خدا کے سامنے خطاوار ہو کر عذاب کا مستحق ہوگا۔ ہماری طرف سے اس کو موت کی سزا ملے گی۔ ہم اقرار کرتے ہیں کہ نہ ہم اور نہ ہمارے صوبہ دار مطران کے کلیسا کے معاملات میں دست اندازی کریں گے۔ نہ شہروں میں اور نہ ان کی شکارگاہوں اور مچھلیوں کی جگہوں میں مزاحم ہوں گے اور نہ ان کے قصبات، مکانات اور جنگلوں پر دست اندازی کریں گے، جو عیسائی عالموں کے انتظام میں ہوں گے۔ کوئی شخص جو کلیسا کی کسی مقدس چیز پر ہاتھ ڈالیگا اُسے موت کی سزا ملے گی، تاکہ لوگوں کو عبرت ہو۔ جس وقت خراج لیا جائے یا جس وقت ڈاک کے لئے گھوڑے لئے جائیں یا فوج کے لئے آدمی بھرتی کئے جائیں، تو کلیساؤں سے کچھ نہ لیا جائے ...... اُن کے آئین و قوانین، ان کے گرجاؤں اور خانقاہوں کا ادب کرنا ہوگا، جو اس کے خلاف کرے گا سزائے موت کا مستحق ہوگا۔"

دشمنان اسلام بتائیں کہ کیا اسی کا نام تلوار کے زور سے اسلام کو پھیلانا ہے؟

**وسط ایشیا کے علاقے** ایک زمانہ میں وسط ایشیا کے سارے علاقے کابل اور سرحد کے باشندے عام طور پر بودھ مذہب کے پیرو تھے، لیکن جیسے ہی ان علاقوں میں اسلام پہنچا۔ انہوں نے کسی جبر و اکراہ کے بغیر دفعتاً اُسے قبول کرلیا۔ اس انقلاب پر مؤرخین کو حیرت

Marfat.com

ہے کہ ان ملکوں کے باشندوں کو کس چیز نے اسلام قبول کرنے پر مجبور کیا۔
سر تھامس آرنلڈ اشاعت اسلام کی تاریخ میں خاص درک تحقیق رکھتے ہیں۔
لیکن ان ملکوں کے باشندوں کے اچانک مسلمان ہو جانے پر وہ بھی حیران ہیں۔

## جرمنی، فرانس اور انگلستان کے بادشاہوں کا اسلام سے متاثر ہونا

امریکہ کا مشہور علامہ جان ڈیم ڈریپر اسلام کو 'جنوب کی اصلاحی تحریک' کے نام سے یاد کرتا ہے۔
تمدن عرب کے اثرات سے شہر لبنان کے غریب آدمی سے لے کر جرمنی کے شہنشاہ تک سب میں سرایت کر چکے تھے۔ تیرہویں صدی عیسوی کے شروع میں پاپائی لغویت سے تنگ آکر فلپ شاہ فرانس اور جان شاہ انگلستان نے مسلمان ہو جانے کی خواہش ظاہر کی۔ بادشاہ فلپ آگسٹس کی زبان سے جو الفاظ نکلے تھے وہ ڈریپر کے الفاظ میں ملاحظہ فرمائیں:-

AH ! HAPPY SALADIN (سلطان صلاح الدین) HE HAS NO POPE ABOVE HIM. I TOO WILL TURN MOHAMMADAN.

پھر ڈریپر لکھتا ہے:-

IN HIS EXTRIMITY THE KING OF ENGLAND IS SAID TO HAVE SENT A MESSENGER TO SPAIN, OFFERING TO BECOME A MOHAMMEDAN.

(INTELECTUAL DEVELOPMENT OF EUROPE— PT II PAGES 53-54.)

Marfat.com

## اشاعت اسلام کا سلسلہ جاری ہے

مسلمانوں کی عظیم الشان سلطنتیں جن کا رعب و جلال ساری دنیا میں قائم تھا، زیادہ تر ختم ہو گئیں اور کچھ دم توڑ رہی ہیں — اندلس (اسپین) کی پُر جلال سلطنت جس کی تہذیب نادرۂ روزگار تھی، اور جس کا فرانس ایک مدت تک باج گذار رہا، داستانِ ماضی بن گئی — مسلمان بادشاہوں نے جس شان و شوکت کے ساتھ ہندوستان پر حکومت کی، اُسے تاریخ کبھی نہیں بھلا سکتی۔ یہ عظیم الشان سلطنت بھی ختم ہو گئی — عثمانی حکومت جس نے اپنے عروج و اقتدار کے زمانہ میں سارے یورپ میں تہلکہ ڈال رکھا تھا، برائے نام باقی رہ گئی — عراق اول درجے کی سلطنت سے باج گزار بن چکا ہے — عرب، شام اور عراق کی اسلامی سلطنتیں جو اپنے دورِ عروج و اقبال میں کوس لمن الملک بن چکی ہیں، اب بے اثر ریاستیں بن کر رہ گئیں — تنظیم ملت کا شیرازہ پراگندہ ہے، نہ تو مسلمانوں کی طرف سے اسلام کی اشاعت کی کوشش کی جاری ہے، اور نہ کوئی موجودہ اسلامی حکومت تبلیغ و اشاعت میں حصہ لیتی ہے — لیکن۔ دنیا کو یہ دیکھ کر حیرت ہو رہی ہے کہ اشاعت اسلام کا سلسلہ جاری ہے — انگلستان، جرمنی، امریکہ، فرانس وغیرہ کی بڑی بڑی ہستیاں آج بھی دائرۂ اسلام میں داخل ہو رہی ہیں، اور جا بجا نئی مسجدیں تعمیر ہو رہی ہیں۔

لورپول کے ایک مشہور انگریز وکیل ولیم ہنری کولیم نے اسلام قبول کیا۔ انگلستان کے لارڈ ہیڈلے۔ سر آرچی بالڈ ہملٹن، مسٹر ولیم بشیر پیکارڈ، مسٹر سیڈ فلیکس ویلوی، ڈاکٹر لیون، سر ہیوبرٹ رین کن، لیڈی کوب بالڈ وغیرہ

Marfat.com

جیسی ممتاز ہستیاں، اور برلن کے ڈاکٹر مرکس، ڈاکٹر گریٹ فلٹ ڈاکٹر بیننگ، بارن عمر، پروفیسر ہٹ فلٹر وغیرہ جیسے ممتاز اہل علم نے اسلام قبول کیا۔ ۱۹۴۹ء میں انگلستان کے مشہور ملک التجار ولیم بیبرک نے اسلام قبول کیا۔ مشہور انگریز مسلمان اور مستشرق محمد مارماڈیوک پکتھال مرحوم نے مشرف باسلام ہونے کے بعد اسلام کی بڑی خدمت کی۔ ان کی سب سے زیادہ قابل قدر یادگار قرآن پاک کا انگریزی ترجمہ ہے۔ آسٹریلیا کے مشہور اہل قلم فیلکس ویلائی مشرف بہ اسلام ہوئے۔ آپ نے پولیٹکل اینڈ ریلیجس ڈیولوشن ان اسلام لکھی۔

۱۸۸۷ء میں امریکہ کے ایک پادری صاحب عیسائیت پھیلانے کے لیے ترکی گئے، لیکن اسلام کی خوبیاں دیکھ کر خود مشرف بہ اسلام ہو گئے اور امریکہ واپس آکر وہاں اسلام پھیلانے کی کوشش کرنے لگے۔ ۱۸۹۲ء میں امریکہ کے ایک فلسفی رسل ویب نے جزائر فلپائن میں امریکہ کی جانب سے کسی ممتاز عہدہ پر مامور تھے، اسلام قبول کیا۔

۱۹۵۱ء کی مردم شماری کے لحاظ سے امریکہ اور کناڈا میں مسلمانوں کی تعداد تخمینی آبادی ۔۔۔ ۳۲ ہے۔ ایک بڑی اور باقاعدہ مسجد مینار وں سمیت شہر واشنگٹن میں ہے، اور نیویارک، ڈیٹرائٹ، سیکرامنٹو وغیرہ دوسرے بڑے بڑے شہروں میں بھی مسلم عبادت گاہیں موجود ہیں۔

(صدق جدید ۱۵ اکتوبر ۵۴ء)

جرمنی کا ایک نومسلم ٹی۔ ایم۔ ہوگ جس نے ۱۹۴۵ء میں اسلام قبول کیا تھا، لکھتا ہے کہ:۔

Marfat.com

"اس وقت جرمنی میں غیر ملکی مسلمانوں کے علاوہ نومسلم جرمنوں کی کافی تعداد موجود ہے، اور اس تعداد میں روز بروز اضافہ ہوتا جا رہا ہے۔ خاص برلن میں نومسلم جرمنوں کی ایک سوسائٹی بن گئی ہے جو اسلامی تعلیمات پر تبادلہ خیال کرتی رہتی ہے۔

"جرمنی کے علاوہ یوگوسلاویہ میں بھی بہت سے مسلمان موجود ہیں۔ یہ زیادہ تر وہ لوگ ہیں جو پہلے کچھ اور تھے، اور بعد میں اسلام قبول کیا۔ اسی طرح ہنگری میں بھی نومسلموں کی تعداد موجود ہے۔ رومانیہ اور بلغاریہ میں تو کافی تعداد میں مسلمان ہیں۔"

یہ نومسلم جرمن لکھتا ہے:۔

"میں نہایت وثوق کے ساتھ یہ بات کہہ سکتا ہوں کہ گذشتہ دس پندرہ سال کے اندر یورپ کے مختلف ممالک میں مسلمانوں کی تعداد چہار چند سے بھی زیادہ بڑھ گئی ہے۔"

ایک جرمن مفکر ایم۔ عثمان جس نے حال ہی میں اسلام قبول کیا ہے، ایس۔ ایم۔ کالج کراچی میں تقریر کرتے ہوئے کہا تھا کہ "صرف اسلام ہی ایک ایسا مذہب ہے جو دنیا کی ترقی یافتہ اقوام کو مطمئن کر سکتا ہے۔ ممکن ہے کہ آگے چل کر یورپ کی اکثریت اسلام قبول کر لے۔"

انگلستان کے مشہور مفکر جارج برنارڈ شاہ، جس کا حال ہی میں انتقال ہوا ہے، اپنی کتاب GETTING MARRIED میں لکھتا ہے:۔

"اب سے ایک سو سال بعد یا اس سے بھی پہلے انگلستان خاص طور پر اور مغربی دنیا عام طور پر مشرف بہ اسلام ہو جائے گی۔ اس لئے کہ اسلام میں ہر قسم

Marfat.com

کی ترقی کے جذب کرنے کی بے پناہ قوت موجود ہے "

جاپان کے مذہبی پروہت " ایکر گواگوچی " کو یہ دیکھ کر بہت تعجب ہوا کہ لہاسہ میں جو تبت کا صدر مقام ہے مسلمانوں کی دو مسجدیں اور دو قبرستان موجود ہیں۔ پروہت صاحب فرماتے ہیں کہ " جس ملک میں بودھ مت کا اتنا زور ہو، وہاں اسلام کا وجود حیرت انگیز ہے "

(دکن ٹائمز مدراس، مورخہ ۲۰ جنوری ۱۹۵۲ء)

پروہت صاحب کے لئے اس سے زیادہ حیرت و استعجاب کی بات تو یہ ہونی چاہیئے کہ خود ان کے ملک جاپان میں بغیر کسی باقاعدہ کوشش کے اسلام پھیل رہا ہے، اور شہر ٹوکیو اور شہر کوبے میں شاندار مسجدیں موجود ہیں۔

مشہور حبشی اہل قلم اے بیننگ سین لکھتا ہے کہ " سویٹ یونین کی ایشیائی اور یورپی حصوں میں مسلمانوں کی تعداد کا اندازہ کم و بیش تین کروڑ لیا گیا ہے ...... سویٹ یونین کی وسعتوں میں موجود مساجد کی تعداد کا صحیح اندازہ نہیں کیا جا سکتا لیکن ۱۹۴۲ء کے شائع شدہ بعض اعداد و شمار سے معلوم ہوا تھا کہ وہاں ۱۳۱۲ مساجد موجود ہیں۔ سویٹ یونین کے یورپی علاقوں کے علاوہ اس کے ایشیائی حدود میں اس وقت مسلمانوں کی چھ جمہوری حکومتیں قائم ہیں۔ آذربائجان، ازبکستان، قازقستان، ترکمانستان، تاجکستان اور کرغیزیا۔ اسلام روس میں رفتہ رفتہ پھیل رہا ہے۔ مسلمانوں کی دینی اور دنیاوی تعلیم کے لئے ہزاروں مدارس قائم ہو چکے ہیں۔[1]

---

[1] دین دنیا اگست ۱۹۵۵ء

Marfat.com

# مسلم شاہانِ ہند کی رواداری

مسلمان بادشاہوں نے جس شان و شوکت کے ساتھ ہندوستان پر حکومت کی، اُسے تاریخ کبھی فراموش نہیں کر سکتی۔ ان کی حکومت کی نمایاں خصوصیت رعایا کی فلاح و بہبود، خوش حالی و فارغ البالی اور مذہبی رواداری تھی۔ یہ ایک ناقابل تردید حقیقت ہے کہ مسلم شاہانِ ہند کے دورِ حکومت میں ہندوستان کی سرزمین خیر و برکت سے معمور تھی، اور میجر باسو کے الفاظ میں رعایا کی خوش حالی اور دولت مندی کے اعتبار سے بھی مسلمانوں کا دورِ حکومت سونے کے حروف سے لکھے جانے کے قابل ہے۔ ٹیونیر، کیپٹن ہاکن، سر ٹامس رو، سر جان لینکاسٹر مسلم شاہانِ ہند کے زمانہ میں ہندوستان آئے تو یہاں کی رعایا کی خوش حالی، دولت اور فروغ کو دیکھ کر حیرت میں آ گئے۔ یہاں کے بڑے بڑے خزانے، سونا چاندی، زیورات اور موتیوں کو دیکھ کر مشہور سیاح ٹیونیر کی آنکھیں خیرہ ہو گئیں۔ ہندوستان کے عظیم الشان شہروں کو دیکھ کر انگلستان کے لوگ مرعوب ہوتے تھے۔ اُس زمانہ میں شہر آگرہ لندن سے بڑا تسلیم کیا جاتا تھا۔ اوون سڈنی کا بیان ہے کہ جہانگیر کے عہد میں ہندوستان کے باہر کی دنیا، جس میں یورپ بھی داخل ہے، سلطنتِ مغلیہ کے شاندار نظامِ حکومت کو دیکھ کر عش عش کرتی اور مرعوب ہو جاتی تھی۔ کپتان الگزنڈر ہملٹن کے بیان کے مطابق اورنگ زیب کے

Marfat.com

زمانہ میں ہندوستان کی تجارت کا مقابلہ یورپ کے بڑے بڑے ممالک نہیں کرسکتے تھے۔ برٹش گورنمنٹ کے مشہور وائسرائے سرولیم ہنٹنگ کو تسلیم کرنا پڑا تھا کہ کئی اعتبار سے مسلمانوں کی حکومت ہماری حکومت (حکومت برطانیہ) سے سبقت لے گئی۔

بقول پروفیسر وی۔ اے۔ سمتھ "دوسری قومیں ہندوستان میں آکر تھوڑے دنوں تک حکمرانی کے بعد ہندو قوم میں جذب ہوگئیں۔ اور ان کی کوئی اپنی قومیت نہ رہی، لیکن برخلاف اس کے، پروفیسر ایل گرنچی کے بیان کے مطابق مسلمان جب ہندوستان میں آئے تو اپنا ایک تمدن لائے، جس نے ملک کو بے حد متاثر کیا"۔

## سلاطین ہند کی رواداری

مسلم شاہان ہند کے عہد میں ہندوستان کی غیر مسلم رعایا کا مذہب، ان کی جانیں، اُن کی دولت وجائداد اور ان کی عزت وآبرو، غرض ہر چیز محفوظ تھی۔ نیز وہ اعلیٰ سے اعلیٰ عہدوں پر فائز تھے۔ مذہبی تفریق نام کے لئے بھی نہ تھی۔ مشہور ہندوستانی مؤرخ پروفیسر ایشوری پرشاد کا بیان ہے کہ "جس زمانہ میں کہ ہندوستان پر مسلمان بڑی رواداری کے ساتھ حکومت کر رہے تھے۔ اسی زمانہ میں رومن کیتھولک غیر مذاہب کے لوگوں پر بڑے بڑے مظالم اور سفاکیاں کر رہے تھے، خیالات کی آزادی اور مذہبی حریت کا تو گلا ہی گھونٹ دیا تھا۔ لیکن مسلمانوں کا سلوک مغربی اقوام کے مقابلہ میں کہیں بہتر تھا۔ مسلمانوں نے مذہبی معاملات میں کبھی جبر سے کام نہیں لیا"۔

یہ انتہائی ناانصافی کی بات ہے کہ مسلمان بادشاہوں کو بدنام کرنے

Marfat.com

کے لئے کسی واقعہ کو غلط صورت میں پیش کر کے عام انداز میں یہ کہا جائے کہ مسلمانوں کے عہد میں غیر مسلموں کو نہ مذہبی آزادی حاصل تھی، نہ مساوی حقوق حاصل تھے اور نہ اُن کی عزت آبرو محفوظ تھی۔ نیز ان کے ساتھ سختی کا برتاؤ کیا جاتا تھا، وہ زبردستی مسلمان بنائے جاتے تھے، اور ان کے عبادت خانے مسمار کر دیئے جاتے تھے۔ حیرت ہے کہ یہ لغو اور بے سر و پا الزامات اُن مسلمان بادشاہوں پر لگائے جاتے ہیں جنہوں نے ہندوستان کو اپنا وطن سمجھا، اور یہاں کی مذہبی زندگی اور خیالات میں انقلاب عظیم پیدا کر دیا۔ جنہوں نے ہندوؤں کو بڑے بڑے عہدے عطا کئے۔ جنہوں نے ہندوؤں کے عبادت خانوں کے لئے بڑے بڑے وقف جاری کئے۔ جنہوں نے ہندوؤں کو نہتا نہیں کیا، بلکہ اسلحے رکھنے کی عام اجازت دی، جنہوں نے ہندوؤں کی مذہبی کتابیں پڑھیں اور ان کی فراہمی اور حفاظت میں کوشش بلیغ کی، جنہوں نے ہندوؤں کے علوم و ادب کو فروغ دے کر ان کو دنیا سے روشناس کرایا۔ جنہوں نے صدیوں تک ہندوستان میں حکومت کی اور جو اپنے عدل و انصاف، پاکیزہ نظم و نسق اور مذہبی رواداریوں کے غیر فانی نقوش اپنے بعد چھوڑ گئے۔

مسلم دورِ حکومت میں مسلمانوں کی طرح غیر مسلم اقوام کو بھی اپنے فرائض مذہبی کے ادا کرنے میں پوری آزادی حاصل تھی۔ مذہبی تیوہار قدیم دستور کے مطابق دھوم دھام اور شان و شوکت سے منائے جاتے تھے اور مسلمانوں کی جانب سے کسی طرح کی روک ٹوک نہ تھی۔ پنڈت سُندر لال صاحب مصنف "بھارت میں انگریزی راج" لکھتے ہیں کہ "دلّی کے مغل دربار کے اندر ہندو اور مسلمانوں کے خاص خاص تیوہار برابر جوش و خروش کے ساتھ منائے جاتے تھے۔"

Marfat.com

مخالفین اور موافقین مورخین کی مستند تاریخوں کی ورق گردانی کر جایئے، لیکن ایک واقعہ بھی ایسا نظر سے نہ گذرے گا جس سے یہ ظاہر ہو کہ ہندوؤں نے اس سرزمین ہند میں اپنی غالب اکثریت کے باوجود من حیث القوم مسلمان حکمرانوں کے خلاف کوئی مذہبی بغاوت کی ہو۔ اس کی وجہ یہ تھی، کہ اس زمانہ کے ہندو مسلم دورِ حکومت سے پوری طرح مطمئن تھے، ان کو مسلم دورِ حکومت سے کوئی شکایت نہ تھی۔ اورنگ زیب عالمگیر کی زندگی کے آخری ۲۰ سال دکن میں گذرے اور وہ وہاں مصروف جنگ رہا، لیکن اس کے دارالسلطنت میں نہ ہندوؤں نے بغاوت کی اور نہ کوئی شورش پیدا ہوئی۔

بعض متعصب اور تنگ دل اہل قلم خود ساختہ کہانیوں کی تلاش میں رہتے ہیں، جن میں کہ واقعات اور تاریخ کی طرف سے آنکھیں بند کر کے گزشتہ دور کے عدل و انصاف اور رواداری کے خلاف خوب زہر اگلا جاتا ہے اور تاریخ کی صورت کو زیادہ سے زیادہ مسخ کر کے پیش کیا جاتا ہے۔ چنانچہ غیر مسلم رعایا کو جو مسلمانوں کی سلطنت میں آسودہ اور خوش حال تھی، مظلوم اور جبر و استبداد کی شکار بنا کر دکھایا جاتا ہے، تاکہ اس طرح شاہانِ ہند کو بدنام اور رسوا کیا جائے۔ یہ طریقہ کار معصوم ہی نہیں، بلکہ کھلی ہوئی بددیانتی ہے۔

غرض مسلم دورِ حکومت کی تاریخ کے مطالعہ کے بعد کوئی بھی منصف مزاج شخص یہ نہیں کہہ سکتا کہ کسی زمانہ میں بھی اپنے دورِ حکومت میں فرقہ پرستی یا مذہبی تنگ نظری سے کام لیا ہے، بلکہ اگر بغور دیکھا جائے تو ان کا دورِ حکومت زمانہ حاضرہ کی اکثر و بیشتر جمہوری اور لادینی حکومتوں سے بھی بہتر تھا، اور اگر اس طرح رواداری سے کام نہ لیتے تو یہ ناممکن تھا کہ وہ پورے ایک ہزار برس

Marfat.com

تک اس ملک کی اکثریت پر امن و امان کے ساتھ حکومت کر سکتے۔ ہندوستان کے مؤرخ لالہ ایشوری پرشاد تحریر فرماتے ہیں :۔

"اگر مسلمان تنگ نظری اور فرقہ پرستی سے کام لیتے تو وہ اتنی طویل مدت تک ہندوستان پر حکومت نہیں کر سکتے تھے، کیونکہ یہ ناممکن ہے کہ مسلم اقلیت ہندو اکثریت پر ظلم و زیادتی کرے اور اکثریت اُسے صدیوں تک برداشت کرتی رہے۔ ہندوستان میں مسلمانوں کی پالیسی اوّل سے لے کر آخر تک رواداری پر مبنی رہی ہے۔ انہوں نے ہندوؤں کے دھارمک معاملات میں کبھی مداخلت نہیں کی۔ کسی ایک ہندو کو بھی محض ہندو ہونے کے جرم میں نہیں ستایا، بلکہ مسلمان بادشاہوں نے ہمیشہ اس بات کی کوشش کی ہے کہ وہ اس ملک کے غیر مسلموں کی ہمدردیاں زیادہ سے زیادہ حاصل کریں۔"

بنگال کے مشہور مؤرخ اور اہل قلم اچاریہ پرفلا چندرائے اپنے ایک محققانہ مضمون میں لکھتے ہیں، کہ بیسویں صدی سے پہلے کا ہندوستان ایک ایسا ہندوستان تھا، جس میں کہ فرقہ پرستی اور مذہبی تعصب کا نام و نشان تک نہ تھا چنانچہ الفنسٹن اپنی کتاب میں لکھتا ہے :۔ "علاء الدین خلجی کہا کرتا تھا کہ مذہب کا ملک کی حکومت کے ساتھ کوئی تعلق نہیں۔ مذہب صرف انسان کی نجی زندگی سے تعلق رکھنے والی چیز ہے، بلکہ سچ پوچھیے تو یہ قلبی سکون کا ایک ذریعہ ہے۔" آگے چل کر پرفلا صاحب لکھتے ہیں کہ "چودھویں صدی عیسوی تک مسلمانوں کی حکومت نہ صرف شمالی ہند میں بلکہ دکن میں بھی اچھی طرح جم گئی تھی اس زمانہ سے لے کر بیسویں صدی کے شروع تک (یعنی انگریزوں کی آمد تک) چھ سو برس کی ہندوستان کی تاریخ سے یہ ظاہر ہوتا ہے کہ اس طویل زمانہ میں

اس ملک کے اندر تعصب یا فرقہ پرستی کا کہیں نام و نشان تک نہ تھا۔ یہ بات بظاہر بڑی عجیب معلوم ہو گی۔ لیکن بات یہی ہے کہ تعصب اور تنگ نظری ابھی حال ہی کی پیداوار ہے، جس کا سیاسی اغراض کے لئے سہارا لیا گیا۔"

## مسلمانوں کی حکومت غیر ملکی نہیں تھی

مسلمانوں نے ہندوستان میں زبردست حکومتیں قائم کیں۔ انہوں نے اپنی حکومت کے استحکام کے لئے خود مسلمانوں سے بھی لڑائیاں لڑیں، اور اپنے رشتہ داروں کا خون بھی بہایا۔ لیکن مسلم حکمرانوں نے تاج و تخت کے لئے کبھی مسلم اور غیر مسلم کی تفریق پیدا نہیں کی۔ سچ تو یہ ہے کہ مسلمانوں نے ہندوستان پر مسلمان بن کر حکومت نہیں کی، بلکہ بادشاہ بن کر وہ حکمراں رہے۔ انہیں ہندوستان کی سرزمین سے محبّت تھی، اور اس ملک کو چھوڑنے یا نقصان پہنچانے کا خیال ان کے دل میں کبھی نہیں پیدا ہوا۔ بقول سر ولیم ہنٹنگ، سابق وائسرائے ہند" جو ممالک مسلمانوں نے فتح کئے، ان میں وہ رہ پڑے۔ انہوں نے وہاں کے باشندگان کے ساتھ مناکحت کی اور انہیں جملہ حقوق دیئے۔ فاتح اور مفتوح کے منافعے اور ہمدردیاں ایک ہو گئیں"۔ لالہ راجپت رائے کے بیان کے مُطابق "یہ کہنا صحیح نہیں کہ ہندوستان میں مسلمانوں کی حکومت ایک غیر ملکی تھی۔ اس میں شک نہیں کہ مسلمان حملہ آور نسلاً غیر تھے، لیکن ہندوستان میں آباد ہوتے ہی انہوں نے اس ملک کو اپنا وطن بنا لیا"

چنانچہ مسلمان یہاں آکر آباد ہوئے، اور اسی سرزمین میں انہوں نے مرنا پسند کیا۔

## شاہان ہند نے مسلمانوں سے بھی جنگ کی

تاریخ کے پڑھنے والوں

سے یہ امر پوشیدہ نہیں کہ مسلم شاہانِ ہند نے ہندوستان کے ہندو اور مسلمان راجاؤں اور حکمرانوں دونوں ہی سے جنگ کی اور جنگ میں بدعنوانیاں بھی ہوئیں۔ لیکن ان کے جنگ کا مقصد صرف یہ تھا کہ وہ دہلی کی مرکزی سلطنت کو تسلیم کرلیں۔ اس نقطۂ نظر کے ماتحت انہوں نے جہاں ہندو ریاستوں کو شامل کرنے کی کوشش کی، وہاں نہ صرف پورے دکن کی مسلم ریاستوں کو پامال کردیا، بلکہ افغانستان تک کو نہ چھوڑا۔ لیکن جب ہندو یا مسلم حکمرانوں نے سلطنت دہلی کی مرکزیت تسلیم کرکے شاہان ہند کی اطاعت قبول کرلی، تو پھر شاہانِ ہند ان کے دوست بن گئے، اور ان کو ان ہی کے علاقہ کی حکمرانی عطا کردی گئی، اور باج گزار ریاستوں میں نہ تو اسلحہ کی ضبطی کا حکم صادر کیا گیا اور نہ مذہبی اُمور میں مداخلت کی گئی۔

## جنگ میں کشت و خون اور انہدامات

اس سے انکار نہیں کہ کہیں کہیں مندر بھی ٹوٹے اور ہندوؤں کی جانیں بھی گئیں، مگر کن موقعوں پر؟ جنگ کے زمانے میں۔ امن کے زمانے میں ہرگز کوئی مندر نہیں توڑا گیا، اور نہ کوئی ہندو قتل کیا گیا۔ جنگ میں کشت و خون اور انہدامات ہوا ہی کرتے ہیں۔ کیا اس سے کوئی انکار کرنے کی جرأت کرسکتا ہے کہ گجرات میں جین اور برہمن ایک دوسرے کے دشمن نہ تھے اور دونوں فرقے آپس میں کشت و خون اور ایک دوسرے کے عبادت خانوں کو مسمار نہیں کرتے تھے؟ کیا اس سے انکار ممکن ہے کہ بودھ مذہب کے پیروؤں نے ہندو کے عبادت خانوں کو مسمار نہیں کیا؟ یا شنکراچارج نے ہزاروں بودھ مت والوں کو تہ تیغ اور اُن کے معابد و آثار کو ملیامیٹ

Marfat.com

نہیں کر ڈالا؟ کیا راجہ رامچندر نے لنکا کو جلا کر سیاہ نہیں کر دیا؟

این گناہیست کہ در شہر شما نیز کنند

جناب تلسی رام صاحب لکھتے ہیں:۔

"جب لنکا فتح ہوا تو اس کی تاخت و تاراج سے بے انتہا سونا چاندی، جواہرات حاصل ہوئے۔ قیدیوں میں سے ہر ایک بزدآزما کے حصہ میں کئی کئی مرد عورت آئے۔ پھر اس شہر کو جلا کر خاک سیاہ کر دیا گیا، بہت سے شودر خاندان ان مفتوح عورتوں کی اولاد ہیں، جو فاتحوں سے پیدا ہوئے۔"

(واقعات ہند ذکر مہاراجہ رام چندر جی)

لالہ بابو رام اپنی کتاب "مختصر سیر گلشن ہند" (ص ۱۴) میں لکھتے ہیں:۔

"سنہ عیسوی ۵۷ برس پیشتر مہاراجہ بکرم نے جس کو بیر بکرمادت کہتے ہیں۔ ظہور پایا اور بڑا عالیشان راجہ مہاراجہ ہوا۔ کشمیر وغیرہ تک اپنی عملداری کر لی اور بدھ مت والوں کو قتل کر ڈالا۔ اور بالکل نیست و نابود کر دیا۔"

بابو شیو پرشاد لکھتے ہیں:۔

"برہمنوں نے بودھ راجاؤں کو دیوذات اور راکس ٹھہرا کر بودھوں کا نام تک لکھنا بھی پوتھیوں میں لازم نہیں سمجھا، اور اسی طرح بدھ کے مذہب والے مورخوں نے برہمنوں کے راجاؤں کا تذکرہ اپنی کتابوں میں قلم بند کرنا فضول اور بے مصرف جانا۔ بودھ مذہب والوں نے برہمنوں کی کتابیں خاک میں ملائیں اور برہمنوں نے بودھ والوں کی پوتھیاں غارت کر ڈالیں۔"

(جام جہاں نما، دوسری جلد، مطبوعہ ۱۸۶۰ء)

Marfat.com

شیو پرشاد صاحب "آئینہ تاریخ نما" میں لکھتے ہیں :-

"بودھ پرست جو رہ گئے تھے سب ہندوستان سے نکالے گئے یا وید کے پیرو بنائے گئے۔ بودھ کے بہار اور ستوپ اور مندر سب توڑے گئے اور پھونکے گئے۔ ان کی جگہ پر شیو کی مورت قائم ہوئی"۔

"ان کلیوں نے بودھوں کو مار مار کر نکالنا شروع کیا"۔

لالہ راجپت رائے تحریر فرماتے ہیں :-

"بشپ متر کے وقت میں بودھ مذہب کے ساتھ بہت سختی ہوئی"۔

تاریخ ہند میں لکھا ہے :-

"کہا جاتا ہے کہ بشپ متر نے بہت سے بدھ مٹھ و مندر جلائے"۔

"نویں صدی عیسوی میں بودھوں کے مقلد ہند سے جبراً نکال دیئے گئے"۔

ٹاڈ راجستان میں لکھا ہے :-

"ہندوستان میں جب جین مذہب کی حکومت تھی تو ہندوؤں پر جزیہ لگایا گیا"۔

ٹاڈ راجستان کے حاشیہ پر درج ہے :-

"۸۸۱ء میں امیشور کی مرضی سے ہندوؤں کی حکومت ترشک لوگوں کے ہاتھ میں چلی گئی۔ ہندوؤں کو جزیہ سے پالا پڑا۔ ہندوؤں پر قوم جین اور دوسروں نے بڑے بڑے تشدد کئے۔ اہل جین کے جور و ظلم اس قدر بڑھ گئے تھے کہ مہادیو جی کو شنکر اچارج کے قالب میں اوتار لینا پڑا۔ جینی مغلوب اور برباد ہوئے۔ شہر بنارس کو جین مذہب سے نجات ملی"۔

Marfat.com

## متعصّب غیر مسلم اہل قلم کا غلط پراپگنڈہ

یورپ کے متعصب علما اور اہل قلم ہمیشہ اپنی تحریروں اور تصنیفوں میں مسلم شاہان ہند کے متعلق بے بنیاد اور جھوٹے واقعات درج کر کے انہیں ہندوؤں کا دشمن ثابت کرنے کی کوشش کرتے رہے۔ ان کے پراپگنڈے کا یہ اثر ہوا کہ ہندوستان کے تنگ دل ہندو مصنفین نے بھی اُن من گھڑت واقعات کو جن کا صحیح تاریخ سے کوئی واسطہ نہیں تھا، اپنی تحریروں اور کتابوں میں تذکرہ شروع کر دیا۔ چنانچہ اسکول اور کالج کے نصاب میں ایسے واقعات کثرت سے درج ہو گئے۔ نتیجہ یہ ہوا کہ ہندوؤں کے دماغ میں یہ بات جم گئی کہ ہندوستان کے بادشاہ بڑے متعصب اور ظالم تھے اور انہوں نے ہندوؤں پر بڑے بڑے ظلم کئے اور ان کے مذہب کو بہت نقصان پہنچایا۔

ہندو مسلمان نفاق کی ذمّہ داری بڑی حد تک یہی نصاب کی کتابیں ہیں، جو اسکول اور کالج میں پڑھائی جاتی ہیں۔ اس قسم کی کتابوں کے مصنفین کا واحد مقصد یہ ہے کہ مسلم شاہان ہند پر جا و بے جا حملے کریں اور ان پر تعصب اور بُت شکنی کے الزامات لگائیں، تاکہ ہندوؤں کے دلوں میں مسلمانوں کے خلاف نفرت اور انتقام کے جذبات پیدا ہوں۔

جناب چودھری چھوٹو رام سابق وزیر متحدہ پنجاب نے اپنے ایک مضمون میں تحریر فرمایا تھا:۔

"ہندوستان کی تاریخ کی جو کتابیں ہمارے اسکولوں میں مروّج ہیں، وہ بڑی غیر مکمل یا غلط پیرایہ میں لکھی گئی ہیں، اور ان کے پڑھنے سے ہمارے نوجوانوں کے دلوں میں ایسا زہر پیدا ہو جاتا ہے جس کا کوئی توڑ ڈھونڈنا

Marfat.com

مشکل ہے۔ ان کتابوں کے پڑھنے سے ہندوؤں اور مسلمانوں کے دلوں میں باہمی کشیدگی، تلخی، تعصب اور تنگ دلی کے جذبات پیدا ہوتے ہیں۔ یہ کتابیں تاریخی واقعات کو ایسے پیرایہ میں بیان کرتی ہیں، جیسے کہ مسلمان بادشاہوں کے دل و دماغ حق نوازی، انصاف پسندی، رعایا پروری اور رواداری کے جذبات سے بالکل خالی تھے۔ حالانکہ یہ بات غلط ہے۔"

ملک کے آزاد ہو جانے کے بعد اس زہریلے پراپگنڈے کا سلسلہ ختم نہیں ہوا۔ انگریز یہاں جو زہر بو گئے تھے وہ کھیتی اب تک ہری ہے۔ اور اب بھی ایسے واقعات کتب، رسائل اور اخبارات اور تعلیمی نصابوں میں داخل کئے جا رہے ہیں۔ جن کے متعلق یہ ثابت ہو چکا ہے کہ ان کا اصلیت سے کوئی واسطہ نہیں۔ ایسے متعصب لوگوں کا وجود اس آزاد ہندوستان میں اب بھی باقی ہے جو ہندو بھائیوں کو مسلمانوں کے خلاف اشتعال دلانے کی ہمت افزائی کرتے ہیں۔

## مسلم حکمراں سچے محبانِ وطن تھے

ہندوستان کے مسلمان بادشاہوں پر ایک الزام یہ بھی لگایا جاتا ہے کہ انہوں نے اس ملک پر انگریزوں کی طرح غیر ملکی بن کر حکومت کی ہے۔ حالانکہ اصلیت اس سے بالکل مختلف ہے۔ تاریخ کا گہرا مطالعہ کرنے کے بعد پتہ چلتا ہے کہ مسلمانوں نے ہمیشہ ہی اس ملک پر سچے محبانِ وطن کی طرح حکومت کی اُن کی حکومت کا مرکز انگریزوں کی طرح انگلستان یا کوئی دوسرا ملک نہیں رہا۔ وہ اس ملک میں آریوں کی طرح باہر سے ضرور آئے، لیکن پھر اسی ملک کے باشندے بن گئے۔ ہندوستان آنے کے بعد انہوں نے کبھی کسی بیرونی ملک کی

Marfat.com

طرف آنکھ اُٹھا کر نہیں دیکھا، وہ اس ملک میں پیدا ہوئے اور اسی ملک کی خاک میں مل گئے۔ ہندوستان کے مسلم حکمرانوں نے انگریزوں کی طرح ہندوستان کو اپنی لوٹ اور غارت گری کا مرکز کبھی نہیں بنایا، بلکہ بقول مہاتما گاندھی "ہندوستان کو اپنا وطن بنا لیا"[1] انگریزوں کی طرح خود غرض بن کر نہیں، بلکہ بڑے خلوص کے ساتھ ہندوستان کی بڑی بڑی خدمتیں انجام دیں، اور نہایت ذمہ داری کے ساتھ حکومت کی۔ مسٹر ہالینڈ کے بیان کے مطابق "انگریزوں کا اصلی نقطۂ نگاہ ہندوستان کے ذریعہ انگلستان کو تونگر بنانا رہا۔ لیکن ہندوستان کے کسی مسلمان حکمراں کا یہ نقطۂ نگاہ نہیں رہا۔"

## انگریزوں نے ہندوستان کی دولت لوٹی

سر ولیم ڈگبی لکھتا ہے:- انگلستان کی صنعتی ترقی، بنگال کے بے شمار دولت اور کرناٹک کے خزانہ کی بدولت ہوئی"۔ لارڈ میکالے، کلایو کی سوانح عمری میں لکھتا ہے کہ "کمپنی اور اس کے نوکروں پر دولت بارش کی طرح برسنی شروع ہوئی"۔ لارڈ میکالے یہ بھی لکھتا ہے کہ ہندوستان سے دولت کے دریا بہہ کر انگلستان جانے لگے" اور جان سلیون لکھتا ہے کہ:-

"ہمارا طرز حکومت اسپنج کی مانند گنگا کے دھارے سے ہندوستان کی دولت چوس کر دریائے ٹیمز کے کنارے لے جا کر نچوڑ دیتا ہے"۔ برک ایڈمز اپنی کتاب "قانون تہذیب و انحطاط" کے صفحہ ۲۶۴ پر لکھتا ہے کہ "جب ہندوستان کا خزانہ انگلستان پر اُمنڈنا شروع ہوا اور سرمایہ میں اضافہ ہوا تو ایجادات

---

[1] تحریر مورخہ ۱۸ دسمبر ۱۹۴۶ء بحوالہ مشترکہ زبان

Marfat.com

کی تحریک میں بہت جلد ایک روح پیدا ہو گئی۔

"جب سے دنیا وجود میں آئی ہے شاید کبھی روپے سے اتنا منافع حاصل نہیں ہوا تھا۔ جتنا ہندوستان کے مال غنیمت سے ہوا، کیونکہ پچاس برس تک انگلستان کا کوئی مدمقابل نہیں تھا"

ہندوستان کی دولت کو سیکڑوں طریقوں سے جمع کر کے انگریز انگلستان لے جانے لگے۔ برک نے ہیسٹنگز کے مقدمہ کے دوران میں اس کل رقم، جو اس وقت ۱۷۹۰ء تک ہندوستان سے پہنچ چکی تھی، چالیس کروڑ کے قریب اندازہ کیا تھا۔ چارلس گرنٹس کے بیان کے مطابق ۱۸۵۷ء کے بعد انگلستان میں جوہریوں کی دکانیں ہندوستانی زیورات اور جواہرات سے پٹ گئی تھیں۔

ہندوستان کی دولت و حشمت جو کچھ کہ تھی، کافر فرنگیوں نے بہ تدبیر کھینچ لی۔

## مسلمانوں نے ہندوستان کی دولت یہیں صرف کی لیکن ہندوستان

کے مسلمان بادشاہوں نے ہندوستان کی دولت ہندوستان ہی میں صرف کی اور اُن کی ہمیشہ یہی خواہش رہی کہ ہندوستان کی دولت یہاں سے باہر نہ جائے۔ حتیٰ کہ انہوں نے ہندوستان کی دولت سے اپنے وطنوں کو بھی جہاں سے وہ آتے تھے کوئی فائدہ نہیں پہنچایا۔ مشہور سیاح ٹیورنیر TAVER-NIER) اپنے سفرنامہ میں لکھتا ہے :-

"مغل شہنشاہ اس امر کو پسند نہیں کرتے کہ ملک کی دولت باہر جائے

Marfat.com

اور اسی لئے وہ امراء کو شاذ و نادر اس امر کی اجازت دیتے ہیں کہ وہ کثیر دولت اپنے ساتھ لے جا کر مکہ میں صرف کریں۔"

مشہور مسلمان سیاح ابن بطوطہ محمد تغلق کے عہد کے متعلق لکھتا ہے:۔

"اس ملک میں بے انتہا دولت ہے۔ بادشاہ اس امر کی کبھی اجازت نہیں دیتا کہ اس ملک کی دولت باہر جائے۔"

شہنشاہ اورنگ زیب عالمگیر کا وہ خط جو اس نے اپنے پرائیویٹ سیکریٹری کو لکھا تھا، خاص اہمیت رکھتا ہے:۔

"ہندوستان کی لاانتہا دولت کی خبر سن کر شریف مکہ نے مجھ سے روپیہ وصول کرنے کے لئے اپنا سفیر بھیجا ہے۔ لیکن سوال یہ ہے کہ روپیہ باہر بھیجنے کے عوض خود ہندوستان ہی کے غرباء میں کیوں نہ تقسیم کیا جائے؟ خداوند تعالیٰ کا جلوہ ہر جگہ موجود ہے، اور ہم لوگ اس معبود سے اپنی رگِ گلو سے بھی زیادہ قریب ہیں۔"

"بدنام" شہنشاہ اورنگ زیب کے اس خط سے صاف ظاہر ہوتا ہے کہ وہ بھی ہندوستان کو اپنا وطن سمجھتا تھا اور اس کی ترقی اور بہبودی کا ہمیشہ خیال کرتا تھا۔

مندرجہ بالا تاریخی حقائق کی موجودگی میں ہندوستان کے مسلمان بادشاہوں کو غیر ملکی قرار دینا، اگر کھلی ہوئی تاریخی بددیانتی نہیں ہے تو اور کیا ہے حقیقت یہ کہ مسلمان بادشاہوں نے ہمیشہ اس ملک پر سچے محبانِ وطن کی طرح حکومت کی۔ اور ان کے وطن پرستانہ کارناموں کو کسی طرح بھی نظر انداز نہیں کیا جا سکتا۔

**عیسائی مشنری** ۔ انگریزوں نے ہندوؤں کو عیسائی بنانے کی بڑی کوشش

گیں اور سلطنت کی سرپرستی میں عیسائی مشنریاں کام کرتی رہیں ۔ آنریبل مسٹر چارلس گرانٹ ، ڈائرکٹر ایسٹ انڈیا کمپنی نے اجرائے تعلیم کی تائید میں جو رسالہ تحریر کیا تھا ، اس میں وہ لکھتا ہے :۔

" سب سے اہم تعلیم جو ہندوؤں کو ہماری زبان کے ذریعہ ملے گی ، وہ ہمارے مذہب کی معلومات ہوگی ۔

## اشاعت اسلام کا شعبہ نہیں تھا

لیکن مسلمان حکمرانوں نے اپنی سلطنت کے زمانہ میں ہندوؤں کے مذہب پر کسی قسم کا اثر ڈالنے کی کوشش نہیں کی ، اور نہ کبھی مذہبی تبلیغ کو اپنی حکومت عملی کا جزو بنایا ۔

چارلس گرانٹ لکھتا ہے کہ " مسلمانوں نے اپنی سلطنت میں ہندوؤں کے مذہب اور کیرکٹر میں کوئی تبدیلی نہیں کی اور انہیں اپنے حال پر چھوڑ دیا ۔ [1]

ایک ہندو اہل قلم لکھتا ہے کہ " یہ تنہا مغلوں ہی کی ایک مثال ہے جنہوں نے اپنی رعایا کو مذہب و دین کے معاملہ میں بالکل آزاد چھوڑ دیا تھا ۔ انہوں نے کوئی ACT OF SUPREMACY اور نہ THIRTY NINE ARTICLES اپنی رعایا پر نافذ کیا ۔ حتیٰ کہ مسلمانوں پر بھی انفرادی اور ظاہری امور میں اسلامی شعائر کو برقرار رکھنے کے سوا کسی قسم کی پابندی عاید نہیں کی ۔ [2]

اورنگ زیب جسے ہندوؤں نے بدنام کر رکھا ہے ، اس نے بھی

---

[1] بحوالہ مسلمانوں کا مستقبل

[2] اسلامک کلچر حیدرآباد دکن بابت اکتوبر ۱۹۳۹ء بحوالہ معارف جلد ۴۴ ، نمبر ۱

اشاعت اسلام کا کوئی شعبہ قائم نہیں کیا۔

## غیر مسلموں کو بالجبر مسلمان نہیں بنایا گیا

ہندوستان کے مسلمان بادشاہوں کے متعلق یہ الزام کہ انہوں نے ہندوؤں کو جبراً مسلمان بنایا اور اپنے مذہب اسلام کو تلوار کے زور سے پھیلایا، اگر اپنے اندر کچھ بھی حقیقت رکھتا ہوتا تو ہندوستان میں عموماً اور دہلی، آگرہ، اودھ، بہار، دکن، جو اسلامی حکومت کے مراکز تھے، وہاں خصوصاً مسلمانوں کے سوا کسی دوسرے مذہب کے پیرو نظر نہ آتے۔ لیکن اس کے برعکس ان مقامات میں پچاسی فی صدی سے بھی زیادہ ہندو رہے، اور پندرہ فی صدی سے بھی کم مسلمان۔ دکن کے علاوہ میں جہاں اورنگ زیب نے اپنی عمر کے پچیس ۲۵ سال گزارے اور جہاں مسلمانوں کی زبردست سلطنتیں قائم تھیں اور جہاں زمانۂ حال تک مسلم حکومت موجود تھی، بتاؤ وہاں مسلمانوں کی آبادی کا تناسب کیا تھا اور کیا ہے؟

اس کے برخلاف اُن مقامات کو لو، جہاں مسلمانوں کا اقتدار حکومت زیادہ مضبوط نہ تھا، مثلاً بنگال کشمیر وغیرہ، وہاں مسلمانوں کی تعداد ہمیشہ زیادہ رہی اور ہندوؤں کی تعداد کم۔ راجپوتانہ کبھی پورے طور پر مسلمانوں کے قبضہ میں نہیں آیا۔ ہمیں بتایا جائے کہ وہاں مسلمانوں کی کس تلوار نے مسلمانوں کی ایک معقول تعداد پیدا کر دی؟

سر آرنلڈ لکھتا ہے ــــ "اسلام کی اشاعت کے معاملہ میں مسلمان فرماں رواؤں کی جانب سے جبر کے فقدان کا اندازہ اس امر سے

Marfat.com

ہو سکتا ہے کہ دہلی اور آگرہ جیسے مقامات میں بھی جو اسلام کی طاقت کا مرکز تھے، مسلمان اس وقت بالترتیب $\frac{1}{10}$ اور $\frac{1}{8}$ حصہ کی نسبت آباد ہیں۔"

سر پی۔ سی رائے نے ۲۹ اکتوبر ۱۹۳۲ء کو کراچی میں ایک تقریر کے دوران میں کہا تھا ــــ "یہ کہنا سراسر غلط ہے کہ اسلام تلوار کے زور سے پھیلا۔ ہندوستان میں اسلامی پایۂ تخت کے قریب دہلی اور مرشد آباد (بنگال) کے چاروں طرف مسلمانوں سے زیادہ ہندو تھے۔ ان حصوں میں ہندوؤں کی اتنی غالب اکثریت کیوں کر ہو گئی؟ اگر اسلام تلوار کے زور سے پھیلایا گیا ہے تو پھر مسلمانوں کی سلطنت ہونے کے باوجود ہندو کیوں کر آباد ہو گئے؟ اگر یہ صحیح ہوتا تو ہندوؤں کو وہاں سے معدوم ہو جانا چاہیئے تھا۔"

متعصب اور تنگ دل غیر مسلم اہل قلم ہمیشہ مسلمانوں کو بدنام کرتے رہتے ہیں ان کا یہ الزام کہ مسلم شاہان ہند نے اپنے عہد حکومت میں لاکھوں ہندوؤں کو مذہب تبدیل کر کے انہیں اسلام میں داخل کر لیا ہے، سراسر لغو ہے جس کا حقیقت سے کوئی سروکار نہیں۔ تاریخ ہند شاہد ہے کہ کسی مسلمان بادشاہ نے کسی زمانہ میں بھی کسی ایک ہندو کو بھی کبھی جبراً مسلمان نہیں بنایا۔ دشمنانِ اسلام کو یہ بھولنا نہیں چاہیئے کہ مسلمان جس وقت ہندوستان میں آئے تھے اُن کی تعداد بہت کم تھی لیکن اسلام میں جاذبیت کا یہ عالم تھا کہ کسی جد و جہد کے بغیر دوسرے ممالک کی طرح، اس ملک ہندوستان میں بھی اسلام خود بخود پھلتا اور پھولتا رہا، یہاں تک کہ پیروانِ اسلام کی تعداد دس کروڑ تک پہنچ گئی۔ مردم شماری کی رپورٹ ملاحظہ ہو: ــــ

سنہ ۱۸۹۱ء میں متحدہ ہندوستان میں مسلمانوں کی تعداد ۵،۱۷،۰۰۰،۰۰۰ تھی

Marfat.com

سنہ ۱۹۰۱ء میں متحدہ ہندوستان میں مسلمانوں کی تعداد . . . . . . ۶،۲۵،۰۰،۰۰۰ تھی

سنہ ۱۹۲۱ء " " " . . . . . . ۶،۷۰،۰۰،۰۰۰ تھی

سنہ ۱۹۳۱ء " " " ۸،۹۱،۱۸،۵۰۴ تھی۔

سنہ ۱۹۴۱ء " " " ۹،۴۳،۸۹،۴۲۸ تھی

مسلمان سلاطین پر اندھا دھند الزام لگانے والے مردم شماری کی اس رفتار کے پیش نظر بتائیں کہ ہندوستان میں مسلم حکومت کے خاتمہ کے بعد مسلمانوں کی یہ تعداد جو روز بروز تیزی سے بڑھتی گئی، وہ کس تلوار سے بڑھی؟

حقیقت یہ ہے کہ ہندوستان کے مسلمان حکمرانوں نے اسلام کی تبلیغ اور اشاعت میں کوئی حصہ نہیں لیا، اور نہ کوئی ایسا شعبہ کھولا جس کی مدد سے ہندوؤں کو اسلام قبول کرنے کی ترغیب دی جاتی۔

سر ڈاکٹر آرنلڈ لکھتا ہے — "ہندوستان کی چھیاسٹھ[۶۶] ملین مسلمانوں میں جو لوگ مشرف بہ اسلام ہوئے، ان پر مذہب تبدیل کرنے میں کسی قسم کا دباؤ نہیں ڈالا گیا تھا۔ امن پسند مسلمان مبلغ البتہ اپنی تعلیم اور ترغیب سے لوگوں کو اسلام کے دائرے میں داخل کرتے رہے۔ بلکہ ہندوستان کے مسلمان فاتحوں کے دل میں کوئی ایسا خیال جس کو دوسروں کی آخرت کی بھلائی چاہنے کا خیال کہتے ہیں، ایک سرے سے موجود ہی نہ تھا۔ خلجی، تغلق، لودی لڑائیوں میں عموماً ایسے مصروف رہے کہ اسلام کی ترقی دینے کی مہلت ہی نہیں ملی، لوگوں کو مسلمان بنانے کی جگہ ملکوں سے خراج وصول کرنے کا خیال ان کو زیادہ رہا۔"

(آرنلڈ نے اپنی کتاب سنہ ۱۸۹۶ء میں لکھی تھی)

Marfat.com

مسٹر ایم۔ ان۔ رائے کا بیان ہے:۔

"یہ واقعہ ہے کہ دور دراز ممالک سے آنے والے حملہ آوروں کی ایک مختصر سی جماعت نے اتنے بڑے ملک کو فتح کر کے سینکڑوں برس حکومت کی، اور لاکھوں کو بغیر تشدد دائرہ اسلام میں داخل کیا۔

بدھ مذہب کے زوال سے ہندوستان کی معاشی اور سیاسی حالت بد سے بدتر ہو گئی تھی۔ اسلام ایک سادہ مذہب تھا، اس لئے عوام خود بخود اس کی طرف کھنچے چلے آتے تھے۔"

مشہور مؤرخ پنڈت گردھاری لال اپنی تاریخ "کتاب الہند" میں لکھتا ہے کہ:۔

"مسلمان بادشاہوں کے آنے سے پہلے ہندوستان کے ہر حصہ میں حملہ آوروں اور ڈاکوؤں کی سورش نے ملک کے امن و سکون کو تباہ کر دیا تھا۔ وحشت اور بربریت کے آثار ہر جگہ نمایاں تھے۔ مسلمانوں نے امن و سکون قائم کیا اور ملک کے ہر گوشہ میں فوجی چھاؤنیاں قائم کیں۔"

(کتاب الہند جلد اوّل ص ۲۹۶)

عہد ناصر الدین محمود کا مشہور مؤرخ پنڈت چندر سین (المتوفی ۱۲۲۶ھ) اپنی مشہور تصنیف "منتخب التواریخ" میں لکھتا ہے کہ:۔

"مسلمانوں کے دور حکومت میں جو چیز ہندوؤں کے طریق حکمرانی سے ممتاز نظر آتی ہے وہ یہ ہے کہ ہندو راجاؤں کے زمانہ میں مہاراجہ چند ہمتوں کی مدد سے حکومت کیا کرتے تھے۔ عہدہ داروں کا باقاعدہ تقرر نہیں ہوتا تھا۔ جس کی وجہ سے ملک میں ابتری پھیلی ہوئی تھی مظلوموں

Marfat.com

کی دادرسی خاطر خواہ نہیں ہوتی تھی۔ لیکن مسلمانوں نے اس ملک میں قدم رکھتے ہی ہر محکمہ کی نگرانی اور حفاظت کے لئے باقاعدہ افسر اعلیٰ۔ صدر اعظم۔ میر منشی۔ وزیر اور صدر الامراء وغیرہ کا تقرر کیا۔ اور ان کے اعمال و فرائض تقسیم کئے۔ اس حسن انتظام کا نتیجہ یہ نکلا کہ قدیم رواج کی بنا پر جو بڑی پھیلی ہوئی تھی، وہ دور ہوگئی، اور ہر طرف عدل و انصاف کی روشنی نظر آنے لگی۔"

(منتخب التواریخ جلد اول ص ۳۱۱)

پروفیسر رام پرشاد کھوسلا ایم۔ اے۔ پنجاب بی۔ ٹی۔ آکسن سابق پروفیسر تاریخ پٹنہ کالج۔ اپنی کتاب مغل کنگ شپ اینڈ نوبلیٹی (MOGHAL KINGSHIP & NOBILITY) میں مغل بادشاہوں کے بارے میں لکھتے ہیں:۔

"عدل و انصاف میں اہتمام اور مذہبی رواداری کی پالیسی کی وجہ سے عوام ہمیشہ مطمئن رہے۔ اسلامی ریاستوں میں سیاست اور مذہب کا لگاؤ رہا ہے۔ لیکن مغلوں کی مذہبی رواداری کی وجہ سے کوئی سیاسی خطرہ پیدا ہونے نہیں پایا اور کسی زمانے میں بھی یہ کوشش نہیں کی گئی کہ حکمراں قوم کا مذہب محکوموں کا بھی مذہب بنایا جائے۔ حتیٰ کہ اورنگ زیب نے بھی حصول ملازمت کے لئے اسلام کی شرط نہیں رکھی تھی۔"

مسٹر وائل، سابق اکاؤنٹینٹ جنرل، مدراس، نے روٹری کلب، مدراس میں تقریر کرتے ہوئے کہا تھا:۔

---

لہ دین و دنیا

Marfat.com

"بنگال میں مسلمانوں کی اکثریت کی وجہ کیا ہے؟ یقیناً یہ اسلامی حکومت کا نتیجہ نہیں۔ کیونکہ اگر اس کی وجہ یہ ہوتی تو صوبہ جات متحدہ اور دہلی میں جو صدیوں اسلامی حکومت کا مرکز رہے، مسلمانوں کی تعداد زیادہ ہوتی۔ بنگال میں جو مسلمانوں کی اکثریت ہے، اُسے اسلامی فتوحات یا اسلامی حکومت سے کوئی تعلق نہیں۔ یہ خالص قدرتی اسباب کا نتیجہ ہے اور انگریزی حکومت کے مختصر زمانے میں رونما ہوئی۔ سنہ ۱۹۳۱ء میں مسلمان بنگال کی کل آبادی کا پچپن فی صدی تھے اور ہندو پینتالیس فی صدی۔ سنہ ۱۸۸۱ء میں جب پہلی دفعہ مردم شماری ہوئی تھی تو مسلمان ۷ء۴۹ فی صدی تھے اور ہندو ۹ء۴۸ فی صدی۔ اس سے اندازہ کیا جا سکتا ہے کہ سنہ ۱۸۷۱ء میں ہندو کل آبادی کے پچاس فی صدی سے زیادہ ہوں گے اور اسلامی حکومت کے دوران میں یقیناً ان کی اکثریت ہوگی!"

بنگال میں اشاعت اسلام کے سلسلہ میں ایمپیریل گزٹ میں لکھا ہے:-

" بالعموم اسلام لوگوں کے تبدیل مذہب سے اتنا نہیں بڑھا، جتنا اپنی قوت نمو سے۔ مشرقی بنگال میں جہاں مسلمانوں کی تعداد گزشتہ بیس سال میں اسی لاکھ سے ایک کروڑ ساڑھے بارہ لاکھ ہو گئی ہے، مسلمانوں کی اکثریت اس وجہ سے ہوئی ہے کہ وہ اور قوموں کی بہ نسبت بہتر طور پر خراب آب ہوا کا مقابلہ کر سکتے ہیں۔ مسلمان گوشت خور ہے اور اپنے ہندو ہمسایہ کے مقابلے میں زیادہ مقوی غذا کھاتا ہے۔ وہ بیواؤں کی شادی کا حامی اور کم عمر بچوں کی شادی کا مخالف۔ نتیجہ یہ ہے کہ اس کا کنبہ بڑا ہوتا ہے اور اس کی عمر زیادہ ہوتی ہے۔ جہاں تک جبر اً مسلمان کرنے کا تعلق ہے، ابتدائی مسلمان بادشاہ

کی اپنی حالت اتنی غیر مستحکم تھی کہ وہ مذہب کی عام اشاعت نہ کر سکتے تھے۔ شروع شروع میں مغل بادشاہ بھی مذہبی معاملات سے بے تعلق تھے، اور اپنی لڑائیوں اور انتظامی ضرورتوں میں اتنے مشغول تھے کہ اشاعت مذہب پر اچھی طرح توجہ مبذول نہ کر سکتے تھے۔ ان کی حکومت بہت حد تک راجپوت راجاؤں کے تعلقات پر قائم تھی اور اُن راج کماریوں نے جن سے انہوں نے شادیاں کیں۔ شاہی خاندان میں ہندو اثرات داخل کر دیئے اور ہندو مذہب کے متعلق رواداری بڑھا دی"۔

مسلم شاہان ہند ہندوستان میں برزور شمشیر یہاں کے باشندوں کو مسلمان بنا لیتے، تو اس میں کوئی دشواری نہ ہوتی، اور انہیں سیاسی مصائب سے دوچار نہ ہونا پڑتا لیکن مسلمانوں نے اس کی طرف توجہ ہی نہیں کی۔ اگر وہ جبری تبدیلی مذہب کا رویہ اختیار کرتے تو کچھ وقتی فائدہ تو ہو جاتا۔ مگر اسلام کے دامن پر ایک بدنما دھبہ ہوتا، جو کبھی مٹائے نہ مٹتا۔

## اسلام کی اشاعت علما، و صوفیائے کرام کے ہاتھوں ہوئی

حقیقت یہ ہے کہ ہندوستان میں اسلام کی اشاعت مسلمان بادشاہوں کی تلوار سے نہیں ہوئی، بلکہ اُن علماء اور صوفیائے کرام کے ہاتھوں ہوئی، جن کی زندگی کا مقصد ہی تبلیغ اسلام تھا۔ ہندوستان میں صوفیائے کرام نے اسلام کی وہ خدمت انجام دی ہے، جو بڑے بڑے جلیل القدر بادشاہوں سے بھی نہ بن پڑی۔ ہندوستان کے صوفیوں کے آستانوں کی اہمیت کسی بادشاہ کے دربار سے کم نہ تھی، بلکہ بڑے بڑے بادشاہوں کے سر بھی اِن کے آستانوں پر جھکے

Marfat.com

رہتے تھے۔

ہندوستان کے صوفیائے کرام غیر مذہب والوں سے کچھ اس طرح پریم و محبت سے پیش آئے کہ ہندو جو مسلمانوں کو اجنبی اور ملیچھ سمجھتے تھے ان کے سچے دوست بن گئے اور اسلام کی روشنی ان لوگوں میں پھیلنے لگی۔ یہ واقعہ ہے اور اس واقعہ سے مورخین کو انکار نہیں کہ صوفیائے کرام اور مشائخ عظام ہی کی مساعی جمیلہ کی بدولت سرزمین ہند میں اصنام پرستی کے طوفان میں دین اسلام کا چراغ روشن ہوا۔ چنانچہ آج ہندوستان اور پاکستان میں مسلمانوں کی جو اتنی بڑی تعداد نظر آتی ہے، اس کا سبب اُن بزرگ ہستیوں کا وجود مسعود ہے، جنہوں نے ہندوستان کے بسنے والوں کے ساتھ گھل مل کر انہیں حق کا راستہ دکھایا۔ یہ بھی حقیقت ہے کہ ہندوستان کے مسلمان حکمرانوں نے تبلیغ اسلام میں کوئی حصہ نہیں لیا، انہیں فتوحات یا ملکی انتظامات کے سوا رعایا کے مذہب سے کوئی سروکار نہ تھا۔ ان کا کام اپنے قانون اور حکم کا چلانا تھا۔ لیکن اس کے برخلاف صوفیائے کرام جو دین کے محافظ تھے، اُن کے ذمہ روحِ اسلام کی حفاظت اور اشاعت تھی۔ ان صوفیائے کرام کے متعلق ایک ہندو اہل قلم لکھتا ہے:۔

"اسلام ہندوستان میں جس سُرعت سے پھیلا، اس کا بڑا سبب اولیا اور صوفیوں کی امن پسندی اور رواداری نہ کوشش ہے۔ ان صوفیائے کرام نے محبت اور ہمدردی کے ذریعہ یہاں کے باشندوں کے دلوں کو تسخیر کرلیا۔ ان کی نگاہ میں تمام مذاہب کے پیرو مساوی تھے۔ انہوں نے

Marfat.com

ہندوؤں کو مفتوح اور کافر نہیں سمجھا، بلکہ انہیں خدا کی ایسی مخلوق خیال کیا جنہیں نور ہدایت کی ضرورت تھی۔" (مولانا عبیداللہ سندھی)

ہندوستان میں جن بزرگوں نے اسلام کی اشاعت کی، ان میں ذیل کے حضرات خاص طور پر قابل ذکر ہیں:۔

حضرت شیخ اسمٰعیل بخاری۔ سلطان سخی سرور۔ حضرت سیّد علی بن عثمان ہجویری (داتا گنج بخش لاہوری) حضرت خواجہ معین الدین چشتی اجمیری۔ حضرت شیخ بہاء الدین زکریا ملتانی۔ حضرت خواجہ قطب الدین بختیار کاکی، حضرت خواجہ فرید الدین گنج شکر۔ حضرت خواجہ نظام الدین اولیا۔ حضرت مخدوم علاء الدین صابر کلیری۔ حضرت شیخ جلال الدین تبریزی بنگال۔ حضرت روشن چراغ دہلوی۔ حضرت سید محمد گیسو دراز گلبرگہ دکن۔ حضرت شیخ مظہر الدین ولی ترچناپلی۔ حضرت بابا شیخ فرید الدین (جنوبی ہند)۔ حضرت میر علی ہمدانی (کشمیر) شیخ سراج الدین عثمان، مخدوم جہانیاں جہاں گشت۔ حضرت مخدوم شیخ شرف الدین بہاری۔ حضرت نور قطب عالم پنڈوی بنگال۔

ان بزرگوں ہی کا یہ فیضان ہے کہ آج ہندوستان اور پاکستان میں کروڑوں مسلمان آباد ہیں۔

## ہندو واعظین اور مصلحین کو آزادی

اسلامی عہد حکومت میں مذہبی آزادی کا اس سے بڑھ کر کیا ثبوت ہو سکتا ہے کہ ہندوؤں کے بڑے بڑے واعظین، مصلحین، اور بانیانِ مذہب مسلم دور حکومت میں نہایت آزادی سے اپنے اپنے مذاہب اور عقاید کی اشاعت میں سرگرم تھے۔ غیر مذاہب کے رہنماؤں میں سے جب تک

Marfat.com

کوئی پولیٹیکل معاملات میں مداخلت نہیں کرتا تھا، اس کے خلاف کسی طرح کی دست اندازی نہیں کی جاتی تھی۔ چنانچہ گرو رامانند، بابا کبیر داس، گرونانک مہاپربھو چے تن جی۔ روپ سناتن گوشائیں، بلبھ آچاریہ جی، سورداس جی، گوشائیں تلسی داس۔ تکارام جی وغیرہ کے حالات اس دعویٰ کے ثبوت میں موجود ہیں۔ شاہان اسلام نے ان غیر مسلم مصلحین کے کاموں میں کبھی کوئی رکاوٹ نہیں پیدا کی، اور یہ نہایت آزادی کے ساتھ اپنے خیالات کا پرچار کرتے رہے۔ اس سے اندازہ لگایا جاسکتا ہے کہ مسلم دور حکومت میں ہندو اپنے مذہبی امور میں کس قدر آزاد تھے۔ اور مسلمان بادشاہوں نے ہمیشہ مذہبی تفریق سے بلند ہوکر اس ملک پر حکومت کی۔

ہسٹری کانگریس کے اجلاس جے پورہ منعقدہ ۱۹۵۱ء میں ڈاکٹر ٹی۔ وی۔ مہالنگم، ہسٹری ریڈر مدراس یونیورسٹی نے اپنی تقریر میں کہا تھا:-

"مسلمانوں نے ہندوستان میں پانچ سو سال تک حکومت کی، اور باوجود اس کے کہ اس عرصہ میں جنگیں بھی ہوئیں، انقلاب بھی آئے، سلطنتیں بھی بدلیں، مگر یہی وہ دور تھا جس میں بڑے بڑے روحانی مہاتما لوگ پیدا ہوئے۔"

ایک بنگالی اہل قلم جے۔ سی۔ چٹر جی کا بیان ہے:-

"جب اسلام ملک پر حکمراں ہوکر آیا تو ملک ایک مرتبہ پھر متحدہ ہوگیا۔ رامانند، رامانج، چیتانیہ، نانک، غرض تمام ہندو مفکرین مسلمانوں کے عہد حکومت میں پیدا ہوئے۔ مسلمانوں کے آنے کے پہلے کوئی ایسا شخص پیدا نہیں ہوا جس نے ہندوؤں کو دوبارہ مذہب کی دعوت دی ہو۔"

(الامان جولائی ۱۹۳۳ء)

Marfat.com

لالہ کالی داس کپور ام۔اے۔ ال۔ٹی لکھتے ہیں:۔

"رامانند کی نصیحتوں سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ ان کے خیالات مسلمانوں کے مذہبی خیالات کا بڑا اثر پڑا ..... ہندوؤں میں کبیر اور نانک ایسے واعظ نکلے، جنھوں نے ادویت ایشور (خدائے واحد) کی اُپاسنا (عبادت) کے لئے اور جات پات کے خلاف تقریریں کیں۔ اُس زمانہ میں ہندوؤں میں بھگتی کے ذریعہ نجات حاصل کرنے کے خیالات کچھ ہوئے۔ ہندوؤں کے ان مذہبی خیالات کو بھی اسلام کی مذہبی تعلیمات سے بہت کچھ مدد ملی۔"

(ہندوستان کی ابتدائی تاریخ حصہ اوّل)

گویا مسلم دورِ حکومت اس ملک کے ہندوؤں کے لئے بھی نیک فال ثابت ہوا۔ مندرجہ بالا واقعات کی روشنی میں کوئی ہٹ دھرم ہی یہ کہہ سکتا ہے کہ مسلم دورِ حکومت میں غیر مسلموں پر مذہب کے تبدیل کرنے کے لئے جبر کیا گیا ہے۔

## مسلم شاہانِ ہند کی مندر نوازی

تعصّب پسند غیر مسلموں نے مسلمان شاہانِ ہند پر مندر توڑنے کے علاوہ یہ الزام بھی لگایا ہے کہ ان کے دورِ حکومت میں نئے مندر بنانے کی اجازت نہیں تھی۔ یہ الزام نہیں بہتان ہے مسلمانوں نے گیارہ سو سال تک ہندوستان میں حکومت کی۔ اگر واقعی ان کا ایسا خیال ہوتا کہ ہندوؤں کے عبادت خانے توڑ دیئے جائیں اور نئے مندر نہ بنائے جائیں تو ہندوستان کا نقشہ ہی دوسرا ہوتا، اور ہندوستان میں دیکھنے کو بھی مندر موجود نہ ہوتے۔

Marfat.com

ایچ - پی - ویلز جیسا معاند اسلام مفکر لکھتا ہے :-

" اس امر کے باوجود کہ مسلمان اپنے مذہب کے بارے میں کٹر تھے - انہوں نے رواداری کی ایسی مثالیں پیش کیں، جو عیسائیت اور دنیا کی کسی تاریخ میں نہیں ملتیں، وہ مقدر رکھتے اور چاہتے تو دوسرے مذاہب والوں کے تاثیر مٹا دیتے لیکن اُن کا کٹرپن بھی اتنا فیاض تھا کہ انہوں نے عبادت گاہوں کی حفاظت کی - بات یہ ہے کہ مسلمان اپنے عقاید میں سخت تھے، مگر وہ سیاست داں اور مدبر بھی تھے "

(تاریخ عالم دوسرا ایڈیشن ص ۳۰۲)

واقعہ یہ ہے کہ مسلمان بادشاہوں نے نہ صرف نئے مندر بنانے کی اجازت دی، بلکہ ایسی بھی بے شمار مثالیں موجود ہیں کہ مندروں کے لئے بڑی بڑی جاگیریں وقف کی گئیں - اورنگ زیب عالمگیر تک نے جسے "بت شکن" کے لقب سے نوازا جاتا ہے، مندروں اور مٹھوں کو جاگیریں عطا کیں - شاہ جہاں کے عہد حکومت میں مندروں نے صرف بنارس میں چھہتر ۷۶ بت خانے بنائے - ڈاکٹر راجندر پرشاد کے قول کے مطابق عمل کی دنیا میں بھی بے شمار مثالیں اس بات کی پیش کی جا سکتی ہیں، جن میں مسلمان بادشاہوں نے پرہیزگار ہندوؤں اور مذہبی علوم کے عالم پنڈتوں کو جاگیریں عطا کی ہیں، [1]

مشہور ہندو مصنف جناب پنڈت سندر لال الہ آبادی تحریر فرماتے ہیں :-

" اکبر، جہانگیر، شاہ جہاں اور ان کے بعد اورنگ زیب کے تمام جانشینوں کے زمانہ میں ہندو اور مسلم یکساں حیثیت رکھتے تھے - دونوں

---

[1] ہندوستان کا مستقبل

Marfat.com

مذہب کی مساویانہ توقیر کی جاتی تھی اور مذہب کیلئے کسی کے ساتھ کسی قسم کی جانبداری نہ کی جاتی تھی ۔ ... ہر بادشاہ کی طرف سے بے شمار ہندو مندروں کو جاگیریں اور معافیاں دی گئی تھیں۔ آج تک ہند میں متعدد ہندو مندر کے پجاریوں کے پاس اورنگ زیب کے دستخطی فرمان موجود ہیں جن میں خیرات اور جاگیروں کے عطا کیے جانے کا تذکرہ ہے۔

اس قسم کے دو فرمان اب تک الہ آباد میں موجود ہیں، جن میں سے ایک اڑیل میں سومیشور ناتھ کے مشہور مندر کے پجاریوں کے پاس ہے۔" [1]

رائے بہادر لالہ بیجناتھ اپنی کتاب "ہندوستان گزشتہ و حال" میں لکھتے ہیں:۔

"مسلمان فرماں رواؤں کی نسبت یہ اعتراض بھی پیش کیا جاتا ہے کہ ان کے عہد میں مندر بننے کی اجازت نہ تھی۔ لیکن یہ سراسر غلط ہے۔ دہلی، آگرہ، متھرا، بت البشر وغیرہ میں اسلامی قوت اور سطوت کے خاص مرکز تھے بہت سے مندر شاہان اسلام کے عہد کے تعمیر شدہ اس وقت تک موجود ہیں۔ چنانچہ بندرابن کے مشہور مندر "گوبند جی" "گوپی ناتھ"، مدن موہن جی، مہا پربھو چیتن جی (۱۴۸۶ لغایت ۱۵۲۷ء) کے چیلے روپ سناتن گوسائیں نے جن کی نسبت کہا جاتا ہے کہ پہلے مسلمان تھے مسلمانوں ہی کے عہد میں بنوائے"

"چند فارسی زبان کی سندوں کا حوالہ بھی یہاں بے محل نہ ہوگا۔ ایک سند پر سنہ ۱۱۶۷ھ کی تاریخ ہے اور احمد شاہ بہادر غازی کی عطا کی ہوئی ہے۔

---

[1] ماخوذ از اخبار استقلال دیوبند مؤرخہ ۴ مارچ سنہ ۱۹۳۶ء بحوالہ مسلمانوں کا مستقبل۔

Marfat.com

"قصبہ اچھینیر ضلع اکبر آباد کے زمینداروں اور کاشتکاروں کو معلوم ہو کہ سترہ بیگھے قطعہ اراضی معافی بنیاد خیر (مذہبی رسم) کے طور پر سیتل داس بیراگی کو شری ٹھاکر جی کے بھوگ اور نوید کی خاطر دیئے جاتے ہیں تاکہ اراضی مذکور کی آمدنی سے بیراگی مذکور ان کا خرچ چلائے اور شری ٹھاکر جی کی جملہ رسوم ادا کرے۔"

"اچھینیرہ کے بازار چودھری کو معلوم ہو کہ وہ شری ٹھاکر جی کو بیس بھر غلہ دیا کرے گا۔ بیراگی مذکور الصدر اس سے کبھی نہ محروم کیا جائے گا۔"

مورخہ ۳ رمضان ۳۹ سلہ فصلی۔

"بنجانب شہاب الدین خاں جس میں ایک جاگیر جنجواد کے گنیش جی کے مندر کے لئے دی گئی ہے۔

## قول نامہ

بنام مورث گسائیں ساکن جنجواد پرگنہ پونا جس کے متعلق خانِ حکمت نشان ناہر خاں نے اطلاع دی ہے کہ وہ جاگیر کے عطیہ کے لئے قول چاہتا ہے۔ لہٰذا قلمی ہوتا ہے کہ وہ اپنے اہل وعیال کے اور قبیلے کے لوگوں کے ہمراہ اس گاؤں میں آباد ہو، اور اس کو زرخیز بنانے کی کوشش کرے۔ باری تعالیٰ کی مرضی ایسی ہو کہ اس پر کسی قسم کی کوئی مصیبت نہ پڑے۔ اس قصبہ کے لئے جو قبولیت نامہ تحریر ہوا ہے اس کی تاریخ ۱۲ ذیقعدہ سنہ ۱۳۲۶ھ ہے۔

"اسی قسم کے عطیوں کے زد فرمان الہ آباد میں ہیں۔ ان میں سے ایک مہیشور ناتھ کے مندر کے پجاریوں کے حق میں ہے۔ یہ اورنگ زیب کا دیا ہوا ہے۔"

"سلطان محمد مراد بخش نے ۱۱۵۳ھ میں ایک عطیہ اس صورت میں دیا تھا کہ روزانہ چار سیر گھی آجین کے مودی خانے سے مہا کال کے مندر کو ملا کرے، تاکہ اس سے وہاں روشنی کی جائے"۔ ؎۱

جناب ایشوری پرشاد اپنی کتاب "ہسٹری آف مسلم رول ان انڈیا (صفحہ ۳۳۹) میں تحریر فرماتے ہیں:-

"اس قسم کی دو مثالیں صوبہ بہار کی مجھے معلوم ہیں، ان کا ذکر بے محل نہ ہوگا۔ گیا میں بدھ مہنت کی وہ بڑی زمینداری جس کی آمدنی سالانہ کئی لاکھ تک پہنچتی ہے۔ اس کا مرکزی حصہ دہلی کے محمد شاہ نے وقف کیا تھا اور ایک فرمان کے ذریعہ مستی پور تارادیہ نامی گاؤں مہنت لال گیر کو بخشا تھا، جو کہ بہ اعتبار جانشینی بدھ مذہب کے بانی سے چوتھا مذہبی پیشوا تھا۔ اسی طرح دربھنگہ کی وہ عظیم الشان زمینداری جو کہ شاید ہندوستان بھر میں سب سے بڑی زمینداری ہے۔ دراصل مغل شہنشاہ اکبر نے موجودہ برہمن مہاراج ادھیراج کے بزرگوں کو ان کے علم اور پرہیزگاری کے انعام میں دی تھی۔"

موجودہ زمانے میں بھی حیدر آباد میں سیتا رام کے مندر کے لئے ریاست کی طرف سے ایک امداد مقرر ہے۔ نیز ایک دوسرے کے لئے بھی جو بھینسہ (عادل آباد) میں واقع ہے، ایک جاگیر وقف ہے کہ جس کی آمدنی کی مقدار پچاس ساٹھ روپے ہزار سال کی ہوتی ہے۔ نظام نے سکھوں کے ناندیر کے

---

؎۱ ہندوستان کا مستقبل ص ۷۷-۷۸ مصنفہ ڈاکٹر راجندر پرشاد

Marfat.com

گزارے کے لئے جو جاگیر دے رکھی ہے۔ اس کی آمدنی بیس ہزار روپے سالانہ ہے[1]

لالہ رام نرائن صاحب منیجر ریاست رام نگر دھیری۔ ضلع بارہ بنکی تحریر فرماتے ہیں:۔

"آج کل یہ عام طریقہ ہو گیا ہے کہ جہاں کہیں کوئی ٹوٹی ہوئی مورت مل جاتی ہے تو اس کو لوگ اورنگ زیب کی توڑی ہوئی بتلاتے ہیں، لیکن اصلیت یہ نہیں ہے۔ سوامی شنکر اچاریہ کے زمانے میں جب جین اور بدھ مذہبوں کے خلاف معرکہ آرائی ہوئی تھی، اس وقت کی ہزارہا جین اور بدھ مذہب کی شکستہ مورتیاں اس وقت لاعلمی سے ہندو مندروں میں موجود ہیں، جن کو میں نے بچشم خود دیکھا ہے، مگر عام طور پر کہہ دیا جاتا ہے کہ یہ مورتیاں اورنگ زیب کی توڑی ہوئی ہیں۔ حالانکہ وہ عرصہ دراز پہلے شکستہ کی جا چکی تھیں"[2]

"اب جتنے بت جینیوں کے ٹوٹے ہوئے نکلتے ہیں، وہ شنکر اچاریہ کے وقت میں ٹوٹے تھے، اور جو بغیر ٹوٹے ہوئے نکلتے ہیں، وہ جینیوں نے زمین میں گاڑ دیئے تھے کہ توڑے نہ جائیں"[3]

عالی جناب ڈاکٹر راجندر پرشاد تحریر فرماتے ہیں:۔

"یہ بہت کچھ دکھایا جا چکا ہے کہ مسلمان بادشاہوں نے ہندوؤں کے مندروں کے کتنے مٹھوں اور عبادت گاہوں کو مسمار کیا۔ لیکن

---

[1] ہندوستان کا مستقبل مصنفہ ڈاکٹر راجندر پرشاد

[2] اخبار ہمدم لکھنؤ دسمبر ۱۹۲۴ء بحوالہ غازیان ہند صفحہ ۱۶

[3] برہمنوں کی لیلا بحوالہ غازیان ہند۔

Marfat.com

اگر کوئی محقق ان کثیر التعداد اوقاف اور جاگیروں کی فہرست تیار کرے جو مسلمان حکمرانوں کی طرف سے ہندوؤں کی عبادت گاہوں کو دی گئی ہیں، تو بڑا مفید کام ہوگا۔ جو فی ہند کی تاریخ کے طلبا کو ایسی مثالیں بہت سی ملیں گی کہ عادل شاہی قطب شاہی، اور آصف شاہی بادشاہوں نے برہمنوں کے لئے بہت سی جاگیریں وقف کیں"۔

لالہ کاشی رام چاولہ لدھیانہ تحریر فرماتے ہیں:۔

"شاہان مغلیہ نے ہندو۔ سکھ اور جین مذہب کے مقدس مقامات کے لئے جو جاگیریں عطا کیں، وہ اب تک قائم ہیں، اور اس جاگیر سے ان پوتر مقامات کی حفاظت ہوتی ہے"۔[1]

---

# مسلم شاہانِ ہند کا طرزِ عمل

## غازی محمد بن قاسم

اُموی خلیفہ ولید بن عبدالملک (۸۶-۹۶ھ مطابق ۷۰۵-۷۱۵ء) کے عہد میں سراندیپ (لنکا) کے راجہ نے عراق کے گورنر حجاج بن یوسف ثقفی کو قیمتی تحائف بھیجے۔ یہ تحفے جن میں حبشی غلام اور کنیزیں بھی تھیں، آٹھ کشتیوں میں تھے، ان کشتیوں میں وہ لوگ بھی تھے جن کا ارادہ حج بیت اللہ کا تھا۔ اور لنکا میں انتقال کرنے والے عرب سوداگر کی بیوہ عورتیں اور یتیم بچے بھی تھے۔ طوفان نے ان کشتیوں کو دیبل بندر پر لا ڈالا۔

---

[1] اے مسلم بھائی ص ۱۸۳

دیبل موجودہ ٹھٹھہ کے قریب تھا۔ سندھیوں نے ان کشتیوں کو لوٹا اور مسلمان مردوں، عورتوں اور بچوں کو قید کر دیا۔ حجاج بن یوسف کو خبر ملی تو اس نے سندھ کے راجہ داہر کو لکھا کہ سراندیپ کے راجہ کے بھیجے ہوئے تحائف جو لوٹ لئے گئے ہیں، وہ واپس کر دیئے جائیں اور مسلمان مرد اور عورت اور بچے جو گرفتار کر لئے گئے ہیں انہیں آزاد کر دیا جائے۔ راجہ داہر نے بے پرواہی کے ساتھ جواب دیا کہ کشتیوں کو بحری قزاقوں نے لوٹا ہے جو میری دسترس سے باہر ہیں۔ حجاج بن یوسف کو راجہ کے اس جواب سے بڑا غصہ آیا۔ حکومت اسلامیہ کو اس کی بھی شکایت تھی کہ سندھ کی ہندو حکومت اس کے باغیوں کی امداد کیا کرتی ہے۔

حجاج بن یوسف نے خلیفہ ولید سے سندھ پر حملہ کرنے کی اجازت لے کر عبیداللہ سلمی کو ایک فوج کے ساتھ دیبل کو روانہ کیا۔ عبیداللہ ناکامیاب رہا اور شہید ہوا۔ حجاج بن یوسف نے دوسری فوج دیبل کی ماتحتی میں بھیجی۔ اس بار بھی مسلمانوں کو شکست ہوئی۔ دیبل گھوڑے سے گر کر مر گیا۔

ان ناکامیابیوں کے بعد حجاج بن یوسف خلیفہ سے اجازت لے کر سندھ پر حملہ کرنے کے لئے بڑے پیمانہ پر تیاریاں کیں۔ سنہ ۹۲ھ (۷۱۰ء) میں ایک عظیم الشان فوج بھیجی گئی۔ اس فوج کی کمان حجاج بن یوسف کے بھتیجا اور داماد، امیر عمادالدین محمد قاسم بن عقیل ثقفی کے ہاتھ میں دی گئی۔ محمد بن قاسم کی عمر صرف سترہ سال کی تھی۔ اس فوج میں چھ ہزار سوار، چھ ہزار شتر سوار اور تین ہزار بار بردار اونٹ تھے۔ کرمان کا گورنر محمد بن ہارون بھی اپنی تین ہزار فوج کے ساتھ محمد بن قاسم کے ساتھ ہو گیا۔ پانچ منجنیقیں بھی ساتھ گئی تھیں۔ ان میں سے ہر ایک منجنیق اتنی بڑی تھی کہ اس کے چلانے کے لئے پانچ سو آدمیوں کی ضرورت ہوتی۔ محمد بن قاسم

Marfat.com

بندرگاہ دیبل کے سامنے ۱۰ محرم ۹۳ھ (۷۱۱ء) روز جمعہ کو پہنچا۔ راجہ داہر کی فوج بھی تیار کھڑی تھی۔ بڑی گھمسان کی لڑائی ہوئی۔ مسلمان فتح یاب ہوئے۔ رجب ۹۳ھ میں دیبل فتح ہوا۔ فتح دیبل کا اعلان حجاج بن یوسف نے ۲۰ رجب ۹۳ھ (یکم مئی ۷۱۲ء) کو کیا۔ حجاج بن یوسف کو اس مہم کا بڑا خیال تھا۔ اور محمد بن قاسم کو برابر ہدایات بھیجا کرتا تھا۔ اس نے بغداد اور سندھ کے درمیان ڈاک کا ایسا اچھا انتظام کیا تھا کہ صرف تین دن میں ڈاک پہنچ جایا کرتی تھی۔ فتح دیبل کی خبر سن کر حجاج بن یوسف نے محمد بن قاسم کو لکھا۔

"قلعوں کی استواری اور فوج کی رفع احتیاج کے بعد تمام اموال و خزائن کو رعایا کی بہبودی اور خلق کے رفاہ پر خرچ کرو۔ یاد رکھو کہ کاشتکاروں، کاریگروں، سوداگروں اور پیشہ وروں کی خوشحالی اور فارغ البالی سے ملک سرسبز ہوتا ہے۔ رعایا کے ساتھ ہمیشہ رعایت کرو۔"

محمد بن قاسم نے اعلان کیا:۔

"جو شخص چاہے اسلام قبول کرے اور جو چاہے اپنے آبائی مذہب پر قائم رہے۔ ہماری طرف سے کوئی تعرض نہ ہوگا۔"

محمد بن قاسم نے شہر کا انتظام وہاں کے لوگوں کے سپرد کر دیا اور دیبل کا حاکم اعلیٰ ایک نیا حاکم مقرر کیا اور اس کے ماتحت حمید بن ذرائع کو پولس کا انسپکٹر جنرل بنایا۔ حمید کو ہدایت کی کہ ہندوؤں کی جان و مال کی پوری حفاظت کی جائے۔

دیبل کی فتح کے بعد محمد بن قاسم نیرون کی طرف بڑھا۔ یہاں کے باشندوں نے اسلامی فوج کا مقابلہ نہیں کیا، بلکہ پرجوش خیر مقدم کیا۔ حجاج نے لکھا۔

Marfat.com

"اہل نیرون کے ساتھ نہایت نرمی اور دل دہی کا سلوک کرو۔ ان کی بہبودی کے لئے کوشش کرو۔"

محمد بن قاسم نے شہر برہمن آباد کے فتح کرنے کے بعد سیوستان کی طرف بڑھا۔ یہاں کا راجہ داہر کا بھتیجہ بجے رائے تھا۔ وہ میدان جنگ سے بھاگا اور اہل شہر نے امان طلب کی۔ محمد بن قاسم نے امان دیدی اور وہاں کے پنڈتوں کو خوب خوب انعام و اکرام دیا۔ حجاج نے لکھا:۔

"جو کوئی تم سے جاگیر و ریاست مانگے، تم اس کو ناامید نہ کرو۔ التجا کو قبول کرو۔ امان و عفو سے رعایا کو مطمئن کرو۔"

بدھیہ کے حاکم کاکا نے اپنے کو محمد بن قاسم کے سامنے خدمت کے لئے پیش کیا۔ محمد بن قاسم خوش ہو کر اپنے ایک لشکر کا اسے سپہ سالار بنا دیا۔ اس قدر افزائی کا یہ اثر ہوا کہ کاکا نے اپنی خوشی سے اسلام قبول کر لیا۔ اس کی تحریک پر بہت سے لوگ مشرف بہ اسلام ہوئے۔

ایک مقام پر ایک ہندو سپہ سالار موکا نامی نے مقابلہ کیا۔ موکا نے شکست کھائی۔ موکا محمد بن قاسم کی خدمت میں آیا اور اطاعت قبول کی۔ محمد بن قاسم نے اس کی بڑی خاطر کی اور جس حصہ کا وہ حاکم تھا اسے سند حکومت عطا کر دی۔

راجہ داہر جنگ میں مارا گیا۔ جب اس کی خبر حجاج بن یوسف کو ہوئی، تو اس نے محمد بن قاسم کو لکھا ــــ

"جو لوگ بزرگ اور ذی عزت ہوں ان کو امان دو لیکن بدمعاشوں کو دیکھ بھال کر آزاد کیا کرو۔ اپنے وعدہ کا ہمیشہ خیال رکھو اور امن رعایا کی استمالت کرو۔"

Marfat.com

محمد بن قاسم نے اعلان کیا :-

" ہماری حکومت میں مذہبی معاملہ میں ہر شخص کو آزادی ہو گی۔ جس کا جی چاہے اسلام قبول کرے، جس کا جی چاہے اپنے آبائی مذہب پر قائم رہے۔ جو شخص اپنے آبائی مذہب پر رہے گا، اس کو ایک معمولی سا ٹیکس دینا ہو گا، جس کا نام "جزیہ" ہو گا، اور جو مسلمان ہو جائے، اس کو زکوٰۃ دینا ہو گا "

راجہ داہر کے لوگ "برہمن آباد" میں جمع ہوئے اور یہاں اسلامی فوج کے مقابلہ کی تیاریاں شروع کیں۔ محمد بن قاسم نے اعلان کیا کہ "جو لوگ اطاعت قبول کر لیں گے انہیں امان دی جائے گی"۔ داہر کے وزیر سی ساگر نے اطاعت قبول کر لی۔ محمد بن قاسم نے برہمن آباد پر فوج کشی کی تو سی ساگر محمد بن قاسم سے مل گیا۔ محمد بن قاسم نے اُسے وزارت کا عہدہ دیا۔ چھ مہینے محصور رہنے کے بعد برہمن آباد کے باشندوں نے اطاعت قبول کر لی، لیکن راجہ داہر کی ایک بیوی رانی لادی مقابلہ کرتی رہی۔ آخر وہ گرفتار ہو گئی۔ جب محمد بن قاسم کے سامنے پیش کی گئی تو اس نے اسلام قبول کر لیا۔ محمد بن قاسم نے اس سے شادی کر لی۔

محمد بن قاسم نے برہمن آباد کی فتح کے بعد مذہبی آزادی کا اعلان کیا تو سندھ کے پجاری برہمنوں کا ایک وفد محمد بن قاسم کی خدمت میں حاضر ہوا اور درخواست پیش کی۔

"مسلمانوں کے خوف سے مندروں میں لوگوں کی آمد و رفت بہت کم ہو گئی ہے، جس کا مندروں کی آمدنی پر بہت بُرا اثر پڑا ہے اور ان کا خرچ پورا ہونا دشوار ہو گیا ہے۔ اکثر مندروں کو دوران جنگ میں نقصان بھی پہنچا ہے۔

Marfat.com

آپ نے کاشتکاروں، تاجروں اور دست کاروں کی مدد کی ہے۔ ہم بھی استدعا کرتے ہیں کہ آپ کی طرف سے ہندوؤں کو اطمینان دلایا جائے کہ وہ مندروں میں پوجا پاٹ کے لئے آیا کریں۔"

ابن قاسم نے برہمنوں سے ہمدردی کا اظہار کیا، اور حجاج بن یوسف کو ان کے معاملے کے متعلق لکھا۔ حجاج نے جواب دیا ــــ

"تمہارے خط سے معلوم ہوا کہ برہمن آباد کے ہندو اپنے مندروں کی عمارات کو درست کرنا چاہتے ہیں۔ چونکہ انہوں نے اطاعت قبول کر لی ہے۔ اس لئے ان کو اپنے معبود کی عبادت میں آزادی حاصل ہونی چاہیے، اور کسی قسم کا جبر کسی پر مناسب نہیں۔"

ایک دوسرے خط میں حجاج لکھتا ہے: ــــ

"جو لوگ اپنے قدیم مذہب پر قائم رہیں، ان سے وہی مالگذاری وصول کرو جو اپنے راجاؤں کو دیا کرتے تھے۔"

حجاج کے یہ ہدایات محمد بن قاسم کو اس وقت ملے، جبکہ وہ برہمن آباد سے روانہ ہو چکا تھا، مگر اُسے ہندو رعایا کا اس قدر خیال تھا کہ وہ برہمن آباد واپس آکر برہمنوں کے حقوق کی تحقیقات کی اور سابق ہندو راجہ کے عہد میں انہیں جو مراعات حاصل تھیں، وہ سب انہیں عطا کیں، اور حکم دیا کہ آئندہ سرکاری مالگذاری میں سے تین فی صدی مندروں کی مرمت کے لئے دیا جائے اور ساتھ ہی یہ اعلان بھی کر دیا کہ "ہندوؤں کو اپنے مذہبی مراسم کے ادا کرنے کی عام اجازت ہو گی اور ان کے مذہبی حقوق تلف نہیں کیے جائیں گے۔"

محمد بن قاسم سے پہلے مالگذاری کی وصولی کا کام برہمنوں کے سپرد تھا۔

Marfat.com

اس نے بھی اسے اسی حالت میں قائم رکھا کسی مسلمان کو یہ خدمت سپرد نہیں کی گئی۔

حجاج بن یوسف جو مسلمانوں پر ظلم کرنے کے لئے اسلامی تاریخ میں سخت بدنام ہے، اور جس نے اس کی حالت میں ایک لاکھ بیس ہزار آدمی قتل کئے، جن میں علامہ سعید ابن جبیر جیسے بڑے بڑے اخیار و ابرار تھے، محمد بن قاسم کو برابر ہدایتیں بھیجتا رہتا تھا، اور تاکید کرتا تھا کہ سندھ کے باشندوں کے ساتھ عمدہ سلوک کیا جائے۔ برہمن آباد کی فتح کے بعد وہاں کے باشندوں کی راحت و آسایش کے لئے جو انتظامات محمد بن قاسم نے کئے اس کی اطلاع پا کر حجاج نے ابن قاسم کو لکھا کہ "تم نے رعیت نوازی اور رفاہ عام کے لئے جو کوشش کیں وہ انتہائی تعریف کے قابل ہے"

سندھ کے تمام اہم مقامات پر قبضہ کرنے کے بعد محمد بن قاسم ملتان کی طرف بڑھا اور اس پر بھی قبضہ کرکے اہل شہر کو جان و مال کی امان دیدی۔

مسلمانوں نے بزور شمشیر ملتان پر قبضہ کیا تھا لیکن اہل شہر کو کسی قسم کا نقصان پہنچائے بغیر امن و امان اور معافی کا اعلان کیا۔ محمد بن قاسم نے ہر جگہ شہروں کو لوٹنے اور رعایا کے اموال پر قبضہ کرنے سے اپنے سپاہیوں کو روکا۔ ...... مندروں کی مورتیوں کو جو جواہرات سے مرصع اور سونے چاندی کی بنی ہوئی تھیں کسی نے ہاتھ نہیں لگایا۔ (آئینہ حقیقت نما)

ملتان میں سورج دیوتا کا ایک طلائی بت تھا۔ محمد قاسم کو اس کے سرداروں نے بہت مجبور کیا کہ اسے توڑ ڈالے، لیکن اس نے ایسا نہیں کیا اور جب تک عربوں کی حکومت ملتان میں قائم رہی، یہ بت بھی بدستور اپنی جگہ

Marfat.com

نصب دہلی۔ (اسلامی ہند نگار)

اب دریائے سندھ کی وادی پر مسلمانوں کا پورا قبضہ تھا۔ وہاں کے جاٹ وغیرہ ہندو راجاؤں کے ظلم سے پریشان تھے۔ محمد بن قاسم نے جو آزادی بخشی، اس سے لوگ بہت خوش ہوئے اور خوشی کا اظہار اس طرح کیا کہ ڈھول اور گھنٹیاں بجاتے ہوئے آئے اور اظہار اطاعت کی۔

محمد بن قاسم انکے ساتھ بڑی مہربانی سے پیش آیا۔ ان سے جزیہ لے کر ان کے جان و مال کی حفاظت کا وعدہ کیا، اور ان کی عبادت گاہیں بدستور باقی رکھی گئیں۔ برہمنوں کو بڑے بڑے عہدے دیئے۔

محمد بن قاسم نے تین سال کے اندر سندھ اور ملتان پر قبضہ کر لیا اور ہندوؤں کو ان کے مذہبی معاملات میں پوری آزادی دی اور بقول ایم۔ ان۔ رائے اس نے شاہی خرچ سے دیبل اور سندھ کے مندروں کی مرمت کرائی اور جی کھول کر پنڈتوں کو خلعتیں اور جاگریں عطا کیں۔

محمد بن قاسم کی تلوار نے نہیں، بلکہ اس کی مذہبی رواداری، فراخ دلی، اور حسن سلوک کا نتیجہ تھا کہ تھوڑے سے مسلمانوں کے ساتھ عرب سے آکر اس نے ایک غیر ملک کے کروڑوں غیر مسلم باشندوں کو اپنا گرویدہ بنا لیا۔

محمد بن قاسم کا طرز عمل سندھ کے غیر مسلموں کے ساتھ کیسا ہمدردانہ تھا۔ ذیل کے بیانات سے اندازہ کیا جا سکتا ہے۔

مسٹر ایم۔ ان۔ رائے لکھتا ہے:۔

"محمد بن قاسم نے جاٹوں اور مظلوم کسانوں ہی کی امداد سے سندھ فتح کیا لیکن اس نے عرب فاتحین کی روادارانہ پالیسی کو ہاتھ سے نہ جانے دیا

Marfat.com

"اس نے برہمنوں کو نوکر رکھا تاکہ وہ رعایا کو سمجھائیں اور ان میں اعتماد پیدا کریں۔ اس نے رعایا کو اجازت دی کہ وہ اپنے مندروں کا تحفظ کریں، ان کی دیکھ بھال کریں اور پہلے کی طرح اپنے مذہبی رسوم ادا کریں۔

"لگان اس نے ہندوستانیوں کے ہاتھ میں دیا۔ مروجہ زراعتی اصول پر حکومت کا نظام قائم کیا"۔

مسٹر چونی لال آنند، ایم۔ اے۔ ایل۔ ایل بی بیرسٹر اپنے ایک مضمون میں تحریر فرماتے ہیں:۔

"دوسرے مقامات کی طرح ہندوستان میں بھی عربی حکومت کے ماتحت رعایا اقوام پر کوئی مذہبی جبر و تشدد نہیں کیا جاتا تھا۔ محمد بن قاسم ہندوؤں کی سوشل اور مذہبی رسومات و اعتقادات کی عزت کرتا تھا۔ ہندوؤں کو قانون کی ویسی ہی پناہ حاصل تھی، جیسی مسلمانوں کی تھی۔ ہندوؤں کی سوشل اور مذہبی انسٹی ٹیوشنوں میں کوئی مداخلت نہ کی جاتی تھی، وہ اپنے بتوں کی پرستش کرتے تھے اور اُن کے ایما پر اُن کی ذات پات کے قواعد کو بھی قانون کا درجہ دیا گیا تھا۔ توسیع سلطنت کے ساتھ ساتھ ہندوؤں کے لئے تمام سرکاری دفاتر کھول دیئے گئے تھے۔ برہمنوں کو مال گذاری اور کلکٹری کے کاموں میں متعین کیا گیا تھا۔ اور قاسم نے وزارت کا اعلیٰ ترین عہدہ اپنے وقت کے ایک مشہور ہندو فلاسفر مسمی کاکا کو عطا کیا تھا۔ عربوں کے ماتحت سندھ مذہبی آزادی کی سرزمین تھی"۔

(بحوالہ مذہب اور تلوار)

مشہور اسلام دشمن مؤرخ ایلیٹ کی تاریخ ہند میں لکھا ہے:۔

"محمد بن قاسم نے حکم دیا کہ ہر شخص کو بارہ درم کے ہموزن چاندی تقسیم کی

Marfat.com

جائے اس لئے کہ سب کی جائدادیں لٹ چکی تھیں۔ اس نے گاؤں والوں میں سے اور عمائدین شہر میں سے لوگوں کو مقرر کیا کہ وہ شہر اور گاؤں سے طے شدہ ٹیکس وصول کریں۔ یہ سب اس لئے کہ طاقت اور حفاظت کا احساس پیدا ہو۔

"محمد بن قاسم نے برہمنوں کا وقار قائم رکھا اور ان کی عظمت کے توثیقی احکام جاری کئے، ظلم و تشدد کے خلاف انہیں پناہ دی گئی۔ ہر برہمن کو ایک عہدہ سے سرفراز کیا۔

"عراق کے گورنر حجاج نے اپنے بھتیجے قاسم کو لکھا تھا" چونکہ ہندوؤں نے اطاعت قبول کر لی ہے، اور خلیفہ کو ٹیکس دینا منظور کر لیا ہے۔ اس لئے ان سے کسی قسم کی زائد رقم طلب نہیں کی جا سکتی۔ وہ ہماری حفاظت میں لے لئے گئے ہیں اور اب ہم ان کی جان و مال پر کسی طرح بھی دست اندازی نہیں کر سکتے انہیں اپنے خداؤں کو پوجنے کی اجازت دی جاتی ہے۔ کسی بھی مذہب کی پیروی میں مزاحمت نہ کی جائے۔ اسے ممنوع قرار دیا جائے۔ انہیں اجازت ہے کہ وہ اپنے گھروں میں جس طرح چاہیں رہیں۔" (جلد اول ص ۱۱۵-۱۱۸)

"اس نے امراء، عمائدین اور برہمنوں کو ہدایت کی کہ وہ ملک تعمیر کریں۔ مسلمانوں سے راہ و رسم بڑھائیں، بے خوف زندگی گذاریں، اور اپنی حالت بہتر بنانے کی کوشش کریں۔ اس نے ان کے لئے یہ حکم بھی صادر کیا، کہ وہ مفلس برہمنوں کی دل جوئی کریں، اپنے آباؤ اجداد کے رسم و رواج کی پابندی کریں اور اگلے چلن کے مطابق برہمنوں کو خیرات اور نذر دیں۔"

(جلد اول ص ۱۸۶)

"جرمن مؤرخ فان کریمر کا بیان ہے کہ :-

Marfat.com

"ہندوؤں میں برہمنوں کو جو امتیاز اور برتری حاصل ہے وہ بدستور قائم رکھی گئی تھی اور انہیں مالگذاری کا جو تین فی صدی ملتا تھا وہ حسب سابق انہیں دیا جاتا تھا۔ ہندوؤں کو مندروں کی تعمیر کی اجازت تھی۔ وہ مسلمانوں کے ساتھ سفر کرتے تھے، بے خوف و خطر رہتے تھے اور ہر ممکن طریقہ پر اپنی حالت کو بہتر بنانے کی کوشش کرنے میں بالکل آزاد تھے۔"

ڈاکٹر تارا چند صاحب تحریر فرماتے ہیں:۔

"مسلمان فاتحوں نے مفتوحوں کے ساتھ ہوشیاری اور کرم گستری کا معاملہ کیا۔ مالگذاری کا پرانا نظام باقی رکھا گیا۔ پرانے ملازم اپنی ملازمتوں پر بدستور قائم رہے۔ ہندو پجاریوں اور برہمنوں کو مندروں میں پوجا پاٹ کرنے کی عام اجازت تھی اور ان کو صرف ایک ہلکا سا ٹیکس ادا کرنا پڑتا تھا، جو ان کی آمدنی کے مطابق تھا۔ مسلمانوں کے مقدمات کا فیصلہ قاضی کرتے تھے، لیکن ہندوؤں کے لئے ان کی پنچائتیں الگ تھیں، جو ان کے معاملات فیصل کرتی تھیں۔ بہت سے ہندو عہدوں پر ہندو فائز تھے۔ یہاں تک کہ وزارت عظمیٰ پر راجہ داہر کا وزیر ہی سرفراز تھا۔"

محمد بن قاسم نے سندھ کی غیر مسلم رعایا میں، اتنی مقبولیت حاصل کرلی تھی کہ جب وہ سندھ سے دمشق بلالیا گیا تو پورے ملک میں رنج و غم کا اظہار کیا گیا اور علامہ بلاذری کے بیان کے مطابق اہل ہند زار و قطار روتے تھے، اور انہوں نے یادگار کے طور پر محمد بن قاسم کی مورتی بنا کر کیرج میں رکھی۔

"ایلیٹ لکھتا ہے:۔

"جب محمد بن قاسم نے سندھ چھوڑا تو غیر مسلم عوام اس کے لئے اشکبار تھے۔"

Marfat.com

## سُلطان محمُود غزنوی

ہندوؤں میں سلطان محمود غزنوی بہت بدنام ہے۔ ہندو اُسے اپنا دھرم کا بہت بڑا دشمن خیال کرتے ہیں اور متعصب اور تنگ دل مورخین اور اہل قلم نے محمود کے حملوں کو مذہبی رنگ دے کر اسے "بت شکن" اور ظالم مشہور کر رکھا ہے۔

تاریخ کے صفحات شاہد ہیں کہ دراصل محمود نہ تو ہندو مذہب کا دشمن تھا اور نہ ہندوؤں کا۔ ہاں وہ ایک بہادر اور اولوالعزم انسان ضرور تھا اور ڈاکٹر تاراچند کے بیان کے مطابق "محمود کی زندگی کی زبردست خواہش ملکوں کی فتح اور حکومت کی توسیع تھی، اور اس میں اس نے اپنی ساری زندگی صرف کر دی اور اس میں بہت حد تک کامیاب رہا"۔

محمود غزنوی نے نہ صرف ہندوستان بلکہ اسلامی ممالک مثلاً ترکستان، بلخ، بخارا، خراسان وغیرہ پر بھی حملے کئے۔ محمود ایک سیاسی آدمی تھا نہ کہ مذہبی اور اس نے جو کچھ کیا اپنی سلطنت کی توسیع کے لئے، نہ کہ مذہب کی اشاعت کے لئے۔ ہندوستان پر محمود کے حملے کا آغاز محمود کی طرف سے نہیں ہوا۔ اگر راجہ جے پال، سبکتگین اور خود محمود کے دورِ حکومت میں غزنی پر حملے نہ کرتا تو کون کہہ سکتا ہے کہ محمود ہندوستان کی طرف رُخ بھی کرتا۔ راجہ جے پال اور آنند پال کی چھیڑ چھاڑ اور ان کی بدعہدیوں نے بڑی حد تک محمود کو ہندوستان پر حملہ کرنے کے لئے مجبور کیا۔

۹۹۵ء میں افغانستان کے حکمران امیر سبکتگین نے اپنی سرحد پر حفاظت کے لئے چند چوکیاں بنائیں، اور ان چوکیوں سے خطرہ محسوس کرتے ہوئے پنجاب کا راجہ جے پال سبکتگین پر حملہ آور ہوا۔ شہر غزنی کے قریب جنوب میں لڑائی ہوئی جس میں جے پال کو شکست ہوئی اور وہ گرفتار ہوا۔ راجہ جے پال نے سبکتگین کے

Marfat.com

کے پاس درخواست بھیجی ۔

"مجھ سے بڑی خطا ہوئی ۔ آپ اس مرتبہ میرا قصور معاف کر دیں میں آئندہ ہمیشہ آپ کا فرمانبردار رہوں گا ۔ اور پنجاب پہنچ کر بہت سا چاندی سونا آپ کے پاس بھیجوں گا ۔ آپ اپنے آدمی میرے ہمراہ بھیج دیجئے ۔ میں ان کے ہمراہ خزانہ اور قیمتی تحفے مع پچاس ہاتھیوں کے بھیج دوں گا ۔" (آئینہ حقیقت نما)

اراکین سلطنت نے قابو میں آئے ہوئے دشمن کو چھوڑنا مناسب نہیں سمجھا ۔ لیکن خود محمود غزنوی نے درخواست صلح منظور کر لی ۔ جے پال رہا کر دیا گیا ۔

لاہور آکر راجہ جے پال نے خلاف وعدہ سبکتگین کے آدمیوں کو گرفتار کر لیا ۔

جے پال نے ہندوستان کے دوسرے راجاؤں کو اپنے ساتھ ملایا اور دوسرے سال پھر غزنی پر حملہ آور ہوا ۔ جے پال کے ساتھ تین لاکھ جرار فوج اور بہت سے ہاتھی تھے ۔ سبکتگین مقابلہ کے لئے آیا ۔ اس کے ساتھ ساٹھ ہزار سے زیادہ فوج تھی ۔ یہ دوسری جنگ ملتان کے قریب ہوئی ، جو غزنی کے وسطی علاقہ میں ہے ، جے پال کو پھر شکست ہوئی اور وہ بھاگ کھڑا ہوا ۔

۹۹۷ء میں سبکتگین مر گیا اور اس کی جگہ اس کا بیٹا محمود تخت نشین ہوا ۔ محمود کی توجہ اول اول ترکستان اور ایران کی طرف رہی ، وہ خالص اسلامی معاملات میں حصہ لینا چاہتا تھا لیکن قدرت کو کچھ اور ہی منظور تھا ۔

جے پال نے دوبار شکست کھا کر تیسری مرتبہ پھر قسمت آزمائی کا ارادہ کیا ۔ جے پال کی ترغیب پر ہندو راجاؤں اور برہمنوں نے سارے ہندوستان میں غزنی کے خلاف پراپگنڈہ کیا ، اور ہندوؤں کی ڈیڑھ لاکھ کی جرار فوج تیار ہو گئی ۔

Marfat.com

چنانچہ ۱۰۰۱ء میں یہ فوج دریائے سندھ کے کنارے پہنچی۔ اب محمود کو آگے بڑھنا پڑا۔ اس کے ساتھ صرف دس ہزار کی فوج تھی۔ پشاور کے قریب دونوں فوجوں کا مقابلہ ہوا اور جے پال کو تیسری بار شکست فاش ہوئی۔ راجہ جے پال اپنے پندرہ سرداروں کے ساتھ گرفتار ہوا۔ محمود انہیں غزنی لے گیا۔ راجہ جے پال نے عرض کی۔

"اس مرتبہ میری خطا اور معاف کی جائے۔ اور مجھ کو چھوڑ دیا جائے۔ میں اب تا زیست انحراف نہ کروں گا اور پنجاب کو غزنی کا ایک صوبہ سمجھ کر حکومت کروں گا، اور سالانہ خراج بلا عذر و حیلہ بھیجتا رہوں گا۔" (آئینہ حقیقت نما)

محمود نے راجہ جے پال کی استدعا قبول کرلی اور غزنی سے لاہور کی جانب روانہ کردیا۔

کیا اسی کا نام ہندو دشمنی ہے؟

بار بار کی شکست و ناکامی کا جے پال پر یہ اثر ہوا کہ اس نے آگ میں جل کر جان دے دی۔ اس کے بعد اس کا بیٹا آنند پال تخت پر بیٹھا۔ جے پال نے بیٹے کو وصیت کردی تھی کہ سالانہ خراج برابر بھیجتا رہے۔

آنند پال کے دل میں باپ کے انتقال کی آگ بھڑک رہی تھی۔ اس لئے اس نے باپ کی وصیت کے بجائے اس کے طرز عمل کی پیروی کی۔ اس کا اظہار اس طرح ہوا کہ ملتان کا حاکم داؤد بن نصر سندھ کے ہندو راجاؤں کے ساتھ مل کر محمود کے خلاف سازش کرنے لگا۔ محمود نے داؤد پر فوج کشی کی۔ چنانچہ اس نے ریاست بھاٹیہ کی فتح کے بعد ۱۰۰۶ء میں آنند پال کی حکومت سے گزر کر ملتان پر حملہ کرنا چاہا لیکن محمود کو بڑی حیرت ہوئی۔ جب اس نے دیکھا کہ آنند پال اسے راستہ دینے کی بجائے خود اس سے جنگ کرنے کے لئے تیار ہے۔ اس طرح محمود کو مجبوراً آنند پال سے مقابلہ

Marfat.com

کرنا پڑا۔ آنند کو شکست ہوئی اور وہ لاہور بھاگا۔ محمود نے تعاقب کیا، تو لاہور سے کشمیر بھاگ گیا۔ پنجاب کا تخت خالی تھا لیکن محمود نے اُدھر کوئی توجہ نہیں کی۔ اس کا مقصد تو داؤد بن نصر کو تنبیہ کرنا تھا۔ چنانچہ وہ ملتان کی طرف چلا گیا۔

انند پال نے ہندوستان کے تمام راجاؤں کو محمود غزنوی کے خلاف اُبھارا اور ایک عظیم الشان فوج لے کر لاہور سے پشاور پہنچ گیا۔ پشاور میں جنگ ہوئی۔ انند پال شکست کھا کر بھاگا، اور نگر کوٹ میں پناہ گزیں ہوا۔ محمود نے نگر کوٹ کا رُخ کیا۔ انند پال کو وہاں سے بھی بھاگنا پڑا۔ محمود نے نگر کوٹ پر قبضہ کر لیا۔ ابھی محمود نگر کوٹ ہی میں تھا کہ اسے انند پال کی عرضی ملی کہ "جس طرح آپ نے میرے باپ کی بار بار خطائیں معاف کیں، میری خطا بھی معاف کر دیں۔ میں ساری زندگی آپ کا باج گزار بن کر رہوں گا۔" اسی قسم کی درخواست نگر کوٹ کے راجہ کی بھی آئی۔

محمود نے دونوں کی خطائیں معاف کر دیں۔

کیا ہندوؤں سے دشمنی رکھنے والوں کا رویہ ایسا ہی ہوتا ہے؟

ہندوستان کی درسی کتابوں میں ان دونوں جنگوں کا سبب محمود کا حملہ بتایا گیا ہے لیکن دراصل پیش قدمی ہندوؤں کی طرف سے ہوئی۔ محمود کو مجبوراً ان کے مقابلہ کے لئے آنا پڑا اور اُسے اپنی پوری توجہ ہندوستان پر مرکوز کرنی پڑی۔

انند پال مرتے دم تک محمود غزنوی کا وفادار رہا۔ اس کے مرنے کے بعد انند پال کا بیٹا جے پال تخت پر بیٹھا۔ اس نے محمود کو خراج دینے کے بجائے اپنی خود مختاری کا اعلان کر دیا۔ محمود کو خبر ملی تو اس نے ۱۰۱۴ء میں ہندوستان

Marfat.com

پر حملہ کیا۔ جے پال ثانی نے ایک مقام نندونہ میں مقابلہ کیا۔ جے پال کو شکست ہوئی اور وہ کشمیر بھاگا۔ محمود اس کے تعاقب میں کشمیر گیا۔ جے پال ثانی کشمیر کے اندرونی علاقہ میں بھاگ گیا۔ محمود نندونہ واپس آ کر اپنا عامل مقرر کر کے غزنی واپس چلا گیا۔ محمود کی واپسی کے بعد جے پال ثانی لاہور واپس آیا اور محمود کی خدمت میں سالانہ خراج کے ساتھ معافی کی درخواست بھیجی محمود نے حسب عادت جے پال ثانی کی خطا معاف کر دی۔

ایسے واقعات کے ہوتے ہوئے محمود غزنوی کو ہندو دشمن اور ظالم کہنا کیسی شرمناک ہٹ دھرمی ہے!

محمود نے قنوج پر حملہ کیا تو اس کے ساتھ کشمیر کا راجہ اور ہندو لشکر بھی تھا۔ قنوج کا راجہ کنور رائے اس صورت سے محمود کی خدمت میں حاضر ہوا کہ گرفتاری کی علامت کے طور پر اس کے ہاتھ رومال سے بندھے ہوئے تھے اور گلے میں دوپٹہ پڑا ہوا تھا۔ محمود نے راجہ کو اس حال میں دیکھا تو فوراً آگے بڑھ کر اس کے ہاتھ خود کھول دیئے اور اُسے گلے لگا لیا۔ محمود کئی دن تک راجہ کا مہمان رہا۔ راجہ ہمیشہ محمود کا وفادار رہا اور دونوں کے تعلقات بہت اچھے رہے۔

لالہ بابو رام اپنی کتاب "مختصر سیر گلشن ہند" میں لکھتے ہیں کہ "مہاراج قنوج اور محمود غزنوی کے تعلقات ایسے عمدہ تھے کہ محمود نے راجہ سے یہ کہہ رکھا تھا کہ جب کوئی حکومت تم پر حملہ کرے تو تم بلا تکلف اپنی مدد کے لئے غزنی سے فوجیں طلب کر سکتے ہو، اور یہ رعایت صرف تمہارے ہی لئے نہیں ہے، بلکہ تمہارے ورثا کے لئے بھی ہے۔ حکومت غزنی ہمیشہ تمہارے جانشینوں کی

Marfat.com

دل و جان سے امداد کرے گی"۔

متھرا، بلند شہر، بیر بھڑ وغیرہ کے راجاؤں نے محمود کی اطاعت قبول کر لی تھی۔ محمود کی واپسی کے بعد کالنجر کے راجہ نندا نے ان تمام راجاؤں کو جنہوں نے محمود کی اطاعت قبول کر لی تھی، عبرت دلا کر اس کے خلاف تیار کیا۔ پنجاب کا راجہ جے پال ثانی بھی مخالفت کے لئے تیار ہو گیا۔ صرف قنوج کے راجہ نے ساتھ دینے سے انکار کیا، اس لئے دوسرے راجہ اس کے دشمن ہو گئے، اور راجہ نندا نے قنوج پر چڑھائی کر دی۔ راجہ قنوج نے محمود کو اطلاع دی۔ وہ فوراً تھوڑی سی فوج لے کر والی قنوج کی مدد کے لئے روانہ ہو گیا۔ محمود پنجاب کے راستہ سے قنوج جانا چاہتا تھا۔ لیکن جے پال ثانی نے مزاحمت کی۔ محمود اسے شکست دے کر قنوج کی طرف بڑھا۔ لیکن اس کے پہنچنے کے قبل ہی قنوج کا راجہ مارا جا چکا تھا۔ محمود کالنجر کی طرف بڑھا۔ اس کی فوج بہت تھوڑی تھی۔ اور راجہ نندا کے پاس عظیم الشان فوج تھی۔ اس کے باوجود راجہ نندا کو مقابلہ کی ہمت نہ ہوئی اور وہ خوف زدہ ہو کر میدان جنگ سے بھاگ گیا۔

جے پال ثانی کی مسلسل بدعہدی اور پے در پے غداری نے محمود کو مجبور کر دیا کہ وہ پنجاب پر قبضہ کرے۔ چنانچہ ۱۰۲۱ء میں اس نے ایک بڑی فوج لے کر پنجاب پر حملہ کیا۔ جے پال ثانی کو خبر ملی تو وہ لاہور سے فرار ہو گیا۔ محمود نے دہلی اور لاہور پر قبضہ کر لیا اور اپنے غلام ایاز کو پنجاب کا گورنر مقرر کر دیا۔

محمود بت شکن نے پنجاب کے کسی مندر کو نقصان نہیں پہنچایا۔

۱۰۲۳ء میں راجہ نندا نے سلطان محمود سے اپنی خطاؤں کی معافی مانگی، اور آئندہ فرماں بردار رہنے کا وعدہ کیا۔ سلطان نے اپنی فطری وسعت

Marfat.com

قلبی کے مطابق نندا کو معاف کر دیا۔ اطاعت قبول کرنے کے بعد راجہ نے ہندی میں ایک مدحیہ نظم لکھ کر سلطان محمود کی خدمت میں پیش کی، جس میں اس نے ہندوستان پر عرب و عجم کی فضیلت اور اسلام کی شوکت و عظمت کا اعتراف کیا۔ تھا۔ سلطان کے دربار کے علماء و فضلا نے اس نظم کی بڑی تعریف کی۔ محمود کو نظم کا ترجمہ سنایا گیا تو وہ اس قدر خوش ہوا کہ اس نے پندرہ قلعے، جن میں قلعہ کالنجر بھی شامل تھا، راجہ نندا کو عطا کر دیئے۔ تاریخ میں ایسی نظیر نایاب ہے۔

اگر محمود غزنوی واقعی "بت شکن" ہوتا تو جس وقت پنجاب اس کے قبضہ و تصرف میں آیا، وہ پنجاب کے کل مندر نیست و نابود کر دیتا کیونکہ وہاں اس کو کوئی روکنے والا نہیں تھا۔ لیکن اس نے پنجاب کے کسی مندر کو ہاتھ تک نہیں لگایا۔ پنجاب کے علاوہ متھرا اور دوسرے علاقوں میں بھی جن کو محمود نے فتح کیا بے شمار مندر تھے۔ لیکن محمود نے صرف انہیں مندروں کو توڑا، جن کے متعلق اسے خبر ملی کہ ان میں بے شمار دولت تھی، یا ان میں اس کے خلاف سازشیں کی جاتی تھیں۔

اس زمانے میں تھانیسر ہندوؤں کا بہت بڑا مرکز تھا۔ وہاں کے مذہبی پیشوا محمود کے خلاف سازشوں میں مصروف تھے۔ اس کے علاوہ محمود کو یہ بھی خبر ملی تھی کہ تھانیسر کے مندر میں بے انتہا مال و دولت ہے۔ اس لئے اس نے تھانیسر پر حملہ کر کے مندر کو لوٹا۔

سومنات بھی سیاسی گرمیوں کا اڈا تھا اور یہ مندر بھی زر و جواہر سے معمور تھا۔ ہندوؤں کا یہ بھی عقیدہ تھا کہ محمود سومنات کے مندر کو کوئی نقصان نہیں پہنچا سکتا۔ ان کا یہ غلط عقیدہ بھی محمود کے حملہ کا محرک ہوا۔

Marfat.com

محمود غزنوی نے سومنات فتح کرنے کے بعد وہاں کے برہمنوں کو ان کی حالت پر چھوڑ دیا۔ جاگیریں محفوظ رکھیں، اور وہاں کی حکومت تلک نامی ایک ہندو کے سپرد کر کے خود واپس گیا۔ اسی سلسلہ میں ایک خاص اور قابل ذکر یہ بات ہے کہ ہندوؤں میں ایسے محقق پیدا ہو رہے ہیں جو کہتے ہیں کہ سومنات پر حملہ کرنے کا واقعہ ہی بے حقیقت ہے۔

---

اگر محمود واقعی ہندوؤں کا دشمن ہوتا تو ہندوؤں کو اپنی فوج میں بھرتی نہ کرتا۔ لیکن اس کی فوج میں دس ہزار ہندو بہادر شامل تھے، اور فوجی مناصب پر بھی ہندو فائز تھے۔ چنانچہ محمود کے ہندو سپہ سالاروں میں سوبند رائے، "تلک" اور ناتھ خاص طور پر قابل ذکر ہیں۔ جو بقول ڈاکٹر تاراچند محمود کے لئے وسط ایشیا اور ایران میں جنگیں کرتے تھے۔ حکومت کے دوسرے شعبوں میں بھی محمود نے بہت سے ہندو عمال مقرر کر رکھے تھے۔ چنانچہ ڈاکٹر تاراچند جو مرکزی حکومت کے محکمہ تعلیم کے سکریٹری تھے، اور آج کل ایران میں سفارت کے فرائض انجام دے رہے ہیں اپنی کتاب "انفلوئنس اسلام ان انڈین کلچر" میں لکھتے ہیں۔

"مسلمانوں کی حکومت ہندوستان میں قائم ہوئی تو انہوں نے ہندوؤں کو مختلف عہدوں پر مقرر کرنا ضروری سمجھا۔ محمود غزنوی کی فوج میں بکثرت ہندو سپاہی تھے، جو اس کی حمایت میں وسط ایشیا میں جا کر لڑے اور اس کے ہندو فوجی کمانڈر تلک نے اس کے ایک مسلمان فوجی عہدے دار نیال تگیں کی بغاوت کو فرو کیا۔"

کیمبرج ہسٹری میں لکھا ہے:۔

"محمود بت شکن نے ہندو سواروں کی ایک مستقل فوج رکھی۔ اس کے

بیٹے مسعود نے مسلمان افسروں کو ہندو ساتھیوں کے جذبات کا احترام کرنے کی تاکید کی۔ ایک ہندو جرنیل تلک کو ایک مسلمان حاکم نیال تگین کی سرکوبی کے لئے مامور کیا اور جب اس نے مسلمانوں کو سخت سزائیں دیں تو اسے کچھ نہ کہا، اور اسے مسلمان اُمراء کا ہم پایہ بنایا۔"

---

محمود غزنوی نے کبھی کسی ہندو کو زبردستی مسلمان نہیں بنایا، اور نہ امن کی حالت میں کسی ہندو کی جان و مال کو نقصان پہنچایا۔ مسٹر الفنسٹن کا بیان ہے:-

"ہم ایک مثال بھی ایسی نہیں سنتے کہ اس نے کسی ہندو کو جبراً مسلمان کیا ہو۔ اور ایک شہادت بھی ایسی نہیں کہ جنگ یا قلعہ گیری کے موقع کے سوا اس نے کسی ہندو کو قتل کرایا ہو۔" (تاریخ ہند صفحہ ۳۳۶)

HE MADE NO CONVERSION BY FORCE — ڈاکٹر تاراچند لکھتے ہیں:-

"اس نے کسی کو اسلام قبول کرنے پر مجبور نہیں کیا۔"

محمد بستانی "تاریخ غزنی" میں لکھتے ہیں:-

"محمود نے راجاؤں کا اعتماد حاصل کیا۔ غزنی کے تحفے جن کی قیمت کا کوئی حساب نہیں لگایا جا سکتا۔ ہندوستان میں تقسیم کیے۔ متھرا کے مندروں کے پجاریوں کو انعام کے طور پر لعل و زمرد دیے، اور جب وہ سومنات پہنچا تو اس نے اعلان کیا کہ ہندوستان میں کوئی شخص اس کے حکم کے بغیر قتل نہ کیا جائے۔"

محمود غزنوی کی رواداری کا یہ بھی بہت بڑا ثبوت ہے کہ اس نے ہندوستان کے لئے اپنا جو سکہ جاری کیا تھا وہ ہندی زبان میں تھا۔

ڈاکٹر ایشوری پرشاد کے بیان کے مطابق ایک غیر متعصب محقق اور مورخ اس زمانہ کی صورت حال کو پیش نظر رکھ کر فیصلہ دینے پر مجبور ہوگا کہ محمود بلاشبہ اپنے

Marfat.com

ساتھیوں کا ایک جلیل القدر رہنما تھا۔ ایک انصاف پسند اور دیانت دار حکمران تھا، ایک باکمال اور پُرجوش سپاہی تھا، عدل و انصاف کا شیدائی تھا۔ علوم و فنون کا مربی تھا اور بلاشک و شبہ دنیا کے بہترین اور عظیم ترین حکمرانوں میں شمار کیے جانے کے لائق تھا۔" (مڈیول انڈیا)

## محمد غوری

محمود غزنوی کے بعد اس کے جانشین کے کمزوری کے باعث پنجاب، سلطنت غزنی سے علیحدہ ہو گیا تھا۔ سلطان شہاب الدین محمد غوری نے سنہ ۱۱۸۶ء میں پنجاب پر چڑھائی کی اور لاہور پر قبضہ کر لیا۔ محمد غوری نے سنہ ۱۱۹۱ء میں بھٹنڈہ پر حملہ کر کے اس پر قبضہ کر لیا۔ یہ مقام دہلی اور اجمیر کے راجہ پرتھوی راج کی سلطنت میں تھا۔ محمد غوری کے نائب قطب الدین ایبک نے گجرات پر قبضہ کیا اور بختیار خلجی نے مشرقی بہار اور بنگال فتح کیے۔ اس طرح محمد غوری نے ہندوستان میں ایک مستحکم اسلامی حکومت قائم کی۔

محمد غوری بڑا بہادر اور فیاض تھا۔ جن راجاؤں نے اس کی اطاعت قبول کر لی، انہیں خوب نوازا، لیکن جس نے اس سے جنگ کی اسے خوب کچلا۔

متعصب مورخین نے محمد غوری کو بھی ہندوؤں کا دشمن ثابت کرنے کی کوشش کی ہے، لیکن یہ بھی ایک گمراہ کن پراپیگنڈہ ہے۔ کیونکہ محمود غزنوی کی طرح یہ بھی مذہبی تعصب سے بہت دور تھا، چنانچہ ڈاکٹر تارا چند صاحب لکھتے ہیں:-

"محمود اور محمد غوری مذہبی تعصب سے بالکل پاک تھے۔ اگرچہ انہوں نے ملاحدین کو سزائیں دیں، لیکن کسی کو تبدیل مذہب کے لئے مجبور نہیں کیا۔ ۔ ۔ ۔ محمد غوری نے جموں کے ہندو راجہ کے ساتھ مل کر

Marfat.com

لاہور کے غزنوی حاکم پر حملہ کیا۔ دونوں نے مندروں کو لوٹا لیکن صرف اپنے دشمنوں کے مندروں کو، اور وہ بھی لڑائی کے دوران میں۔ محمد غوری کی لڑائیاں اپنی شان و شوکت بڑھانے کے لئے تھیں۔"

کیمبرج ہسٹری میں لکھا ہے:۔

"محمد غوری نے جموں کے ہندو راجہ کے ساتھ مل کر لاہور کے گورنر خسرو ملک کے خلاف چڑھائی کی اور اپنے سکوں پر ہندوانہ الفاظ کندہ کرائے۔"

پرتھوی راج محمد غوری کا بڑا دشمن تھا۔ لیکن اجمیر کی فتح کے بعد محمد غوری نے پرتھوی راج کے بیٹے گوبند راج کو اجمیر کے تمام علاقوں کی حکومت اس کے سپرد کر دی۔ پرتھوی راج کے ایک رشتہ دار (راجہ ہیم راج) نے پرتھوی راج کے لڑکے سے اس کی حکومت چھین لی تو محمد غوری نے ۱۱۹۴ء میں ہیم راج کو شکست دے کر دوبارہ پرتھوی راج کے لڑکے کو اجمیر کے تخت پر بٹھایا۔ محمد غوری نے اپنی زندگی تک پرتھوی راج کی اولاد کی سرپرستی کرتا رہا۔

یہ تھا سلوک محمد غوری کا اپنے سب سے بڑے دشمن کی اولاد کے ساتھ۔

ہندوستان کے نہایت سخت معرکوں میں وہ معرکہ بھی تھا، جو راجہ بنارس اور شہاب الدین محمد غوری کے درمیان پیش آیا لیکن حسب بیان کامل ابن اثیر معلوم ہوتا ہے کہ مسلمانوں نے باوجود شدت غیظ کے دورانِ جنگ میں، اور باوجود فاتح ہونے کے جنگ کے بعد ایک عورت اور بچہ پر بھی ہاتھ نہیں اٹھایا۔ کیونکہ شہاب الدین محمد غوری کبھی جبر و ظلم یا مکر و فریب کو روا نہیں رکھتا۔ (نگار جنوری ۱۹۴۸ء)

## سلطان قطب الدین ایبک — سلطان ایبک کے بارے میں

Marfat.com

ہندو مصنفین نے یہ پراپگنڈہ کر رکھا ہے کہ اس نے دہلی کی مسجد قوت الاسلام کی تعمیر کے لئے مندر توڑوائے۔ حالانکہ یہ سراسر غلط ہے۔

وقائع نگار سعید سیفری اور وقائع نگار صدرالدین سے زیادہ مستند مؤرخ اس وقت کا نہیں مل سکتا، اور جو لوگ ایبک سے لے کر فیروز شاہ تغلق تک کے اصل حالات کا صحیح مطالعہ کرنا چاہتے ہیں وہ ان وقائع نگاروں سے ضرور رجوع کرتے ہیں۔

سعید نیسری، ایبک کو سچا مسلمان سمجھتا ہے اور اس کا مداح بھی ہے وہ لکھتا ہے:۔ "مسجد کی تعمیر اس طرح ہوئی کہ چند راجاؤں نے سلطان المعظم ایبک سے کہا کہ مسجد کے لئے جو اللہ کی ہے، وہ پتھر ہم پہنچائیں گے۔ ان کے یہاں بعض مندر بے مرمت اور شکستہ ہیں، ان کے پتھر مسجد کے لئے خوب ہوں گے۔ ایبک کو یہ بات پسند آئی اور ہندو راجاؤں کو اس فیاضی کا انہیں انعام دیا۔ اور ہمیشہ دوست سمجھا۔"

سید صدرالدین نے تعمیر مسجد کا صرف سرسری طور پر ذکر کیا ہے، وہ لکھتا ہے:۔ "ایبک خوش تھا کہ اس نے ایک لمبی چوڑی مسجد کی بنا ڈالی، اور اس کے ہندو حلیفوں نے جو اچھوت اور برہمن تھے، مسجد کی ساخت میں اس کی ہر طرح مدد کی۔ ایبک اور اس کے بعد اس کے جانشینوں نے سمجھا کہ خدا کی مدد سے ایک افضل کام ہوا۔"

یہ دونوں تاریخی تذکرے ۱۱۹۲ء اور ۱۲۶۰ء میں لکھے گئے اور اس زمانہ کے مستند ترین تاریخی تذکرے ہیں۔

(پیام مشرق مورخہ ۱۴ نومبر ۵۴ء)

Marfat.com

غیاث الدین بلبن کا رحم دلانہ اور منصفانہ برتاؤ

**غیاث الدین بلبن** کسی خاص فریق یا قوم کے ساتھ مخصوص نہیں تھا بلکہ مذہب و ملت کے امتیاز کے بغیر تمام رعایا کے ساتھ تھا۔ ڈاکٹر اشتیاق حسین قریشی، پروفیسر تاریخ دہلی یونیورسٹی لکھتے ہیں:۔

"اس سلسلے میں ایک خاص دلچسپی کی بات ہے کہ ایک ہندی کتبہ ملا ہے، جو کچھ سنسکرت میں ہے اور کچھ ہریانہ کی زبان میں ہے۔ اس سے معلوم ہوتا ہے کہ ہندو مسلمان بادشاہوں کو کس نظر سے دیکھتے تھے۔۔۔

یہ کتبہ ۱۲۸۰ء سے متعلق ہے جبکہ سلطان غیاث الدین بلبن تخت نشین تھا۔ اس میں مسلمان فرمانرواؤں کی تعریف کی گئی ہے، اور خاص طور پر بلبن کی نسبت لکھا ہے:۔ "اس بادشاہ کی پرسکون اور مطمئن حکومت میں غور اور دی ملک اور رمیشورم سے اور غور سے غزنہ تک ہر جگہ زمین بہار صحرا کا منظر پیش کرتی ہے۔ اس کی فوجیں امن وامان کی ضامن ہیں، جس سے ہر شخص بہرہ اندوز ہوتا ہے۔ سلطان اپنی رعایا کی دیکھ بھال میں اس درجہ مستعد ہے کہ ایسا معلوم ہوتا ہے کہ وشنو دیوتا نے دنیا کی خبر رکھنا ترک کر دیا ہے، اور وہ دودھ کے سمندر پر سونے چلا گیا ہے۔" [۱]

مسٹر لین پول کا بیان ہے کہ "سلطان بلبن سے زیادہ کسی بادشاہ نے نہیں سمجھا کہ ہندوستان پر حکومت کرنے کا بہترین طریقہ کیا ہو سکتا ہے اور یہاں کی رعایا کے ساتھ کیا سلوک کرنا چاہیئے۔"

---

[۱] دہلی سلطنت کا نظم ونسق (انگریزی) ص ۲۲۸ بحوالہ مسلمانوں کا عروج وزوال۔

## سُلطان محمّد شاہ تغلق

سُلطان محمد شاہ تغلق مسلم شاہانِ ہند میں عجیب و غریب شخصیت کا مالک تھا۔ اس میں متضاد صفات پائی جاتی تھیں۔ لوگوں نے اس کے متعلّق پاگل پن کی بہت سی باتیں مشہور کر رکھی ہیں۔ لیکن شغف علمی کے اعتبار سے اس کا درجہ بہت بلند تھا۔ اس کی علم دوستی اور سخاوت کا بڑا چرچا تھا۔ ساتھ ہی وہ بڑا انصاف پسند واقع ہوا تھا۔ بقول ابن بطوطہ، محمد شاہ تغلق ہفتہ میں دو دفعہ یعنی پیر اور جمعرات کے دن دیوان خانہ کے سامنے ایک میدان میں بیٹھتا، اور داد خواہوں کی داد خواہی کرتا۔ ہر شخص کے لئے کھلی اجازت تھی کہ جس کو بھی کوئی شکایت ہو، سُلطان کے سامنے اپنی عرضداشت پیش کرے۔ سخاوت و فیاضی کا یہ حال تھا کہ جس غریب بیوہ کی فریاد سن لیتا اُسے مالا مال کر دیتا۔ ڈاکٹر راجندر پرشاد کے بیان کے مطابق "اس کے زمانہ میں بھی بہ کثرت ہندو ملازم تھے۔" اور بقول ایشوری پرشاد "اس کے تعلقات ہندوؤں کے ساتھ بہت اچھے تھے۔" محمد تغلق کے دربار میں "رین" نامی ایک ماہر ریاضی، بڑی عزت کے ساتھ رہتا تھا۔ گنگو منجم بھی محمد تغلق ہی کا ملازم تھا۔

سُلطان محمد تغلق کے متعلّق ڈاکٹر تارا چند صاحب لکھتے ہیں :۔

"وہ اپنے مذہب کی پوری پیروی کرتا اور اس کی خانگی زندگی بے عیب تھی۔ وہ متعصب ہرگز نہ تھا۔ تنگ نظر فقہا کی رائے کو بہت اہمیت نہ دیتا تھا، اور ہندوؤں کے ساتھ اس نے رواداری کا سلوک کیا۔ اس نے ان کی معاشرتی زندگی کی اصلاح کرنے کی کوشش کی اور رسم ستی کو موقوف

Marfat.com

کرنا چاہا۔ ایک ہندو کو اس نے سندھ کا گورنر مقرر کیا، اور دو سروں کو بڑے بڑے عہدے دیے"۔

ایک بار سلطان محمد تغلق پر ایک ہندو نے عدالت میں دعویٰ دائر کیا، کہ سلطان نے اس کے بھائی کو بے قصور قتل کرا دیا۔ قاضی عدالت کی طلبی پر سلطان خود بغیر ہتھیار کے قاضی کی عدالت میں حاضر ہوا۔ اور قاضی کو سلام کر کے چپ چاپ کھڑا ہوا۔ مقدمہ کی روئداد سن کر قاضی نے سلطان محمد تغلق سے کہا کہ مدعی کو راضی کرے، ورنہ قصاص کا حکم جاری کیا جائے گا۔ سلطان نے اس ہندو کو راضی کر لیا، اور مدعی نے مقدمہ اٹھا لیا۔

**فیروز شاہ تغلق** جناب ڈاکٹر ایشور ٹوپا، ریڈر ہسٹری آف انڈین کلچر، حیدر آباد (دکن) اپنی کتاب "پالٹکس ان پری مغل ٹائم" میں لکھتے ہیں:۔ "تغلق پور، صالح پور اور کوہانہ کو خود فیروز شاہ نے آباد کیا تھا۔ جب وہاں ہندوؤں نے مندر بنائے تو ان کو فیروز شاہ نے منہدم کرا دیا، مگر اس کا سبب یہ تھا کہ یہ مندر بد اخلاقی کے اڈے بن گئے تھے۔ ان کے میلوں میں ہندو اور مسلمان دونوں شریک ہوتے تھے۔ عورتیں آتی تھیں۔ اس لئے یہ مندر عبادت کے بجائے شیطنت کے مرکز بن گئے تھے۔

فیروز شاہ نے اخلاقی اور اسلامی جذبہ کے ماتحت ان بدی کے اڈوں کو منہدم کر دیا۔ یہ الگ سوال ہے کہ فیروز شاہ کو اخلاقی معلم بننے کا حق تھا یا نہیں۔ اس نے جو کچھ کیا اس میں مذہبی جنون کو کوئی دخل نہ تھا، بلکہ عوام کے اخلاق سدھارنے کے لئے ایسا کیا تھا۔ اگر اس میں مندروں کے انہدام کا جذبہ ہوتا تو ہندوستان کے سارے مندروں کو منہدم کرا دیتا، لیکن اس نے

ایسا نہیں کیا؟"

اگر فیروز شاہ نئے مندروں کی تعمیر کا مخالف ہوتا تو وہ مندر بننے ہی کیوں دیتا؟ اس نے مندروں کا انہدام یقیناً بدکاری کو مٹانے کے لیے کیا۔ کسی قوم اور مذہب کے لوگوں کو یہ حق نہیں پہنچتا کہ وہ مذہب اور مذہبی مقام کے نام پر بدکاری اور بداخلاقی کو جاری رکھیں۔ اگر لوگ ایسا کریں، تو برائی کو مٹانے کے لیے ضروری کارروائی کرنا حکمراں طبقے کا فرض ہے۔

فیروز شاہ تغلق کے عہد میں نگر کوٹ کے راجہ نے اس کی حکومت کے خلاف سازش کی۔ جب فیروز شاہ کو اس کی اطلاع ہوئی تو اس بات کی کوشش کی کہ راجہ اپنی حرکت سے باز آجائے، مگر راجہ نے کوئی خیال نہیں کیا۔ فیروز شاہ مجبور ہو کر نگر کوٹ پر فوج کشی کی، راجہ شاہی فوج کا مقابلہ کیا کرتا۔ ایک پہاڑی قلعہ میں محصور ہو گیا لیکن زیادہ مدت تک یہاں سے بھی مقابلہ نہ کر سکا اور بادشاہ کی خدمت میں حاضر ہو کر معافی مانگی۔ فیروز شاہ نے کوئی سزا نہیں دی، بلکہ راجہ کو معاف کر دیا، اور خلعت دے کر نگر کوٹ کی حکومت اس کے سپرد کر دی۔

نگر کوٹ کا مشہور کتب خانہ "جوالا مکھی" (جس میں تیرہ سو سنسکرت کی کتابیں تھیں) فیروز شاہ کے قبضے میں آیا تو اس نے سنسکرت کتابوں کا ترجمہ فارسی زبان میں کرایا۔

فیروز شاہ اشوک کا بڑا مداح تھا۔ اس نے اشوک کے دو ستون کو نہایت حفاظت سے دہلی لایا تھا۔

نرندا ناتھ لا لکھتا ہے کہ اس کے بادشاہ کے دور میں پورا کا پورا ریونیو ڈپارٹمنٹ ہندوؤں کے ہاتھ میں تھا۔

Marfat.com

# ظہیر الدین بابر کا وصیّت نامہ

شہنشاہ محمد ظہیر الدین بابر شاہ سلاطین مغلیہ کا مورث اعلیٰ تھا۔ اس نے اپنے آخری وقت میں سبز مرگ سے اپنے بیٹے نصیر الدین ہمایوں کو جو وصیّت کی تھی اور جس پر سلاطین مغلیہ کا عمل رہا، اس کے دیکھنے سے اس امر کا اقرار و اعتراف کرنا پڑتا ہے کہ مسلم سلاطین ہند کو بستر مرگ پر بھی اپنی رعایا کے جذبات و احساسات اور رعایا کے فلاح و بہبود کا خیال لگا رہا اور اس نازک ترین وقت میں بھی انہوں نے اپنی رعایا کو فراموش نہ کیا۔ بابر شاہ اس وصیت نامہ میں لکھتا ہے:۔

(۱) مذہبی تعصبات سے اپنے دماغ کو متاثر نہ ہونے دینا اور ہر قوم و مذہب کے جذبات کا خیال رکھتے ہوئے ایک غیر طرفدارانہ انصاف کرنا۔

(۲) تم کبھی بھی کسی قوم کے عبادت خانہ کو منہدم نہ کرنا اور انصاف پسند بننا تاکہ حاکم و محکوم کے تعلقات خوش گوار رہیں اور ملک میں امن و آشتی کا دور دورہ ہو۔

(۳) خصوصاً گائے کی قربانی سے باز رہنا اور اس چیز کے ذریعہ تم بھی جلد اہل ہند کے دلوں کو اپنے قبضہ میں کر سکو گے اور لوگ احسان و امتنان سے بندھ جائیں گے۔

شہنشاہ ہمایوں اور رانی کرنا وتی۔ ٹاڈ راجستان میں تحریر ہے:۔

Marfat.com

"جب راٹھور رانی لقمۂ شمشیر ہوئی، اودے سنگھ راج کمار کی ماں نے اس کے بچاؤ کی یہ صورت نکالی کہ ہمایوں کو راکھی بھیجی اور وعدۂ دستگیری واعانت یاد دلایا ......... شہنشاہ ہمایوں کے پاس جس وقت رانی کرناوتی کی مرسلہ راکھی پہنچی، وہ راجپوتانہ کی اس رسم سے ایسا خوش ہوا کہ بیان سے باہر ہے وہ پھولا نہ سماتا تھا کہ مجھے رانی کرناوتی کا راکھی بند بھائی کہلانے اور اودے سنگھ فرزند رانا کا مجازی ولی اور چچا بننے کا فخر حاصل ہوا۔ اس کی خوشی اس حد تک بڑھی ہوئی تھی کہ وہ رانی کو قلعہ رنتھمبور کا بھی مالک بنا دیتا، بشرطیکہ وہ ذرا بھی اشارہ کر دیتی۔ اس رشتہ برادرانہ کو اس نے نبھایا۔"

گجرات کے حکمران سلطان بہادر نے چتوڑ پر حملہ کیا۔ راجپوت بہادروں نے اپنے ملک کی حفاظت میں جانیں قربان کر دیں سیکڑوں راجپوت عورتیں راجپوتی عزت کو زندہ رکھنے کے لئے چتا کے شعلوں میں کود کر بھسم ہو گئیں۔ ان عورتوں میں رانی کرناوتی بھی تھی جس نے شہنشاہ ہمایوں کو راکھی بھیجی تھی۔ رانی کا شیر خوار شہزادہ اودے سنگھ کی حفاظت کے لئے پوندی کے راج کمار کے سپرد کیا گیا۔

شہنشاہ ہمایوں اس وقت بنگال میں سرگرم کارزار تھا۔ جب کرناوتی اور خرد سال اودے سنگھ کی حفاظت کی اس سے مدد مانگی گئی، اس نے خبر ملتے ہی مہم بنگال کو چھوڑا اور منہ بولی بہن کرناوتی کا انتقام لینے کے لئے چتوڑ آیا۔ سلطان بہادر کی فوج کو چتوڑ سے بھگا کر مانڈو پر حملہ کیا اور اس وقت تک چین سے نہ بیٹھا جب تک بہادر شاہ کو اس کے کئے کی سزا نہ دے دی۔

یہ تھا مسلمان بادشاہ کا کردار جس نے اپنی منہ بولی ہندو بہن کا انتقام لینے کے لیے بنگال کی فتوحات چھوڑ کر آیا۔

Marfat.com

## شہنشاہ جہانگیر کی رواداری

شہنشاہ اکبر کے ہندو رعایا کے ساتھ رواداری کا یہ عالم تھا کہ اس نے دین اسلام تک سے منحرف ہونے میں باک نہیں کیا۔ لیکن اس کا بیٹا اور جانشین نورالدین جہانگیر کو مذہب کا پاس تھا۔ پھر بھی اس نے اپنی غیر مسلم رعایا کو اپنی قوم مسلمان کے برابر کا حق دیا اور بڑی رواداری کا سلوک کیا۔ جہانگیر نے حکم جاری کیا تھا کہ کوئی ہندو بالجبر مسلمان نہ بنایا جائے۔

جہانگیر نے تخت نشینی کے بعد انصاف کی زنجیر لگائی، تاکہ ہر مظلوم بلا قید مذہب و ملت کی آواز آسانی سے اس تک پہنچ سکے۔ کیونکہ اس کی دلی تمنا تھی کہ کسی معمولی آدمی کے ساتھ بھی ناانصافی نہ ہونے پائے۔ جہانگیر نے خاص احکام جاری کئے، جن پر سختی سے عمل کرنے کی ہدایت تھی۔ ان احکام میں ایک حکم یہ بھی تھا کہ چاہے کوئی قوم اور کسی مذہب کا ہو اس کے مکان پر کوئی سرکاری آدمی نزول نہ بنائے اور اگر کسی کو مکان کی ضرورت ہو تو مالک مکان جو قیمت مانگے، وہ اسے دی جائے۔ ایک فرمان میں لکھتا ہے کہ ایک بادشاہ کا فرض یہ ہے کہ وہ سب قوموں کے ساتھ انصاف کرے اور سب کو محبت آمیز نظر سے دیکھے پس میں اعلیٰ حکام کو ہدایت کرتا ہوں کہ وہ ہر قوم کی پریشان حال بیواؤں کی تنخواہیں مقرر کریں۔ اور بے کسوں کی دستگیری کریں۔ اور تمام مصارف سرکاری خزانے سے ادا کئے جائیں۔

جہانگیر نے امراء کو خطابات اور عہدے عطا کرتے وقت نہایت فیاضی دکھائی۔ حتیٰ کہ اس نے اپنے سب سے بڑے مخالف راجہ مان سنگھ کو جس نے اس کے بادشاہ ہونے میں رکاوٹیں ڈالی تھیں۔ صوبہ بنگال کا گورنر مقرر کر کے پچاس ہزار

Marfat.com

فوج کا افسر مقرر کیا۔ بر داس کو میر آتش کا عہدہ عنایت کیا اور "بکرماجیت" کا خطاب عطا کیا اور حکم دیا کہ ہمیشہ توپ خانہ میں پچاس ہزار توپچی اور تین ہزار ارابہ توپ تیار رکھے۔ راجہ جگناتھ کو پنج ہزاری کا منصب عطا ہوا۔ اور مادھو سنگھ کو سہ ہزاری منصب، راجہ نرسنگھ دیو بندیلہ کو سہ ہزاری منصب اور راجہ رام سنگھ کے بیٹے بھاؤ سنگھ کو ایک ہزار اور پانصدی منصب پر سرفراز کیا۔

راجپوتوں کے ساتھ جہانگیر کے بڑے اچھے تعلقات تھے۔ چنانچہ ۱۶۰۵ء میں رانا اودے پور کے خلاف جو فوج بھیجی تھی، اس میں راجہ جگناتھ، رانا شنکر، مادھو سنگھ، مہا سنگھ، نبیرہ راجہ مان سنگھ جیسے ممتاز راجپوت سردار بھی شامل تھے۔ پھر جہانگیر نے ۱۶۱۴ء میں شاہزادہ خرم کی سرکردگی میں رانا اودے پور کے خلاف لشکر بھیجا۔ خرم نے رانا کو شکست دے کر اودے پور کے زعفرانی علم کو جو آٹھ سو برس سے گہلوت ٹھاکروں کے قلعوں پر مغرورانہ لہرا رہا تھا، نیچا کر دیا۔ اس مہم میں بھی شاہزادہ خرم کے ساتھ ہندو راجہ ہی تھے۔ رانا امر سنگھ نے اطاعت قبول کر لی تو شاہزادہ خرم نے اسے گلے لگا لیا اور اپنے برابر بٹھایا اور اکبر کے زمانہ سے اس وقت تک جتنا بھی اس کا ملک فتح ہوا تھا۔ وہ سب واپس دیدیا۔ رانا امر سنگھ نے اپنے ولی عہد رانا کرن کو خرم کے ہمراہ جہانگیر کی خدمت میں روانہ کر دیا۔ بادشاہ نے اس پر بڑی مہربانی کی اور ملکہ نور جہاں نے بھی خلعت دی۔ یہ وہ خاندان تھا جس نے اپنا سر شہنشاہ اکبر کے سامنے بھی خم نہ کیا اور اکبر اپنی یہ تمنا اپنے دل ہی میں دنیا سے لے گیا۔

رام چند بندیلہ نے کئی بار سر اٹھایا۔ جہانگیر نے ایک بار راجہ باسو

Marfat.com

کہ اس کی سرکوبی کو بھیجا۔ وہ گرفتار ہوکر پابہ زنجیر جہانگیر کی خدمت میں پیش کیا گیا۔ اہل دربار کا خیال تھا کہ قتل کا حکم ہوگا، لیکن جہانگیر نے راجہ باسو کی سفارش پر رام چندر کی خطا معاف کردی اور خلعت عطا کرنے کا حکم صادر ہوا۔

در عفو لذتیست کہ در انتقام نیست

جہانگیر سادھوؤں سے بھی عقیدت رکھتا، اور ان کی صحبت میں بیٹھ کر لطف اندوز ہوتا۔ ۱۶۱۹ء میں جہانگیر کشمیر گیا تو ایک ہندو جوگی گسائیں جدروپ سے ملا۔

جہانگیر سنسکرت اور بھاشا کی سرپرستی کرتا۔ ہندو اہل علم کی بھی سرپرستی کرتا چنانچہ اس کے عہد میں بھٹاچاریہ، بنارسی، پھٹان مصر، جدروپ، جونگ رائے جوتشی کو بڑا اعزاز حاصل تھا۔ ایک دفعہ ایک پشین گوئی کے صلہ میں جہانگیر نے جونگ رائے کو سونے سے تلوایا اور سونا اس کو دیدیا۔ بشن داس مصور کی شاہی دربار میں بڑی عزت تھی۔

جہانگیر کے عہد خلافت میں دکن میں ایک امیر سید کبیر بارہہ نے راجہ گرد مصر کچھواہا کو حویلی میں جاکر راجہ کو قتل کیا۔ مہابت سپہ سالار نے تحقیقات کے بعد سید کبیر کو راجہ کے قصاص میں قتل کرادیا۔

ایک بار احمد آباد کے بعض ہندو کاشت کار جہانگیر کی خدمت میں حاضر ہوئے اور مرتضیٰ خاں صوبہ دار کے مظالم بیان کئے۔ جہانگیر نے مرتضیٰ خاں کو دربار میں طلب کیا اور جب تحقیقات کے بعد جرم ثابت ہوا تو اسے معزول کردیا۔

ایک گجراتی عورت نے جہانگیر سے شکایت کی کہ مقرب خاں والی گھمبایت نے میری لڑکی کو بھگا کر لے گیا اور اس پر ظلم کرتا ہے۔ تحقیقات کے بعد جب جرم

Marfat.com

ثابت ہو گیا تو مقرب خان کا منصب نصف کر دیا اور اس پر جرمانہ بھی کیا۔

جہانگیر کے عہد حکومت میں بڑے بڑے مندر تعمیر ہوئے۔ ان میں متھرا کے قریب بندرابن میں گوبند دیو کا مندر بھی ہے۔

جہانگیر ہندوؤں کے تہواروں میں بھی حصہ لیتا۔ شنکرات میں اس نے ہزار تولہ سونا چاندی اور ہزار روپے خیرات کیے۔ دیوالی کا پوجا دربار میں ہوتا۔ شیوراتری میں اکبر کی طرح بڑے بڑے جوگیوں کو اپنے محل میں بلاتا اور انہیں کھانا کھلاتا، اور خود ان کے ساتھ کھاتا۔ راکھی بندھواتا، اور راکھی بندھن کا رسم دھوم دھام سے کرتا۔ دسہرہ کا جشن بھی کرتا۔

شہنشاہ جہانگیر کے ایک فرمان مورخہ ۲۶ر ماہ فروردی سنہ سال الٰہی کا اقتباس درج کیا جاتا ہے جس سے بخوبی اندازہ کیا جا سکتا ہو کہ اسے اپنی غیر مسلم رعایا کی خوشنودی کا کتنا خیال تھا:

"ہماری سلطنت کے ممالک محروسہ کے جملہ حکام، ناظمان، جاگیرداران وغیرہ کو واضح رہے کہ فتوحات دنیوی کے ساتھ ساتھ ہمارا دلی منشا خدائے برتر کی جملہ مخلوق کی خوشنودی حاصل کرنا بھی ہے۔ ..............

ہم کو کچھ جین سادھوؤں کی طرف سے استدعا کی گئی ہے کہ ماہ بھادوں میں ان کے بارہ مقدس ایام میں جانوروں کا مارنا بند کیا جائے۔ حضور انور ہر مذہب و ملت کے اغراض و مقاصد کی تکمیل کے لیے حوصلہ افزائی فرمانا چاہتے ہیں بلکہ ہر ایک ذی روح کو خوش دیکھنا چاہتے ہیں۔ اس لیے اس درخواست کو منظور فرماتے ہوئے ہم حکم دیتے ہیں کہ ان بارہ ایام میں ہر سال کوئی جانور نہ مارا جائے بلکہ اس مقصد کے لیے کوئی تیاری ہی نہ کی جائے۔ ہر سال اس قسم

Marfat.com

کا فرمان جاری نہ ہوگا۔ یہی فرمان دوامی تصور کیا جائے۔ اس کی پوری پوری تعمیل کرنا ہر ایک فرد بشر کا فرض ہوگا۔ اس سے انحراف نہ کیا جائے۔" [1]

## شاہ جہاں کی رواداری

اگرچہ اکبر اور جہانگیر کی طرح ابو المظفر محمد شہاب الدین شاہجہان ہندو تہوار اور مراسم میں حصّہ نہیں لیتا، لیکن اس نے اپنے دورِ حکومت کو فرقہ پرستی اور مذہبی تعصب سے پاک رکھنے کا خاص طور پر بہت لحاظ رکھا۔ پابند مذہب ہونے کے باوجود اپنی انصاف پسندی اور رواداری کے سبب وہ ہندو اور مسلمان دونوں میں بہت محبوب تھا۔ مس مارگیٹ جو ایک بلند پایہ مصنّف ہے لکھتی ہے:— "شاہ جہاں کسی ایک فرقہ کا بادشاہ نہ تھا، بلکہ اس نے اپنے کو اپنی تمام رعایا کا مساوی طور پر بادشاہ ثابت کیا۔ اگرچہ شاہ جہاں ہندوستان کے عوام الناس کے ہر عقیدہ سے محبّت نہ رکھتا تھا، لیکن ایسا کوئی بھی نہیں ملے گا جو شاہ جہاں سے محبّت نہ رکھتا ہو۔" ٹیورنیر (TAUR NIER) کے الفاظ میں شاہ جہاں 'اپنی رعایا پر بادشاہ کی طرح حکومت نہیں کرتا، بلکہ ایسا سلوک کرتا، جیسا باپ بیٹوں کے ساتھ کرتا ہے۔ اور لین پول کے قول کے مطابق اس نے مذہب کو تدابیر مملکت میں مخل انداز نہ ہونے دیا۔ مسیحی مشنریوں کے یہاں رہنے پر اعتراض نہیں کیا، اور مثل اکبر کے ہندوؤں کو اُسی نوع کا سالانہ بھی مقرر کیا۔ یہی وجہ تھی کہ میجر باسو کے الفاظ میں دولت مندی اور آرام اور چین کا

---

[1] ماخوذ از لے مسلم بھائی از لالہ کاشی رام چاؤلہ

Marfat.com

جو نقشہ شاہ جہاں کے وقت میں دیکھنے میں آیا تھا، بلاشبہ بے مثل و بے نظیر تھا۔

بادشاہ نامہ میں تحریر ہے :۔

"اعلیٰ حضرت شاہ جہاں کا عہد حکومت ہندوستان کے لیے آیۂ رحمت تھا۔ اس رحم دل بادشاہ کو تمام قوموں سے بے انتہا محبت تھی۔ اس نے علماء سے فتویٰ حاصل کر لیا تھا کہ ہندو کا درجہ اسلام کے نزدیک وہی ہے جو یہود و نصاریٰ کا ہے، ان کے ساتھ وہی رعایتیں ہوں گی، جو اسلام نے یہود و نصاریٰ کو دی ہیں۔ ان پاکیزہ محسوسات کے ساتھ شاہ جہاں نے ہندوؤں کے مذہبی پیشواؤں کے قدیم امتیازات کو قائم رکھا۔ اس کا دربار ہندو جرنیلوں، سپاہیوں اور ہندو اہل کاروں سے معمور تھا۔ تجارت تمام و کمال ہندوؤں کے ہاتھ میں تھی، کیونکہ مسلمانوں کو زیادہ تر فوجی ملازمت یا علم و فضل سے سروکار تھا۔

اسی باعث شہنشاہ کے زمانے میں سنسکرت کتابوں کے فارسی میں ترجمے کیے گئے اور محکمہ ریونیو ہندوؤں کے حوالے کیا گیا۔ (بادشاہ نامہ ص ۱۴۹)

شاہ جہاں اپنی رعایا کے ساتھ کسی مذہبی امتیاز کے بغیر یکساں سلوک کرتا تھا، اور نہایت فراخ دلی کے ساتھ بڑے بڑے سرکاری عہدوں پر ہندوؤں کو مامور کرتا تھا، چنانچہ اس کے دور حکومت میں ہندو عہدہ داروں کی تعداد اکبر کے عہد سے دوگنی تھی۔ شاہ جہاں کے وزیر اعظم سعد اللہ کا معتمد علیہ ایک ہندو دیوان تھا۔ سعد اللہ کے انتقال کے بعد شاہ جہاں نے بہت دنوں تک اس کو وزارت عظمیٰ کے منصب پر قائم رکھا اور اسے "رائے رایاں" کا خطاب دیا۔ "چندر بھان" نام کا ایک ہندو اعلیٰ

Marfat.com

ہمارے پہ تھا۔

جگت سنگھ کا بیٹا راجہ روپ سنگھ شاہ جہاں کی طرف سے کانگڑہ کا فوجدار تھا۔ وہ باغی ہوگیا۔ جگت سنگھ نے شاہ جہاں سے اپنے بیٹے کی بغاوت فرو کرنے کی اجازت طلب کی۔ بادشاہ نے اجازت دی، لیکن جگت سنگھ بیٹے کے پاس جاکر اس سے مل گیا۔ شاہی فوج نے دونوں کو شکست دیکر ان کو شاہ جہاں کی خدمت میں پیش کیا، دونوں نے ندامت اور پشیمانی ظاہر کی۔ شاہ جہاں نے ان کو معاف کر دیا اور کچھ دنوں کے بعد پھر دونوں کو گورنر بنا کر دوسرے علاقوں میں بھیج دیا۔

غداری اور مکاری پر غور کرو اور پھر عفو و کرم کو نظر میں لاؤ۔ کیا مہذب دنیا کوئی ایسی شاندار مثال پیش کرتی ہے؟

ایک بار آگرہ کے چند ہندو معززین شاہ جہاں کی خدمت میں حاضر ہوئے اور اپنے تہواروں میں شرکت کی خواہش ظاہر کی۔ شاہ جہاں نے کہا:-

"میں اسلام کے عقاید کا پابند ہوں، لیکن میرا عقیدہ چاہے کچھ بھی ہو میری رعایا کو اپنے مذہبی مراسم کی ادائے گی میں پوری پوری آزادی ہے۔"

ہندوؤں نے شاہ جہاں سے شکایت کی کہ بنارس میں نئے مندروں کے بننے کی اجازت نہیں دی جاتی۔ بادشاہ نے کہا:-

"بنارس میں اس کثرت سے مندر ہیں کہ بہت سے مندروں میں کوئی پوجا پاٹ کرنے والا نہیں، پس اگر اور مندر بنائے گئے اور ان میں پوجا پاٹ کرنے والے نہ ہوئے تو ان مندروں کے بنانے کا نتیجہ ان کی بے حرمتی کے سوا اور کیا ہوگا؟"

یہ ایک معقول بات تھی جو شکایت کرنے والوں کی سمجھ میں آگئی۔

Marfat.com

رائے سنگھ داس کو "ہردی" کی جانب شاہ جہاں نے بھیجا۔ اس نے وہاں پہنچ کر اپنی راجپوت فوج کے ساتھ بہادری کے جوہر دکھائے۔ یہ لوگ بادشاہ کی حمایت میں اس قدر سرشار تھے کہ خود اپنے دین و آئین کا بھی خیال نہ کیا۔ اور رانا کے بُت خانوں کو مسمار کیا اور بتوں کو توڑا۔

بہ بہا چناں جہر اندخانہ ساختت کہ ہندو بتخریب بت خانہ تاختت

شاہ جہاں کی رواداری نے اس کو ہندوؤں کا بھی ایسا ہی محبوب بادشاہ بنا دیا تھا، جس طرح وہ مسلمانوں کا محبوب بادشاہ تھا۔ یہی وجہ تھی، کہ ہندو راجہ جو شاہ جہاں کے حامی تھے، وہ شاہ جہاں کو مسلمان سمجھتے ہوئے اس کے اقتدار کو اپنی ذلت نہیں سمجھتے تھے، بلکہ انہوں نے شاہ دہلی کو شمالی ہند کا مشترک بادشاہ ہی تسلیم کر رکھا تھا، اور وہ اس کو پورے ہندوستان کا واحد شہنشاہ بنانا چاہتے تھے، اور بلاشبہ شاہ جہاں کا طرز عمل قابل صد تحسین ہے کہ پابندی مذہب کے باوجود اس نے جائز رواداری سے ہندو اور مسلمانوں کو ایک جان بنا رکھا تھا۔ وہ جس طرح ہندو راجاؤں اور راجپوت فوجوں کو کسی ہندو راجہ کے مقابلہ میں بھیجتا تھا، اسی طرح بیجا پور، گولکنڈہ کے مسلم فرماں رواؤں اور اس سے بڑھ کر یہ کہ قندھار، بلخ اور بدخشاں کی جنگ پر بھی ان ہی فوجوں کو بھیجتا تھا، جہاں صرف مسلمانوں ہی کا مقابلہ ہوتا تھا۔

بیشک شاہ جہاں کی نظر میں جنوبی ہند کی لڑائیاں، اسلامی جہاد تھیں مگر ایک مؤرخ حیران رہ جاتا ہے کہ کیا ان لڑائیوں کو ہندو مسلمان جنگ قرار دے، جبکہ گولکنڈہ کا بادشاہ قطب الملک ہے، اور بیجا پور کا بادشاہ عادل خاں اور شیواجی مرہٹہ جوان کا حامی ہو جاتا تھا، وہ شاہ جہاں کے

دربار میں پنج ہزاری منصب سے سرفراز ہوتا ہے۔

یہ اعتراض کیا جاتا ہے کہ شاہ جہاں کے زمانہ میں بُت خانے توڑے گئے مگر اس کا کیا جواب کہ توڑنے والے ہندو اور مسلمان دونوں ہوتے تھے اور حکم دینے والا افسر بسا اوقات ہندو ہوتا تھا۔ (علماء ہند کا شاندار ماضی)

ڈاکٹر راجندر پرشاد تحریر فرماتے ہیں :۔

"شاہ جہاں نے بلخ اور بدخشاں فتح کرنے کی بھی کوشش کی۔ شہزادہ مراد کی سرکردگی میں ایک بڑی فوج بھیجی گئی ..... وہ ۱۶۴۶ء میں بلخ میں داخل ہو گیا ..... اور پھر ایک دوسری فوج اورنگ زیب کی سرکردگی میں بھیجی گئی۔ شروع میں جم کر کوئی لڑائی ہوئی نہیں۔ لیکن آخر میں مغلوں اور راجپوتوں کے سخت حملے کی تاب نہ لا کر ایرانی بھاگ کھڑے ہوئے۔ اورنگ زیب فاتحانہ بلخ میں داخل ہوا اور راجپوت سردار امر سنگھ کو بلخ کا حکمران بنا دیا گیا۔" (ہندوستان کا مستقبل)

اوون سڈنی لکھتا ہے :۔

"شاہ جہاں کے زمانے میں سلطنت اپنے معراج کمال کو پہنچ گئی۔ ہندستان کے پرانے صوبوں میں اتنا اچھا انتظام، یہ امن و فراغت اور آسودہ حالی کبھی نہ ہوئی تھی۔ راجپوتانے کے باج گزار راجے سلطنت کی جاں نثاری میں پہلے کبھی اتنے سرگرم نہ تھے۔ دربار میں اس سے بڑھ کر تزک و احتشام، بادشاہ کو اس سے زیادہ اقتدار، ثروت اور عام احترام کبھی حاصل نہ ہوا تھا۔ .....

شاہ جہاں اپنے باپ کی نسبت زیادہ پکا مسلمان تھا، لیکن گو مسلمانوں کی ہمت افزائی کی جاتی تھی، مگر ہندو کو آزار نہ دیا جاتا تھا۔"

Marfat.com

# اورنگ زیب عالمگیر

شہنشاہ محی الدین محمد اورنگ زیب رح نے ہندوستان پر پچاس برس تک حکمرانی کی اور تمام ملک میں ایک قانون جاری کر دکھایا۔ سری نگر، آسام، تبت، اراکان جیسے ناقابل تسخیر مقامات اورنگ زیب ہی کے دور حکومت میں زیر ہوئے۔ اس کے خلاف جتنی سازشیں اور بغاوتیں اُٹھیں، اس نے اپنی جنگی قابلیت سے ختم کر دیں۔ اورنگ زیب کا دور حکومت آمدنی اور خوش حالی کے اعتبار سے بھی اکبر اور شاہ جہاں کے دور حکومت سے بہتر تھا۔ عالمگیر کے عہد حکومت میں صنعت اور تجارت نے بھی بڑی ترقی کی اور بقول الگزنڈر ہملٹن اس کے زمانہ میں ہندوستان کی تجارت کا مقابلہ یورپ کے بڑے بڑے ممالک بھی نہیں کر سکتے تھے۔ یہاں کا ایک ایک تاجر سالانہ بیس بیس جہاز غیر ممالک کو بھیج دیتا تھا۔ جن میں ہر جہاز میں دس ہزار پاؤنڈ سے لے کر ۲۵ ہزار پاؤنڈ تک کی مالیت کا سامان ہوتا تھا۔ ہزاروں پاؤنڈ سالانہ کی مچھلیاں مالابار سے یورپ روانہ کی جاتی تھیں اور سینکڑوں جہاز ہندوستان کے مال کی برآمد کے لئے ہندوستان کی بندرگاہوں میں مال سے لدے ہوئے کھڑے رہتے تھے۔

ہندوستان کا مشہور مؤرخ سر جدوناتھ سرکار اپنی کتاب "تاریخ اورنگ زیب" کی تمہید میں رقمطراز ہے:۔

"اورنگ زیب کی تاریخ عملاً ہندوستان کی ساٹھ سالہ تاریخ ہے۔ خود اس کا عہد حکومت (۱۶۵۸ — ۱۷۰۷ء) سترہویں صدی کے نصف آخر پر حاوی ہے اور ہمارے ملک کا اہم ترین تاریخی زمانہ ہے۔ یہ اسی بادشاہ کا دور تھا جبکہ حکومت مغلیہ اپنے انتہائی عروج کو پہنچی، اور ابتدائے عہد تاریخ سے برطانوی حکومت کے قیام تک کے زمانہ میں

Marfat.com

شاید واحد حکومت ہے، جس نے اتنی وسعت حاصل کی۔

"غزنی سے لے کر چاٹگام تک اور کشمیر سے لے کر کرناٹک تک تمام ملک ایک ہی فرماں روا کے زیر نگیں تھا اور لاڈک اور مالابار کے دور دراز مقامات پر بھی اسی بادشاہ کا خطبہ پڑھا جاتا تھا۔ اسلام کی آخری سب سے بڑی ترقی کا یہی زمانہ تھا۔

"اس طرح جو حکومت قائم ہوئی تھی، ایک سیاسی وحدت تھی۔ اس کے مختلف قطعات پر ماتحت حکمرانوں کا تسلط نہ تھا، بلکہ بلا واسطہ بادشاہ کے ماتحت تھے، اور اس حیثیت سے اورنگ زیب کی ہندوستانی حکومت اشوک، مہاگپت یا ہرشوردھن کی حکومت سے وسیع تر تھی۔ اس وقت تک کسی صوبہ کے گورنر نے سر نہ اٹھایا تھا۔ اگرچہ کہیں کہیں علم بغاوت بلند ہوتا تھا، لیکن اس حالت میں بھی کوئی شخص ایسا پیدا نہیں ہوا جو شہنشاہ دہلی کے حکم سے سرتابی کر سکتا۔"

مسلم شاہان ہند میں اورنگ زیب عالمگیر بری طرح بدنام کیا گیا ہے اور اس پر طرح طرح کے جھوٹے الزامات عائد کئے گئے ہیں۔ اورنگ زیب کٹر مسلمان بادشاہ تو ضرور تھا لیکن اس نے کبھی کسی ہندو کو بالجبر مسلمان نہیں بنایا اور نہ امن کی حالت میں کسی ہندو کو مارا۔ اس کے خلاف اس قدر زہر افشانی کی گئی ہے کہ وہ ظلم و استبداد کا پتلا معلوم ہوتا ہے۔ اورنگ زیب کی صحیح پوزیشن مشہور ہندو مؤرخ جناب ایشوری پرشاد صاحب کی زبانی ملاحظہ فرمائیں۔ مؤرخ موصوف اپنی مشہور کتاب "تاریخ ہند" میں لکھتے ہیں:۔

"پرماتما کی شان ہے کہ اورنگ زیب جتنا اپنی رعایا کا خیر خواہ تھا، اتنا ہی قدرت نے اسے بدنام کیا کوئی اسے ظالم کہتا ہے، کوئی اسے خونی کہتا ہے، لیکن حقیقت میں وہ عالمگیر کے لقب کا مستحق ہے

Marfat.com

"اُس کے ہمعصر ہندو وقائع نگاروں کا بیان ہے کہ:۔ اورنگ زیب ایک نیک انسان تھا اس کا یہ معمول تھا کہ صبح صادق کے پہلے خوابِ بشیریں سے بیدار ہوتا، غسل کرتا، پھر اپنے مالک کی عبادت کرتا، اس کے بعد ناشتے سے فارغ ہو کر حکومت گاہ میں جاتا۔ جہاں امراء خاص حاضر ہوتے۔ دربار کے نقیب دادخواہوں کو ایک ایک کر کے بادشاہ کی خدمت میں حاضر کرتے، ان میں سے زیادہ تعداد ان کی ہوتی جو دور دراز مقامات سے آئے ہوئے ہوتے وہ خود ان کی درخواستیں پڑھتا، اور ان پر حکم صادر کرتا۔ اس کے حضور میں کسی کی سفارش کامیاب نہیں ہوتی تھی، وہ غریبوں کی فریاد بھی اسی طرح سُنتا تھا، جس طرح امیروں کی درخواستیں۔ اکثر معاملات کی وہ خود تحقیقات کرتا تھا اور مجرموں کو سزائیں دیتا تھا۔ اس کے دربار میں کوئی روک ٹوک نہیں تھی، جو چاہتا حاضر ہو سکتا تھا۔"

"حقیقت یہ ہے کہ وہ ایک انصاف پسند اور سخت مزاج حکمران تھا۔ اس کا طرزِ عمل سب کے ساتھ ایک طرح کا تھا۔ اس کے عہد کا ایک ہندو مؤرخ لکھتا ہے کہ:۔

"اورنگ زیب ایک سخت مزاج آدمی تھا، لیکن اس کا قہر و جلال صرف ہندوؤں کے لئے مخصوص نہیں تھا۔ اس نے اگر ہندوؤں کے ساتھ کبھی سختی بھی کی تو سیاسی وجوہ کی بنا پر اور اس معاملہ میں وہ مسلمانوں پر بھی سختی کرتا تھا۔ سیاسی معاملات سے قطع نظر وہ ہندوؤں کے ساتھ انصاف کرتا تھا۔ اس کے عہد میں بہت سے ہندو شاہی ملازمتوں میں شامل ہوئے، اس نے ہندوؤں کو فارسی زبان کی تعلیم حاصل کرنے کی ترغیب دی اور محکمہ مال میں ان کو داخل کیا۔ اسی کے زمانہ میں ہندو طب کی کتابوں کے فارسی میں ترجمے ہوئے۔ علاوہ ازیں کاشی پریاگ اور دوسرے ہندوؤں کے لئے جو اس نے جاگیریں دی ہیں اور ہندو پیشواؤں کے ساتھ جو دعائیتیں کی ہیں، اُن سے اس کی انصاف پسندی

Marfat.com

ثابت ہوتی ہے۔" (تاریخ ہند ص۶۵۸)

پروفیسر کھوسلہ کے قول کے مطابق عدل میں اورنگ زیب اپنے سب بزرگوں سے سبقت لے گیا، اور مشہور انگریز مؤرخ اسٹینلی لین پول (جس نے اورنگ زیب کی حمایت کے رنگ میں اسے بدنام کرنے کی کوشش کی ہے) کے بیان کے مطابق پچاس برس کی مدت دراز میں ایک بھی ظلم اس کا ثابت نہیں ہوا، اور سب کو تسلیم ہے کہ کوئی قتل یا جسمانی تکلیف رسانی پیش نہیں آئی۔ لین پول عالمگیر کے عدل و انصاف کے بارے میں لکھتا ہے:۔

"مغل اعظم کا عدل دریائے اعظم ہے۔ بچے تلے انصاف سے وہ عموماً تجویز کرتا ہے کیونکہ شہنشاہ کے حضور میں سفارت امارت اور منصب کی کچھ نہیں چلتی، بلکہ ادنیٰ سے ادنیٰ آدمی کی اورنگ زیب کی اسی مستعدی سے بات سنتا ہے جس طرح بڑے بڑے امیر کی جسیاحوں کی مخالفانہ نکتہ چینی اورنگ زیب کے چال چلن پر اسی زمانہ تک کی ہے جب تک کہ وہ شہزادہ تھا، لیکن وہ سیاح جس وقت اس کے زمانہ شہنشاہی کا حال لکھتے ہیں، تو سوائے کلمات تحسین کے اور کچھ نہیں لکھتے۔"

ڈاکٹر جیملی کریری جس نے ۶۸ برس کی عمر میں اورنگ زیب کو دیکھا تھا بیان کرتا ہے:۔

"وہ صاف ململ کی پوشاک پہنے ہوئے عصائے پیری کے سہارے امیروں کی جھرمٹ میں کھڑا ہوا تھا، وہ دادخواہوں کی عرضیاں لیتا جاتا تھا اور بلا عینک پڑھ کر اپنے ہاتھ سے دستخط کرتا جاتا تھا اور اس کے ہشاش بشاش چہرے سے صاف مترشح تھا کہ وہ اپنی مصروفیت سے نہایت شاداں و فرحاں ہے۔" (تاریخ الفنسٹن ص۲۳)

اورنگ زیب کا بہنوئی کوتوال تھا۔ اس کے بیٹے نے ایک ہندو کی دلہن

Marfat.com

کا ڈولا بارات جاتے ہوئے اپنے آدمیوں سے اُٹھوا منگایا۔ خفیہ پرچہ نویسوں نے بادشاہ کو اس کی اطلاع دی، تو اس نے فوراً اپنے بھانجے کو گرفتار کرا کر قید خانے میں ڈال دیا۔ بادشاہ کی بہن اورنگ زیب کی خدمت میں روتی ہوئی حاضر ہونا چاہا تو اس نے اس سے ملنے سے انکار کر دیا۔ بہن نے عرضی بھیجی کہ "آپ میرے بھائی ہیں، آپ نے میرا کوئی خیال نہیں کیا، اور اپنے بھانجے کو قید میں ڈال دیا۔ میں اپنے لڑکے کی جدائی برداشت نہیں کر سکوں گی" اورنگ زیب اپنی بہن کی گریہ وزاری اور التجا کا کوئی خیال نہیں کیا اور عرضی پر اپنے قلم سے لکھا۔ "اگر مجرم کی ماں اپنے بیٹے کی جدائی برداشت نہیں کر سکتی ہے، تو اُسے بھی بیٹے کے پاس قید خانے میں بھیج دیا جائے"

۱۰۸۳ھ میں شہنشاہ اورنگ زیب نے یہ فرمان جاری کیا کہ ہر ضلع میں سرکاری وکیل مقرر کیا جائے کہ جس کسی کو بادشاہ پر کوئی دعویٰ پیش کرنا ہو تو سرکاری وکیل اس کی جواب دہی کرے گا اور اس کا کافی ثبوت ہو تو سرکاری وکیل سے مطالبہ وصول کرے، چنانچہ وکیل شرع مقرر کیے گئے جو رعایا کی طرف قانون کے مطابق بادشاہ کی ناانصافیوں کا تدارک کرتے تھے۔

ایک غیر مسلم قاتل اسلام قبول کر کے موت سے بچنا چاہتا تھا، مگر اورنگ زیب نے اسلامی جذبہ کی شدت کے باوجود قاضی کے فیصلہ کو زیادہ اہم قرار دیا۔

اورنگ زیب عالمگیر ایک دین دار مسلمان بادشاہ ہونے کے باوجود اس نے اشاعت اسلام کا کوئی محکمہ قائم نہیں کیا اور کوئی ایسی مثال پیش نہیں کی جا سکتی کہ اس نے کسی ہندو کو زبردستی مسلمان بنایا ہو، یا مذہبی معاملات

Marfat.com

میں کسی پر سختی کی ہو۔

الگزینڈر داؤ اپنی کتاب "تاریخ ہند" میں لکھتا ہے :۔

"اورنگ زیب نے ترقی دین کے جوش میں نو مسلموں کے ساتھ فیاضی کی لیکن اس نے غیر مذہب کے لوگوں پر مذہبی معاملات میں سختیاں نہیں کیں۔"

مورخ الفنسٹن کا بیان ہے :۔

"اورنگ زیب کے پورے دور حکومت پر نظر ڈالنے کے بعد یہ پتہ نہیں چلتا کہ اس نے کبھی کسی ایک ہندو کو بھی محض اختلاف مذہب کی بنا پر قید کیا ہو یا اس کی جان و مال پر ٹیکس لگایا ہو۔ حقیقت یہ ہے کہ اس نے اپنی ساری زندگی میں کسی فرد سے بھی کبھی اس کے آبائی طرز عبادت کے بارے میں باز پرس نہیں کی، بلکہ ہر شخص اپنے مذہب کے معاملہ میں آزاد تھا۔"

پروفیسر آرنلڈ اپنی کتاب "پریچنگ آف اسلام" میں اورنگ زیب کی حکمت عملی پر تبصرہ کرتے ہوئے لکھتا ہے :۔

" اورنگ زیب کے عہد کی کتب کے مطالعہ سے یہ بات واضح ہو جاتی ہے کہ اس نے کبھی کسی غیر مسلم کو بالجبر مسلمان نہیں کیا، بلکہ اس نے غیر مسلموں کی دلداری کی انتہائی کوشش کی ہے تاکہ اس کے مذہبی جوش کی بنا پر کوئی غلط فہمی غیر مسلموں میں اس کے بارے میں نہ پیدا ہو سکے۔"

عالی جناب ڈاکٹر راجندر پرشاد صاحب تحریر فرماتے ہیں :۔

"عام طور پر خیال کیا جاتا ہے کہ اورنگ زیب نے زبردستی ہندوؤں کو مسلمان بنایا، لیکن یہاں ایک بہت دلچسپ واقعہ بیان کیا جاتا ہے۔ جس سے اس کی طبیعت کا رنگ ظاہر ہو سکتا ہے۔ شاہ جہاں نے دنو ہرا کے راجہ اندرمان کو متواتر حکم عدولیاں

Marfat.com

کرنے کے الزام میں قید کر دیا تھا۔ جب اورنگ زیب دکن کا صوبہ دار ہو کر گیا تو اس نے شاہ جہاں سے اندرمان کی رہائی کے لئے بہت زور کے ساتھ سفارش کی تھی۔ لیکن شاہ جہاں کچھ ایسا ناراض تھا کہ اس نے اورنگ زیب کی سفارش واپس کر دی اور لکھ بھیجا کہ اندرمان نے مابدولت کو سخت ناراض کیا ہے، تاہم اگر وہ مسلمان ہو جائے تو اسے رہائی مل سکتی ہے اورنگ زیب نے اس حکم کی خلاف بہت سختی کے ساتھ احتجاج کیا اور شاہ جہاں کو لکھا کہ اس شرط پر عمل درآمد نہیں ہو سکتا، کیونکہ وہ اخلاق کے بالکل خلاف اور تنگ نظری پر مبنی ہے اور پھر لکھا اگر اُسے رہائی دینی ہے، تو بس ان ہی شرطوں پر رہائی دی جائے جو کہ اس نے خود پیش کی ہے"

(ہندوستان کا مستقبل)

بمبئی گزیٹیر کی جلد ۲۲ میں تحریر ہے:۔

"خاندان مغلیہ میں اورنگ زیب پہلا اور جنوبی ہند میں حیدر علی اور ٹیپو سلطان پر مذہبی سختی اور ہندوؤں کو جبراً مسلمان کرنے کے الزامات بہت لگائے جاتے ہیں۔ پروفیسر آرنلڈ نے اپنی کتاب "پریچنگ آف اسلام" میں اس کے متعلق تین چار مقامی روایتیں بیان کر کے لکھا ہے کہ":۔ ان باتوں کے پڑھنے کے وقت یہ یاد رکھنا چاہیئے کہ ان کی شہادت میں صرف مقامی اور خاندانی روایتیں ہیں، لیکن اورنگ زیب کے عہد کی کتب تواریخ میں جہاں تک مجھ کو پتہ چلا ہے یہ جبر مسلمان کرنے کا کہیں ذکر نہیں اور قرین قیاس یہ ہے کہ چونکہ اورنگ زیب کی طبیعت میں مذہب کا بڑا جوش تھا۔ اس لئے شمالی ہند کی نسبت ہندوؤں کو اس بات کا موقع ملا کہ وہ ہندوؤں کے مسلمان ہونے کی وجہ اس کا ظلم قرار دیں اور یہ وجہ ایسی ہے جس کے بتانے میں کچھ دقت نہیں ہوتی۔"

متعصب اور تنگ دل غیر مسلم مؤرخین اور اہل قلم نے اورنگ زیب عالمگیر کو نہایت متعصب، ظالم اور ہندوؤں کا بہت بڑا دشمن مشہور کر رکھا ہے۔

Marfat.com

عام طور سے یہ مشہور ہے کہ اس نے لاکھوں ہندوؤں کو زبردستی مسلمان کرلیا اور لاکھوں ہندوؤں کو محض ہندو ہونے کی وجہ سے تہ تیغ کردیا۔ ہندوؤں کے ساتھ نہایت سختی کا برتاؤ کرتا اور انہیں اعلیٰ عہدوں پہ فائز نہیں کرتا۔ یہ الزامات اس کے سر صرف اس لئے تھوپ دیئے گئے کہ وہ ایک مذہبی آدمی تھا۔

سر سی۔ پی رائے کے بیان کے مطابق شہنشاہ اورنگ زیب کے عہد میں ہندوؤں کو حکومت میں بڑے بڑے عہدے تفویض کئے۔ اور پروفیسر آرنلڈ کے بیان کے مطابق اورنگ زیب کے عہد میں ہندو کثرت سے بڑے بڑے عہدوں پر فائز تھے، اور اس کے دربار میں مسلمانوں اور ہندوؤں کے حقوق میں کسی طرح کا فرق نہ تھا۔

اکبر، جہانگیر، شاہ جہاں اور عالمگیر کے عہد کے ہندو امراء کی فہرست دیکھی جائے تو عالمگیر کے دور حکومت میں اکبر اور جہانگیر کے دور حکومت کے مقابلہ میں ہندو امراء کی تعداد زیادہ نظر آئیگی۔ ان امراء میں مہاراجہ ستیاجی بھونسلہ کا بیٹا سامو سیواجی کا پوتا ساہوجی، سیوا جی کے داماد ارجنجی اور نتھو اور دوسرے رشتہ دار بھی تھے۔

اورنگزیب کا مدار المہام ایک ہندو راجہ رگوناتھ تھا۔ سر جدوناتھ سرکار لکھتے ہیں کہ ۱۵ جون ۱۶۵۸ء کو دیوان رگوناتھ کو راجہ کا خطاب دے کر دربار کے امیروں میں شامل کرلیا۔

انی رائے پنڈت صیغۂ حساب کا افسر اعلیٰ یعنی اکاؤنٹنٹ جنرل تھا۔

پنڈت کب رائے نامی ایک برہمن اورنگ زیب کا معتمد خاص تھا۔

اورنگ زیب کو اپنے ہندو سپہ سالار راجہ جے سنگھ پر اپنے بیٹوں سے بھی زیادہ اعتماد تھا۔ سیواجی کے مقابلے کے لئے اورنگ زیب جو فوج بھیجتی تھی

Marfat.com

اس کا سپہ سالار اسی کو بنایا تھا۔

راجہ جے سنگھ نے وفات پائی تو اورنگ زیب نے اس کے فرزند کنور رام سنگھ کو جوان دنوں معتوب تھا، قصور معاف فرما کر راجہ کا خطاب عطا فرمایا، اور اس پر بے حد نوازش فرمائی۔

مان سنگھ و مہا سنگھ و انوپ سنگھ پسران راجہ جے سنگھ اپنے باپ کی وفات کے بعد آستانۂ شاہی پر حاضر ہوئے۔ ہر سہ اشخاص کو خلعت و رحمت ہوا۔

(مآثر عالمگیری)

کابل میں گرچہ صرف مسلمانوں کی آبادی تھی، مگر اورنگ زیب نے وہاں ایک ہندو گورنر مقرر کیا تھا۔ اس کا نام جسونت سنگھ تھا۔ کون جسونت سنگھ؟ وہ جس نے داراشکوہ کی حمایت میں اورنگ زیب کا مقابلہ کیا تھا، جو چودہ ہزار راجپوت لے کر شجاع کے مقابلہ کے لئے گیا۔ لیکن عین لڑائی کی شب میں اپنی ساری فوج کے ساتھ شاہی خزانہ پر حملہ کرتے ہوئے شجاع سے جا ملا، اور جس نے سیواجی کے مقابلے میں اورنگزیب کے ساتھ غداری کی۔ راجہ جسونت سنگھ بار بار اورنگ زیب سے بدعہدی اور غداری کرتا، لیکن اورنگ زیب ہر بار اسے معاف کر دیتا، اور اس کے عہدے پر مقرر کر دیتا۔

اورنگزیب کی اس فراخ دلی اور رواداری پر کون انصاف پسند ہوگا جو مرحبا نہ کہے؟

مہاراجہ اودے پور نے دوسرے راجاؤں کے ساتھ مل کر اورنگزیب کے خلاف بغاوت کی، لیکن شکست کھانے کے بعد اورنگ زیب سے معافی مانگی، تو اورنگ زیب نے اسے گلے لگا لیا۔ ۱۶۸۲ء میں مہاراجہ دربار شاہی

Marfat.com

میں حاضر ہوا تو اورنگ زیب نے اُسے بیش بہا خلعت مخطاب اور پنج ہزاری منصب عطا کیا۔

سنہ ۱۰۷۶ھ میں اُودے پور کے شہزادہ آنند سنگھ کو دو ہزاری اور بہادر سنگھ کو ایک ہزاری و پانصدی کا منصب عطا کیا۔

سو بھان قلعہ ستارہ کا نگہبان تھا۔ قلعہ ستارہ کی فتح کے بعد شاہزادہ محمد اعظم نے اس کو ہاتھ اور گردن باندھے اورنگ زیب کی خدمت میں پیش کیا تو حکم ہوا کہ اس کے بند کھول دیئے جائیں۔ سو بھان کو منصب پنج ہزاری، دو ہزار سوار اور خلعت و کٹار و اسپ و فیل و علم و طوغ و نقارہ اور بیس ہزار نقد عطا فرما کر سربلند و ممتاز فرمایا۔ سو بھان نے بکمال عقیدت اپنی زبان سے عرض کیا ؎

ریاض بخت بخندید ازیں ترانہ شکر
کہ نقش قدم سجدہ ام آخر بکوئے شاہ نشست
(مآثر عالمگیری)

ان آزاد بادشاہوں کے حیرت انگیز اعتماد کا دنیا ہمیشہ تعجب اور حیرت سے مشاہدہ کرتی رہی۔ سخت سے سخت دشمن گرفتار کرکے لایا گیا جس پر قابو پانے کے لئے کروڑوں روپے اور لاکھوں جانیں ضائع کی جا چکی تھیں لیکن جب وہ مغلوب ہو کر سامنے آیا تو فاتح کا مستانہ نعرہ یہ ہوتا تھا۔

در عفو لذتے ست کہ در انتقام نیست

اگر دوبارہ بغاوت کرتا اور پھر شاہی لشکروں قاہرہ سے مغلوب ہو کر ندامت کا اظہار کرتا تو نشاط فتح میں نہایت تمکنت سے کہہ دیا جاتا

ایں درگہ ما درگہ نا امیدی نیست

جیسا کہ جب سنبھاجی نے دوسری مرتبہ عالمگیر کے سامنے ندامت کا اظہار

Marfat.com

کیا تو عالمگیر نے یہی جواب دیا تھا۔ (علماء ہند کا شاندار ماضی)

اچلاجی خویش سیواجی کو روز ملازمت پنج ہزاری، دو ہزار سوار کے منصب و نقارہ و علم مرصع فیل کے عطیات سے ہم چشموں میں سربلند کیا۔

(مآثر عالمگیری)

پدرجی تھانہ دار پودہ پانچ گاؤں، سیواجی کا چچا زاد بھائی، دو ہزار پان صدی، ہزاری و پانصد سوار کا امیر تھا، پانصدی اضافہ سے ہم چشموں میں سربلند کیا۔

(مآثر عالمگیری)

۱۰۷۱ھ میں عالمگیر نے شاہزادہ معظم شاہ کو راجہ جسونت سنگھ کے ہمراہ دکن کی صوبہ داری پر مامور کیا تو سیواجی نے جسونت سنگھ کے پاس پیغام بھیجا کہ میں اپنے بیٹے سنبھا کو بھیجتا ہوں، اس کو فوج میں کوئی عہدہ عنایت کیا جائے۔ جسونت سنگھ نے یہ درخواست منظور کی۔ سیواجی نے سنبھا کو ایک ہزار فوج کے ساتھ شاہزادہ معظم کی خدمت میں بھیجا۔

باوجودیکہ سنبھاجی پہلے پنج ہزاری منصب پر دربار عالمگیری میں فائز تھا۔ اور پھر باپ کے بعد خود بھی فرار ہو کر باپ کی سرکشی و سرکشی میں شریک ہو گیا تھا مگر شاہان لطف و کرم کا تو نظریہ یہی تھا کہ ایں درگہ ما درگہ نا امیدی نیست۔

چنانچہ سنبھاجی کو پنج ہزاری منصب راجائی کا خطاب اور صوبہ برار بطور جاگیر عطا ہوا۔

سیواجی کے انتقال کے بعد سنبھاجی اس کا جانشین ہوا لیکن وہ اپنی آوارگی اور تباہ کاریوں کے باعث وہ اپنی قوم کو خوش نہیں رکھ سکا۔ علاوہ ازیں اس نے استقلال حاصل کرتے ہی برہان پور پر دفعتاً حملہ کر کے نہایت سفاکی اور بیدردی سے

Marfat.com

لوٹا اور آگ لگا دی .... عالمگیر نے ۱۱۰۱ھ میں مقرب خاں کو سنبھاجی کی سرکوبی پر مامور کیا۔ جس نے سنبھاجی کو مع اہل وعیال گرفتار کر لیا۔ جب وہ پابہ زنجیر عالمگیر کے دربار میں حاضر کیا گیا تو اس نے ملائمت کے بجائے عالمگیر کو دو دو گالیاں دیں۔ اس صورت میں عفو اور درگزر سے کام لینا وقار سلطنت کو برباد کر دینا تھا۔ مجبوراً عالمگیر کو وہ معاملہ کرنا پڑا، جو اس نے اپنے پچاس سالہ دور حکومت میں کبھی بھی کسی کے ساتھ نہ کیا تھا، یعنی زبان اور آنکھیں نکلوا کر اس کو قتل کرا دیا۔ لیکن پھر فوراً لطف وکرم کے فطری جذبہ نے عالمگیر کو مغلوب کیا اور اس مغلوبیت میں اس نے وہ کیا جو حزم واحتیاط کے قطعاً مخالف تھا۔[1] یعنی سنبھا کی ماں (اورنگ زیب کے سب سے بڑے دشمن سیواجی کی بیوی) اور دوسرے متعلقین کے متعلق حکم صادر ہوا کہ ان کے لئے ضرورت کے لحاظ سے خیمے لگا کر ان اسیروں کو عزت واحترام کے ساتھ اتارا جائے۔ جدۃ الملک کے ڈیرے کے قریب رانی کے بارگاہ کا ڈیرا بھی نصب کیا گیا، تاکہ اس مکان میں اس کے خدام اور تابعدار مقیم ہوں اور اس نوازش کے بعد ہر ایک کے لئے حسب ضرورت سالانہ مقرر کیا گیا جس کی تفصیل حسب ذیل ہے:۔

ساہوجی، سنبھا کا نو سالہ فرزند اکبر، ہفت ہزاری، ہفت ہزار سوار کا منصب خطاب راجگی، وخلعت وجواہر مرصع وارسی واسپ وفیل ونقارہ وعلم، حاصل کر کے معزز راجگان کے زمرہ میں داخل ہوا۔

مدن سنگھ اور آدھو سنگھ، ساہوجی کے چھوٹے بھائی، حسب لیاقت منصب وعطیات سے بہرہ مند ہوئے اور ان کے لئے حکم ہوا کہ اپنی ماں اور دادی کے پاس رہیں۔

---

[1] علمائے ہند کا شاندار ماضی

ان میں سے ہر ایک کے علاقہ کے لئے بادشاہی عمال و کارپرداز مقرر ہوئے تاکہ ان کے اُمور خانگی انجام دیتے رہیں۔ (علماء ہند کا شاندار ماضی اورنگ عالمگیری)

اورنگ زیب عالمگیر کا سلوک ساہو جی کے ساتھ ہمیشہ مربیانہ رہا۔ اورنگزیب نے اس کی شادی ۱۱۱۵ھ میں بہادر جی مرہٹہ کی لڑکی سے کر دی۔

سات سال کی عمر سے سیواجی کا یہ پوتا اورنگ زیب عالمگیر کی زیر نگرانی رہتا ہے۔ اس کی شادی بھی کراتا ہے، لیکن کبھی اُسے مسلمان ہونے کے لئے نہیں کہتا ہے ——— یہ تھا ہندوؤں کے بہت بڑے دشمن کا مثبت کردار!!!

کیا تاریخ عالم ایسی عالی حوصلگی اور فیاضی کی مثال پیش کر سکتی ہے؟

مہاراجہ جسونت سنگھ نے داراشکوہ کی حمایت میں اورنگ زیب کا سخت مقابلہ کرتا ہے داراکو شکست ہوتی ہے۔ جسونت سنگھ ندامت کا اظہار کرتا ہے۔ عالمگیر نہایت فراخ دلی سے معاف کرتا ہے۔

شجاع اکبر آباد پر حملہ کرنے کے لئے آتا ہے۔ جسونت سنگھ عالمگیر کی حمایت میں چودہ ہزار راجپوت فوج لے کر پہنچتا ہے۔ ابھی جنگ شروع نہیں ہوئی ہے کہ شب کو جبکہ عالمگیر تہجد کی نماز میں مشغول ہے، خبر ملتی ہے کہ جسونت سنگھ اپنی کل راجپوت فوج کے ساتھ شاہی فوج کو تباہ کرتا ہوا شجاع سے جا ملتا ہے۔ شجاع کو شکست ہوتی ہے اور جسونت سنگھ اپنے وطن کو واپس جاتا ہے وہاں سے عالمگیر کی خدمت میں درخواست بھیجتا ہے۔ دریا دل اورنگ زیب صرف معاف ہی نہیں کرتا ہے، بلکہ منصب، شاہی اعزازات وغیرہ بحال کرکے گورنر بنا کر احمد آباد بھیجتا ہے۔

شیواجی کے مقابلہ کے لئے جسونت سنگھ دکن بھیجا جاتا ہے۔ یہاں

Marfat.com

بھی غداری کرتا ہے اور شیواجی سے مل جاتا ہے۔ ریاست بوندی کا راجہ راؤ بھاؤ سنگھ جو اس مہم میں جسونت سنگھ کے ساتھ تھا، بغاوت پر آمادہ کرنے کی کوشش کرتا ہے جس میں اُسے ناکامیابی ہوتی ہے۔

بھیم سین کا لستھ شاہی ملازمت میں تدریہ کے حاکم کے ساتھ منسلک تھا۔ دکن کی لڑائیوں میں بہت ہی کارآمد ثابت ہوا۔ تو عالمگیر نے "راؤ" کے خطاب کے ساتھ تین ہزار فوج کا افسر بنایا، پھر نالدرگ کا قلعہ دار ہوا۔ "دلکشا" کے نام سے عہد عالمگیری کی ایک تاریخ لکھی جو بہت اہم سمجھی جاتی ہے۔

(بزم تیموریہ)

پروفیسر آرنلڈ صاحب لکھتے ہیں:— "عالمگیر کو کسی شخص نے عرضی دی کہ دو پارسی ملازم جو تنخواہ تقسیم کرنے پر مقرر تھے، برخاست کر دیئے جائیں، کیونکہ وہ آتش پرست ہیں، اور ان کی جگہ کوئی تجربہ کار اور معتبر مسلمان مقرر کئے جائیں، کیونکہ قرآن شریف میں آیا ہے یا ایّھا الذین آمنوا لا تتخذوا عدوی وعدکم اولیا (اے ایمان والو! میرے اور اپنے دشمنوں کو دوست مت بناؤ) عالمگیر نے عرضی پر حکم لکھا کہ مذہب کو دنیا کے کاروبار میں دخل نہیں ہے اور نہ اُن معاملات میں تعصب کو جگہ مل سکتی ہے اور اس قول کی تائید میں یہ آیت نقل کی۔ لکم دینکم ولی دین (تم کو تمہارا دین اور ہم کو ہمارا دین) بادشاہ نے یہ بھی لکھا کہ جو آیت عرضی نویس نے نقل کی ہے۔ اگر یہی سلطنت کا دستور العمل ہوتا تو ہم کو چاہیئے تھا کہ اس ملک کے سب راجاؤں اور ان کی رعیت کو غارت کر دیتے، مگر یہ کس طرح ہو سکتا تھا۔ بادشاہی نوکریاں لوگوں کو ان کی لیاقت کے موافق ملیں گی اور کسی لحاظ سے نہیں مل سکیتں۔"

Marfat.com

ڈاکٹر راجندر پرشاد تحریر فرماتے ہیں :۔

" اورنگ زیب نے بہت سے قابل ہندوؤں کی سفارش شاہ جہاں اور اس کے وزرا سے ملازمت کے لیے کی۔ مثال کے طور پر یہ واقعہ ملاحظہ ہو کہ جب ایلچپور میں دیوانی کی جگہ خالی ہوئی اورنگ زیب نے ایک راجپوت افسر رام کرن کی پر زور سفارش کی لیکن کسی وجہ سے شاہ جہاں نے وہ سفارش قبول نہ کی۔ اورنگ زیب نے دوبارہ لکھا کہ اس سے بہتر آدمی نہیں مل سکتا (واقعات عالمگیر جلد اول صـ ۱۱۴) اس قسم کی بہت سی مثالیں عالمگیری اور آداب عالمگیری میں موجود ہیں ۔"

(ہندوستان کا مستقبل)

بنگال کا اہل قلم اچاریہ پرفلا چندر رائے لکھتا ہے کہ شہنشاہ اورنگ زیب کے عہد میں بھی سلطنت کے اندر بڑی بڑی ذمہ داری کے عہدے ہندوؤں کو ملے ہوئے تھے۔ بنگال میں مرشد قلی خاں اورنگ زیب کا وائسرائے تھا۔ چنانچہ مرشد قلی خاں کے ماتحت محکمہ دیوانی کے تمام بڑے بڑے عہدے صرف ہندوؤں ہی کے ہاتھوں میں تھے۔ ہندوؤں کا ان پر کامل قبضہ تھا۔ بڑے بڑے فوجی عہدے بھی ہندوؤں کے ملے ہوئے تھے۔ اگر مغل شہنشاہ کے دل و دماغ میں ہندوؤں کے خلاف نفرت ہوتی تو وہ اپنے وائسرائے کو اس سے روک دیتا، بلکہ ایسا کرنے پر اس سے جواب طلب کر لیتا۔ لیکن اس نے کبھی ایسا نہیں کیا۔"

(دین و دنیا)

عالمگیر کے عہد کا ہندو مؤرخ منشی سجان رائے " خلاصۃ التواریخ " میں لکھتا ہے کہ دیپالپور جو کالانور کے پاس واقع ہے۔ شاہ شمس دین دریائی کا مزار ہے۔ ہندوؤں اور مسلمانوں دونوں کو ان سے عقیدت تھی، لیکن ایک ہندو کی عقیدت ان سے اتنی بڑھی کہ ان کی وفات کے بعد اسی ہندو کو مسلمانوں اور ہندوؤں نے مل کر ان کے مزار کا متولی بنایا۔ چند سال کے بعد کچھ مسلمانوں نے سورش کر کے مذہبی بہانے سے ہندو کی تولیت سے محروم کر دینا چاہا، لیکن عالمگیری حکومت نے اس

Marfat.com

سوزش کو کامیاب نہ ہونے دیا، اور جب یہ کتاب خلاصۃ التواریخ لکھی جا رہی ہے ۔ عالمگیر کی حکومت کا تیسرا سال ہے لیکن اس مزار کی تولیت بدستور ہندوؤں کے ہاتھ میں ہے ۔

اورنگ زیب کے عہد حکومت میں جودھ پور، اودے پور، کوچ بہار وغیرہ کی ہندو ریاستیں تھیں ۔ اورنگ زیب نے کبھی انہیں اپنی حکومت میں شامل کرنے کا خیال بھی نہیں کیا، حالانکہ بیجا پور اور گولکنڈہ مسلمان حکومتیں تھیں، مگر انہیں جب تک اورنگ زیب نے اپنی حکومت میں شامل نہیں کر لیا، دم نہیں لیا ۔

دکن میں جہاں اورنگ زیب پچیس برس تک رہا، ہزاروں مندر تھے، الورہ میں سینکڑوں بت تھے ۔ اس نے کسی بت کو نہیں توڑا ۔ یہ مندر اور بت آج تک موجود ہیں ۔ خود اورنگ زیب کی قبر بھی اسی قرب و جوار میں ہے ۔

اس کے علاوہ ہندوستان میں بے شمار مندر تھے ۔ اگر واقعی اورنگ زیب عالمگیر مندروں کا دشمن ہوتا، تو ان مندروں کو ایک ایک کر کے مسمار کر دیتا، مگر اس نے ایسا نہیں کیا ۔ ہاں وہ مندر ضرور مسمار کئے گئے، جہاں اس کے خلاف سازشیں کی جاتی تھیں ۔

ڈاکٹر پٹابھی سیتارمیا نے میرٹھ کانگریس کے اجلاس منعقدہ دسمبر ۱۹۴۶ء میں جو خطبہ دیا تھا، اس میں کہا تھا ۔۔۔

" بعض اہل قلم کی طرف سے چند حقیقتیں ابھی روشنی میں لائی گئی ہیں، جن سے معلوم ہوتا ہے کہ چند اہم مراکز جیسے بنارس کے مندر تھے، ہندوؤں کی طرف سے مفسدانہ سازشوں کے اڈوں کے طور پر استعمال کئے جاتے تھے، جن کے خلاف شہنشاہ نے اشتعال میں عملی اقدام کیا اور اس کو اب اس کے تعصب کی شہادت میں پیش کیا جاتا ہے ۔"

Marfat.com

ایسی مثالیں موجود ہیں کہ "بت شکن" اورنگ زیب عالمگیر نے مہنتوں اور مندروں کو جاگیریں عطا کیں اور پنڈت سُندر سال کے بیان کے مطابق آج تک متعدد مندروں کے پجاریوں کے پاس اورنگ زیب کے دستخطی فرمان موجود ہیں جن میں خیرات اور جاگیروں کے عطا کیے جانے کا تذکرہ ہے۔

شری بابو نرائن، سابق مینیجر ریاست رام نگر دیہڑی ضلع بارہ بنکی نے شہنشاہ اورنگ زیب کی بے تعصبی کے متعلق عرصہ ہوا ایک مضمون شائع کیا تھا جس میں لکھتے ہیں کہ سلطان محی الدین اورنگ زیب عالمگیر غازی بادشاہ کو عام طور پر متعصب کا خطاب دیا جاتا ہے اور کہا جاتا ہے کہ انہوں نے ہندوؤں کے معبد گاہ تباہ و برباد کیے اور طرح طرح سے ہندوؤں کو تکلیف پہنچائی، مگر یہ امر غور طلب ہے کہ یہ افواہیں کس حد تک صحیح اور درست ہیں اور کس حد تک تاریخی آمیزش ہے جس کا وجود محض قیاسات یا بازاری افواہوں پر پایا جاتا ہے۔ میری سمجھ میں ہندو مندروں کی تباہی یا بربادی مذہبی تعصب نہیں بلکہ اگر کوئی ایسا واقعہ ہوا بھی تو وہ پالیٹکل مصالح اور اس وقت کے واقعات سے تعلق ہیں۔ بادشاہ ممدوح الشان کے غیر متعصب ہونے یا عموماً بت شکن نہ ہونے کے وجوہ حسب ذیل ہیں:۔ (۱) ضلع سیتا پور مصرکھ ہندوؤں کا ایک مشہور معبد ہے مصرکھ کے مہنت کے پاس بادشاہ عالمگیر کی عطا کی ہوئی شاہی سند موجود ہے جس کے ذریعہ بہت سے مواضعات مہنت موصوف کو مصارف مذہبی کے لئے عطا کیے گئے تھے از آں جملہ مواضعات اب تک مہنت موصوف کے قبضہ میں موجود ہیں۔

Marfat.com

(۲) مضافات متھرا کے چند میل کے فاصلہ پر ایک مقام بلا بود ارہے یہاں بلدیوجی کا مندر ہے اور اس مندر کے مصارف کے لئے بادشاہ اورنگ زیب نے بہت سے مواضعات عطا کئے، جواب تک مندر مذکورہ کے قبضہ میں ہیں۔

(۳) دریا جمنا الہ آباد کا قلعہ شہنشاہ اکبر کے زمانے میں تعمیر ہوا تھا۔ اس قلعہ کے اندر ہندوؤں کی ایک معبد گاہ ایک وسیع تہ خانے کے اندر ابتک موجود ہے۔ ایک برگد کا درخت ہے اور ہزاروں کی تعداد میں ہندوؤں کی مورتیاں ہیں۔ ہندو پنڈت اور پجاری اس کے اندر اپنے عقاید اور پوجا کے مراسم ادا کرتے ہیں"۔

چودھری چھوٹو رام سابق وزیر حکومت متحدہ پنجاب تحریر فرماتے ہیں:۔

"اورنگ زیب کا دستخطی فرمان جاگیر اجودھیا کے متعلق ایک نہایت مشہور مندر کے پجاریوں کے پاس اب تک دیکھا جاسکتا ہے۔ اورنگ زیب کا فرمان جس کی رُو سے اس نے بنارس کے مندروں کے پجاریوں کے حقوق محفوظ کئے فارسی زبان میں اب تک لندن میوزیم میں موجود ہے"۔

عالی جناب ڈاکٹر راجندر پرشاد تحریر فرماتے ہیں:۔

" اورنگ زیب نے گردھر ولد جگ جیون ساکن موضع بستی ضلع بنارس اور جگ مصر ساکن بھیش پور پرگنہ حویلی کو اور پنڈت بال بھدر مصر کو جو تینوں برہمن تھے، جاگیریں دیں۔

" اورنگ زیب نے بصورت نقد مصر کلیان داس کو ملتان کے شوالہ کے لیے سو روپیہ کا عطیہ دیا تھا، جو کہ اس وقت تک جاری ہے۔ حوالہ ضلع ملتان کے بندوبست کی رپورٹ تیار کردہ حکم چند، اکسٹرا اسسٹنٹ کمشنر" (ہندوستان کا مستقبل)

Marfat.com

ترچناپلی میں کئی ہزار سال کا ایک مندر ہے۔ اس کو ۳۳ مواضعات سلاطین اسلام نے دیئے تھے۔ ان میں سات اورنگ زیب کے عطا کردہ تھے۔ یہ علاقہ سلطان ٹیپو کے زیر حکم رہا۔ مندر کو کوئی نقصان نہیں پہنچایا گیا۔

۱۵ رجمادی الثانی ۱۰۶۹ھ کو اورنگ زیب عالمگیر نے بنارس کے ناظم ابوالحسن کے نام حسب ذیل فرمان جاری کیا تھا:۔

"شریعت غرا کے مقدس قانون کے مطابق گو نئے مندر نہیں بنائے جا سکتے، مگر پرانے مندروں کو توڑا بھی نہیں جا سکتا۔ ہمارے گوش گذار یہ خبر ہوئی ہے کہ بعض عمال از راہ جبر و تعدی قصبہ بنارس اور آس پاس کے دوسرے مقامات کے ہندوؤں اور برہمنوں پر جو قدیم بت خانوں کے پروہت ہیں، تشدد کرتے ہیں اور چاہتے ہیں کہ برہمنوں کو ان کی پروہتی سے علیحدہ کر دیں جس کا نتیجہ اس کے سوا اور کچھ نہیں ہو سکتا کہ یہ بیچارے پریشان ہو کر مصیبت میں مبتلا ہو جائیں۔ اس لئے تم (ابوالحسن) کو حکم دیا جاتا ہے کہ اس فرمان کے پہنچتے ہی ایسا انتظام کرو کہ کوئی شخص تمہارے علاقے کے برہمنوں اور دوسرے ہندوؤں کے ساتھ کسی قسم کی زیادتی نہ کرے، اور ان کی تشویش کا باعث نہ ہو تاکہ یہ جماعت بدستور سابق اپنی اپنی جگہ پر اور اپنے منصبوں پر قائم رہ کر اطمینان قلب کے ساتھ ہماری دولت خداداد کے حق میں مصروف دعا رہے۔ اس باب میں تاکید مزید جانو۔"

یہ فرمان ہے ہندوؤں کے سب سے بڑے دشمن کا جس کے سر پر بہت سے الزامات تھوپے گئے ہیں۔

ڈاکٹر پٹابھی سیتا رامیا نے ہری پورہ کانگریس کے اجلاس پٹنہ منعقدہ دسمبر ۱۹۴۶ء میں اپنے خطبہ میں کہا تھا:۔

"ایسے فرامین کی ایک خاص تعداد منظر عام پر لائی گئی ہے جس میں عالمگیر نے

برہمنوں کو عطیے دیئے اور مندروں پر جاگیریں وقف کی ہیں۔" (اخبار لیڈر مورخہ ۵ جنوری ۱۹۴۷ء)

ہسٹری کانگریس کے اس اجلاس میں اورنگ زیب عالمگیر کے ہاتھ کا لکھا ہوا وہ سند بھی نمائش میں تھا، جس کی رو سے بودھ گیا کے مندر کو لاکھوں کی مالیت کی جاگیر عطا کی۔ یہ سند اس مسلمان بادشاہ کے ہاتھ کا لکھا ہوا تھا جو ہندوؤں اور مندروں کا دشمن سمجھا جاتا ہے۔

اورنگ زیب کے عہد حکومت کا انگریز سیاح کپتان ہملٹن کا بیان ہے:-

" ریاست کا مسلمہ مذہب اسلام ہے لیکن تعداد میں اگر دس ہندو ہیں تو ایک مسلمان ہے۔ ہندوؤں کے ساتھ مذہبی رواداری پورے طور پر برتی جاتی ہے، وہ اپنے برت رکھتے ہیں اور اسی طرح تہوار مناتے ہیں، جیسے اگلے زمانہ میں مناتے تھے، جبکہ حکومت خود ہندوؤں کی تھی۔" سورت کے حالات کے سلسلے میں یہ سیاح لکھتا ہے:-

" اس شہر میں مختلف مذاہب کے لوگ رہتے ہیں۔ لیکن اعتقادات اور طریق عبادت کے بارے میں ان میں کبھی کوئی جھگڑا نہیں ہوتا۔ ہر ایک کو پوری آزادی ہے کہ جس طرح چاہے اپنے طریقہ سے اپنے معبود کی پرستش کرے۔ صرف اختلاف مذہب کی بنیاد پر کسی کو تکلیف دینا اور آزار پہنچانا ان لوگوں میں بالکل مفقود ہے۔

پارسی اور عیسائی کے متعلق لکھتا ہے:۔ پارسی بھی ہیں، اور وہ اپنے رسوم مذہب زردشت کے بموجب ادا کرتے ہیں۔ عیسائیوں کو پوری اجازت ہے کہ اپنے گرجے بنائیں اور اپنے مذہب کی تبلیغ کریں۔"

ہملٹن شہر ٹھٹھہ کے متعلق لکھتا ہے:۔ ہندوؤں کے ساتھ رواداری پورے طور سے برتی جاتی ہے۔ وہ اپنے مندر رکھتے ہیں اور تہواروں کو اسی طرح مناتے ہیں جیسے اگلے زمانہ میں منایا کرتے تھے، جبکہ بادشاہت خود ہندوؤں کی تھی، وہ اپنے مردوں کو

Marfat.com

چلانے ہیں، لیکن ان کی بیویوں کو اجازت نہیں ہے کہ وہ شوہر کے مردے کے ساتھ ستی ہوں۔"

موسیو تھیونیر فرانسیسی سیاح جس نے ۱۶۵۵ء سے ۱۶۶۸ء تک ہندوستان کی سیاحت کی، اپنے سفرنامہ میں لکھتا ہے:۔ "اکثر بستیوں میں مندر بنے ہوئے تھے۔ ہندو گاڑیوں میں جاتے ہوئے ملتے تھے، جو ان مندروں میں اپنی پوجا کے واسطے آتے تھے۔"

ان اقتباسات سے نہایت آسانی سے اندازہ لگایا جا سکتا ہے، کہ اورنگ زیب کے دورِ حکومت میں غیر مسلم رعایا نہایت آزادی سے اپنے رسومات ادا کرتے تھے۔

چودھری ناتھ لال راجہ بہادر پٹرونہ کے مورث تھے جن کو ناظم صوبہ معظم آباد (گورکھپور) زبدۃ الاقران چودھری ناتھ لال کے الفاظ سے یاد کرتے تھے۔ خیر خواہانہ خدمات کے صلے میں ان کو نانکار وغیرہ برابر عطا ہوتا رہا ہے۔ قدر شناسی اور عزت افزائی نے چودھری کے دل میں ولولہ پیدا کیا کہ بادشاہ عالمگیر کی زیارت کرنی چاہیے اور یہ منصوبہ باندھ کر روانہ ہوئے ظلِ سبحانی (عالمگیر اورنگزیب) نے انکو شرف باریابی کی عزت بمقام اجمیر شریف مرحمت فرما کر چودھری موصوف کو فرمان شہر عطائے تان کا بمقام اجمیر مرحمت فرمایا۔ یہ فرمان ذریعہ فخر خاندان ہے۔۔۔۔ چودھری ناتھ لال اپنا دھرم اور فرمان لیکر واپس آئے۔ ہندو مذہب لیے کر گئے تھے اور اپنے مذہب پر تاحیوٰتی کے وقت قائم رہے اور اسی مذہب پر مرے۔ عالمگیر نے ان کو زبردستی مسلمان نہیں کر لیا اور نہ چودھری ناتھ لال نے عزت افزائی کی خوشی میں اپنا مذہب ترک کیا۔ راجہ منجھولی (گورکھپور) بھی دربار شاہی میں حاضر ہوئے لیکن مسلمان ہو کر خالی ہاتھ واپس آئے اور کوئی صلہ بھی نہ لائے۔ عالمگیر پر الزام ہے کہ راجہ بودھ مل کو زبردستی مسلمان کر لیا۔ لیکن کیوں چودھری ناتھ عطیۂ شاہی سے سرفراز کیے گئے اور عالمگیر نے ان کو کیوں نہ دہنے دیا اور کس وجہ سے ان کے مذہبی عقائد کی بازپرس نہیں کی اور کیا وجہ ہے کہ ان کے خاندان کی عزت افزائیاں

Marfat.com

ہوتی رہیں۔

اورنگ زیب عالمگیر کے دربار میں ہندو اہل کمال بھی تھے جن کی وہ سرپرستی کیا کرتا تھا۔ بیر داس، بھیم سین کالیستھ، سوجان رائے کھتری (مصنف خلاصۃ التواریخ) برہمن شاعر سندر جو "کب رائے" کے خطاب سے موصوف تھا، خاص طور سے قابل ذکر ہیں۔

یورپین مؤرخ لکھتے ہیں کہ راجپوت نے کبھی عالمگیر کی حمایت میں انگلی نہ ہلائی، لیکن واقعہ یہ ہے کہ نہ صرف فوجی راجپوت بلکہ راجپوت کے بڑے بڑے راجہ مہاراجہ اخیر وقت تک عالمگیر کے ساتھ فوجی مہمات میں شریک رہے اور مرہٹوں کو پامال کرنے میں وہ مسلمان افسروں کے داہنے ہاتھ تھے۔ راجپوتوں کی اصلی طاقت جودھپور، جے پور، اودے پور تھی۔ اودے پور کے دو شاہزادے خود عالمگیر کی فوج میں معزز عہدوں پر ممتاز تھے۔ اور اخیر وقت تک ساتھ رہے۔ چنانچہ ۴۳ سنہ جلوس میں ان میں سے اندر سنگھ دو ہزاری اور بہادر سنگھ کو ایک ہزار پانصدی کا منصب عطا ہوا۔ یہ دونوں مہاراناراج سنگھ کے بیٹے تھے جس نے ۲۵ جلوس میں وفات پائی تھی، اور اس کے مرنے پر اس کے بیٹے راناجے سنگھ کو عالمگیر نے خلعت ماتم عطا کیا تھا۔ اندر سنگھ کو جو جسونت سنگھ رئیس جودھپور کا عزیز تھا، جسونت سنگھ کے انتقال کے بعد عالمگیر نے راجہ کا خطاب دیا اور دکن کی مہمات پر مامور کیا۔ اس نے نہایت وفاداری سے اپنی خدمات انجام دی۔ چنانچہ ۴۸ سنہ جلوس میں اس کو سہ ہزاری کا منصب ملا ہوا تھا۔ ۴۵ سنہ جلوس عالمگیر میں ذوالفقار خاں کے ساتھ دکن سے مشہور رچنی کی مہم پر مامور ہوا۔ جے پور کے رئیسوں کی وفاداری یورپین مؤرخوں نے تسلیم کی ہے۔ مآثر الامرا میں اور بہت سے راجپوت راجاؤں اور ان کے تفصیلی حالات درج ہیں، جو عالمگیر کے ساتھ دکن مہمات میں شریک تھے، اور نہایت وفاداری

Marfat.com

اندر جاں بازی کے ساتھ مرہٹوں سے لڑتے رہے ۔۔ غور کرو! ان واقعات کے ثابت ہونے کے بعد کہ جے پور، جودھپور کے فرماں روا عالمگیر کے ساتھ دکن میں مرہٹوں کے ساتھ لڑائیاں لڑتے رہے ہیں۔ راجپوت افسروں کو سہ ہزاری و چہار ہزاری عطا ہوتے ہیں، اودے پور کا راجہ نابالغ ہونے کے ساتھ اس بے جگری سے مرہٹوں کا مقابلہ کرتا ہے، تو کیا یورپین مؤرخوں کے اس قول میں سچائی کا شائبہ ہے کہ عالمگیر نے راجپوتوں کو اس قدر ناراض کر دیا کہ وہ پھر تیموری علم کے نیچے نہ آئے۔

(اورنگ زیب عالمگیر پر ایک نظر)

۲۵ سنہ جلوس مطابق ۱۰۹۲ھ (۱۶۸۱ء) میں عالمگیر دکن کو روانہ ہوا، اور اخیر عمر تک انہیں اطراف میں مرہٹوں سے لڑتا بھڑتا رہا۔ ان لڑائیوں میں اس کی فوج میں راجپوت اسی طرح نظر آتے ہیں جس طرح مسلمان قومیں۔ چنانچہ تاریخوں میں جہاں فوجوں کا ذکر آتا ہے، راجپوتوں کا نام بھی خاص طور پر آتا ہے۔ رانا جے سنگھ بیٹا بھیم سنگھ صلح ہونے کے بعد اور اپنے باپ کے مرنے کے بعد عالمگیر کے پاس چلا گیا۔ بادشاہ نے اس کو کئی لاکھ سالانہ کی جاگیر دی۔ جس میں سے ایک پرگنہ بیرڑہ میواڑ کے ماتحت باقی رہ گیا۔ بھیم سنگھ دکن میں مرا تو اس کا منصب پنج ہزاری تھا، جو رانا کرن سنگھ کے بھائی ٹوڈہ بھیم اور اس کے بیٹے راجہ جے سنگھ والیان ریاست ٹوڈہ کے سوا کسی کو نہیں ملا۔ (تاریخ راجگان ہند)

اسٹینلی لین پول مشہور مؤرخ کا بیان ہے کہ اس ملک کے بعض بعض راجہ بیس بیس ہزار کا لشکر لے کر اورنگ زیب کی رفاقت میں لڑنے کو جاتے تھے، اور ایسے راجاؤں کا شمار سو سے متجاوز تھا۔

دہلی میں عموماً قلعہ میں پچاس ہزار سوار رہتے تھے۔ علاوہ ازیں اتنی ہی تعداد

Marfat.com

تھی، جو ہر روز آتی جاتی رہتی تھی۔ بیس ہزار پیادہ فوج جو سب کے سب راجپوت تھے، یہاں موجود رہتی تھی، جس میں بارہ ہزار توپ خانہ کا چارج سنبھالے رہتی اور باقی شاہی محل کی رکھوالی اور سنتری وغیرہ کے فرائض انجام دیتی تھی۔

(منوچی حصہ سوم صفحہ ۱)

مہاراجہ جسونت سنگھ راٹھور والی جودھپور کو راؤ سنگھ ہاڈا کی بہن بیاہی تھی۔ جسونت سنگھ نے جب اورنگ سے بغاوت کرنا چاہی، تو اس نے رانی کو بلا کر اس کے بھائی پر بہت دباؤ ڈلوایا، کہ وہ بھی بادشاہ کے خلاف بغاوت میں اس کا ساتھ دے۔ لیکن راؤ سنگھ نے خاندانی تعلقات پر حق نمک کو مقدم سمجھا اور صاف انکار کر کے کہہ دیا کہ میں بادشاہ کا نمک حلال جاں نثار رہوں۔ نمک حرامی کا داغ لے کر دنیا سے نہیں جانا چاہتا (امرائے ہنود صفحہ ۱۱۱)

ڈاکٹر تاراچند صاحب تحریر فرماتے ہیں:۔

"بعض لوگوں کے نزدیک اورنگ زیب کی مذہبی پالیسی اس کی ناکامیابی کا سبب ہوئی۔ بالعموم یہ خیال غلط ہے۔ ہندوؤں کی بغاوتیں ناکام رہیں، اور ان کا کوئی مذہبی یا سیاسی مقصد نہ تھا۔ اورنگ زیب نے انہیں ہندوؤں ہی کی مدد سے فرو کیا۔ اس میں کوئی شک نہیں کہ مرہٹوں کے خلاف جنگ مغلیہ سلطنت کے لئے ایک بڑا بوجھ ثابت ہوئی لیکن ان کی بغاوت نہ ملکی تھی اور نہ مذہبی، بلکہ فقط ایک قبیلے کی بغاوت تھی۔ راجپوت، بندیلے اور سیواجی کے اپنے رشتہ دار اورنگ زیب کی خاطر سیواجی اور اس کے جانشینوں کے خلاف لڑے، اور پھر مرہٹوں نے ہندوؤں کے خلاف بھی حملے کئے، اور ان کے لشکروں میں مسلمان بھی موجود تھے۔"

ڈاکٹر راجندر پرشاد تحریر فرماتے ہیں:۔ "یہ ایک مشہور بات ہے کہ اورنگ زیب

Marfat.com

نے دکن میں بیجاپور اور گولکنڈہ کی مسلمان سلطنتوں کے فتح کرنے میں کئی سال صرف کئے اور اس نے یہیں وفات پائی - دہلی کے بادشاہوں کی طرف سے ان میں اکثر ہندو راجپوت اور جنگوں کی سپہ سالاری ہندو کیا کرتے تھے، جیسے کہ اکبر کے زمانے میں مان سنگھ اور بھگوان داس اور اورنگ زیب کے عہد میں جسونت سنگھ"۔ (ہندوستان کا مستقبل)

غرض بے شمار راجپوتوں نے مرہٹوں کے مغلوب کرنے میں اورنگ زیب عالمگیر کا ساتھ دیا اور جاں بازی دکھائی، اور یہ الزام کہ راجپوتوں نے عالمگیر کی حمایت میں انگلی نہیں ہلائی، سراسر غلط ہے - مآثر الامراء کے صفحات ایسے بے شمار جانباز راجپوتوں کے ناموں اور حالات سے بھرے پڑے ہیں۔

بنگال کے مشہور مؤرخ اور سائنسداں سر سی۔ پی۔ رائے نے ۱۹۳۷ء میں بنگال کے مسلم فیڈریشن کے جلسہ میں اپنی صدارتی تقریر میں کہا تھا:۔

"شہنشاہ اورنگ زیب پر آج کل بڑی نکتہ چینیاں ہوتی ہیں۔ برطانوی مؤرخوں نے ان تاریخوں میں جو ہندوستان کے کالجوں اور اسکولوں میں پڑھائی جاتی ہیں، متعصب اور ہندوؤں سے نفرت کرنے والا دکھایا ہے۔ یہ کس قدر شرم کی بات ہے کہ ہندوؤں اور مسلمانوں کی مصلحت آمیز سیاسیات کے ماتحت اسی جھوٹ اور افترا پردازی کو سچ سمجھنے کے لئے مجبور کیا گیا۔

"میں سر جادوناتھ" ڈاکٹر مجمدار پروفیسر تاریخ ڈھاکہ اور بہت سے دیگر اشخاص جنہیں تاریخ ہند میں ماہر جانا جاتا ہے، پوچھتا ہوں کہ کیا کوئی ایک مثال بھی دکھا سکتے ہیں، کہ شہنشاہ اورنگ زیب نے بنگال کے ہندوؤں سے جزیہ وصول کیا؟"

"شہنشاہ اورنگ زیب نے بنگال کی حکومت مرشد قلی خاں کو جو ایک برہمن و مسلم تھا اس غرض سے سپرد کی کہ وہ یہاں کی مالیات درست کردے، چنانچہ یہاں کے ہندو

Marfat.com

اتنے مسلمان افسر ملک کے تعاون باہمی کا نتیجہ تھا کہ ان کے زیر نگیں بنگال کے ساتھ نہایت منصفانہ برتاؤ کیا گیا۔ اورنگ زیب کے عہد میں بنگال کے ہندوؤں کو منصب داریاں اور بڑی بڑی جاگیریں عطا کی گئیں اور وہ بڑے بڑے زمیندار بنا دیئے گئے۔

" اورنگ زیب نے ہندوؤں کو گورنر بنایا، گورنر جنرل بنایا، وائسرائے بنایا، جنرل اور کمانڈر ان چیف بھی بنایا۔ یہاں تک کہ اس نے خالص اسلامی صوبہ افغانستان پر بھی جو نائب السلطنت مقرر کیا، وہ ہندو راجپوت ہی تھا۔

" سیواجی کو آج کل کی تاریخوں میں ہندو مذہب کا ایک زبردست ہیرو بنا دیا گیا ہے مگر ایسا کہنا قطعی سیاست ہے، تاریخ نہیں۔ کوئی تاریخ داں اس من گھڑت افسانہ کو تسلیم نہیں کر سکتا۔ سیواجی کے مقابلہ پر راجہ جے سنگھ تھے، جنہیں ایک ہندو سردار کی بغاوت کا قلع قمع کرنے کے لئے بھیجا گیا تھا ـــــ مہاراجہ جے سنگھ نے شہنشاہ اورنگ زیب سے اس کی بار بار شکایت کی تھی کہ اس مہم میں دکن کے مسلمان کمانڈر اور مسلمان سردار ان کی (راجہ جے سنگھ کی) امداد نہیں کرتے۔

" کیا کوئی سلیم العقل ایک لمحہ کے لئے بھی تسلیم کر سکتا ہے کہ سیواجی کے ساتھ لڑائیاں مذہبی یا فرقہ وارانہ معرکہ آرائی تھی؟ یہ محض سیاسی جنگ تھی، اور منجملہ اور بغاوتوں کے ایک بغاوت تھی "۔

ڈاکٹر راجندر پرشاد تحریر فرماتے ہیں:۔ " اگر اورنگ زیب نے اپنی فوج میں ہندو سپہ سالار رکھے تھے تو اُدھر اس کے حریف سیواجی نے بھی مسلمان سرداروں کے زیر حکم اپنی فوج دے رکھی تھی۔ ان میں بعض بہت ذمہ داری کے عہدوں پر ممتاز تھے، مثلاً سیدی ہلال اور نور خاں۔ سیواجی کی بحری فوج میں بھی کم از کم تین مسلمان امیر البحر موجود تھے۔ ابراہیم (؟) سنبل، سید مصری اور دولت خاں۔ (ہندوستان کا مستقبل)

ناانصاف معترضین کا شہنشاہ اورنگ زیب عالمگیر پر کس قدر بیجا الزام

ہے کہ وہ ہندوؤں اور ان کے مذہب کا دشمن تھا، اور انہیں انتظام سلطنت میں شریک نہیں کرتا تھا۔ اس عادل اور رعایا پرور بادشاہ نے غیر مسلموں کے ساتھ ہمیشہ رواداری برتی اور مسلمانوں اور ہندوؤں کے حقوق میں کسی طرح کا فرق روا نہیں رکھا۔ افسوس ایسا منصف اور پابند شرع شہنشاہ آج غلط فہمیوں کا شکار ہو رہا ہے، اور اس پر طرح طرح کے جھوٹے الزامات عاید کئے جا رہے ہیں۔

مندرجہ بالا واقعات سے اندازہ لگایا جا سکتا ہے کہ شہنشاہ اورنگزیب عالمگیر کا کردار کس قدر بلند تھا، اور اس نے دوستوں ہی کے ساتھ نہیں، بلکہ دشمنوں کے ساتھ بھی کیسا شریفانہ سلوک کیا۔ اس کے باوجود اگر اورنگزیب کو مورد الزام قرار دیا جائے، تو یہ کھلی ہوئی تاریخی بددیانتی نہیں تو اور کیا ہے۔

مرہٹے سرزمین مہاراشٹر سے خروج کر کے صرف دکن تک پہنچتے ہیں اور سب کچھ کر دکھاتے ہیں جو دنیا میں ایک ظالم ترین قوم کی طرف سے ظاہر ہو سکتا ہے لیکن اورنگزیب عالمگیر جیسا انصاف پسند، رحم دل اور نیک بادشاہ آج متعصب اور تنگ دل مصنفین کی بدولت بدنام ہے، اور اس کی "ہندو دشمنی" اور "بت شکنی" کے افسانے ہر بچہ کی زبان پر ہیں، اور مسلمان عورتوں کی وہ آبروریزیاں جو مرہٹوں کے ہاتھوں سرزد ہوئیں، اور جن کی یاد دکن کی تقریباً ہر مسجد کی تاریخ کے ساتھ وابستہ ہے، کسی کو نہیں معلوم ـــــ عالمگیر پر یہی الزام کیا کم ہے کہ اکبر اعظم کی پالیسی کا مقلد نہیں تھا۔

تمہیں لے دے کے ساری داستاں میں یاد اتنا ہے
کہ عالمگیر ہندو کش تھا، ظالم تھا، ستمگر تھا

## شیر شاہ کی رواداری

شیر شاہ کا سلوک ہندوؤں کے ساتھ مشفقانہ تھا، ان کو سلطنت کے کاموں میں شریک کرتا۔ راجہ ٹوڈرمل شیر شاہ کا خاص معتمد تھا، جو محکمہ مالیات کا صدر اعظم تھا۔

Marfat.com

جناب ڈاکٹر راجندر پرشاد تحریر فرماتے ہیں :۔ "شیر شاہ نے ہندو رعایا کی تعلیم کے لئے جاگیریں وقف کیں، ان کا انتظام خود ہندو ہی آزادانہ طور پر کرتے تھے۔ شیر شاہ اپنی رواداری کی وجہ سے ہر فرقہ میں مقبول تھا۔"

ہری البشوری پرشاد اپنی کتاب "ہسٹری آف مسلم رول اِن انڈیا" صفحہ ۳۴۹ میں لکھتے ہیں: "شیر شاہ نے اپنی ہندو رعایا میں تعلیم سے دلچسپی پیدا کرنے کے لئے اوقاف کئے تھے، اور ان کا انتظام بالکل ان ہی پر چھوڑ دیا تھا۔ اس قسم کی فیاضانہ پالیسی نے اُسے اپنی ہر مذہب و ملت کی رعایا میں ہردلعزیز بنا دیا تھا۔"

شیر شاہ کا ایک فرمان تھا۔ "غیر مسلموں کی عبادت گاہیں بالکل محفوظ ہیں، وہ اپنی عبادت میں بالکل آزاد ہیں، اور اُن عبادت گاہوں کی جو حاکم حفاظت نہیں کرے گا، اُسے معزول کر دیا جائے گا۔" (ڈی لیوان، صفحہ ۷۲)

پروفیسر کالکارنجن قانون گو اپنی مشہور کتاب "شیر شاہ" (مطبوعہ ۱۹۲۱ء) میں لکھتے ہیں: "شیر شاہ کی فوج میں پیدل سپاہی اور بندوقچی تمام تر ہندو تھے، جو بکسار (یعنی بکسر کے بندوقچی) کی نسل سے تھے، اور ان پر اس کو شمالی صوبوں کے لشکریوں سے زیادہ بھروسہ تھا۔ وہ ہندوؤں کو فوج میں اہم عہدوں پر بھی مامور کرتا تھا۔ اور اس کی یہ پالیسی شروع زندگی ہی سے تھی۔ اس کے بہترین سپہ سالاروں میں برہم جیت گوڑ بھی تھا، جو چونسا اور بلگرام کی لڑائیوں کے بعد ہمایوں کے تعاقب کے لئے دور تک بھیجا گیا۔ شیر شاہ کے اہم فوجی عہدہ داروں میں گوالیار کا راجہ رام شاہ بھی تھا۔ اس نے تیل گڑھ کی لڑائی میں شجاعت خاں کو جس بہادری سے بچایا ہے، اس کی تعریف مورخوں نے کی ہے۔ تاریخ داؤدی میں ہے کہ راجپوتوں کا بھی ایک پورا دستہ شیر شاہ کی فوج میں تھا۔ یوں تو مسلمان حکمرانوں کی فوج میں پہلے بھی ہندو رہتے تھے مثلاً محمود غزنوی کے

Marfat.com

لشکر میں ہندوؤں کو فراخ دلی کے ساتھ دی گئیں لیکن شیر شاہ نے ہندوؤں کو اپنی فوج میں اسلئے جگہ دی کہ اس کے پیش نظر ہندوستان میں ایک قوم کی تعمیر کا تخیل تھا۔ اور اس لحاظ سے ہندوؤں کا اس کی فوج میں داخل ہونا بڑی اہمیت رکھتا تھا۔"

## سلطان سکندر بُت شکن

سلطان سکندر (کشمیر) کے چار وزیر ہندو تھے۔ جن کے نام سیہ بٹ، اوگ، ساہس اور رائے مادری تھے۔ رائے مادری نے سلطان کے بھائی ہیبت خاں کو زہر دے کر مار ڈالا۔ اس کے بعد بغاوت کی لیکن گرفتار ہوا، اور قید خانے میں زہر کھا کر خودکشی کر لی سیہ بٹ مع عیال و اطفال وغیرہ حضرت سید میر محمد ہمدانی ابن حضرت امیر کبیر سید علی ہمدانی کے دست حق پر مسلمان ہوا اسلامی کا نام سیف الدین رکھا گیا۔ حضرت سید میر محمد نے مستقل طور پر کشمیر میں سکونت اختیار کر لی۔ ان کے کشف کرامات، اخلاق، عادات کو دیکھ کر اس کثرت سے ہندو مسلمان ہوئے، جس کی نظیر تاریخ اسلام دشوار مشکل سے پیش کر سکے۔ اشاعت اسلام کی یہ حالت دیکھ کر راسخ العقیدہ ہندوؤں کو جوش آیا اور وہ سلطان سکندر کی حکومت کے دشمن بن گئے۔ سیف الدین چونکہ خاندانی برہمن تھا، اسے معلوم تھا کہ برہمن لوگ مسلمانوں کی حکومت کے خلاف کس طرح سازش کرتے رہتے ہیں۔ اس لئے اس نے برہمنوں کے خلاف ایسی کارروائیاں کیں کہ بہت سے برہمن ترک وطن کر گئے۔ اس دور میں بہت سے مندر بھی سازشوں کے مرکز بن گئے تھے، وہ بھی منہدم کرا دیئے گئے لیکن ان مندروں سے کوئی تعرض نہیں کیا گیا جو خالص معبد تھے، وہ آج تک موجود ہیں جس مقام کے سب لوگ حلقہ بگوش اسلام ہو گئے، انہوں نے اپنی عبادتگاہوں کو توڑ کر مسجد میں تبدیل کر دیا۔ کشمیر میں اس عہد میں مندروں کا موجود رہنا اس پر شاہد عادل ہے کہ مندروں کا انہدام تعصب مذہبی سے نہیں ہوا، جو مندر توڑے گئے ان کے توڑنے کا باعث دوسرے اسباب تھے لیکن تعدد سب رکھنے والوں کو حقائق سے کیا بحث، انہوں نے سلطان سکندر

Marfat.com

کو "بت شکن" کا لقب عطا کر دیا۔

سلطان سکندر کے دو وزیر اڑگ اور سہ بھٹ اپنے قدیم مذہب پر قائم رہے۔ ان پر مسلمان ہونے کا کوئی اثر استعمال نہیں کیا گیا۔

## سلطان زین العابدین

جب سکندر کا بیٹا زین العابدین تخت پر بیٹھا تو اس نے علماء کے مشورہ سے "سیہ بٹ" کے زمانے کے تمام احکامات منسوخ کر دیئے اور تمام برہمن جو بھاگ گئے تھے خرچ دے کر واپس بلوائے گئے۔ انہیں جاگیریں دی گئیں اور وظیفے مقرر کئے گئے۔ سلطان زین العابدین نے حکم دیا کہ ہندو اپنے مذہبی اور قومی شعار مثلاً قشقہ لگانے اور زنار باندھنے کے بالکل مجاز و مختار ہیں۔ فرشتہ لکھتا ہے کہ سلطان کی مجلسوں میں مسلمان علماء اور ہندو فضلاء دونوں شریک ہوتے۔ اور دونوں شاہانہ نوازشوں سے بہرہ یاب ہوتے۔"

سلطان زین العابدین ہندوؤں پر بہت مہربان تھا۔ اس نے مندروں کی مرمت کرائی۔ ہندوؤں کو عہدے دیئے۔ ان کی مذہبی کتابوں کی اشاعت کرائی ان کے لئے مذہبی مدارس قائم کئے اور ان کے حقوق سے زیادہ ان کے ساتھ مراعات کیں۔ کشمیر کے مشہور مندر شنکر اچارج کی مرمت کرائی۔ ہندوؤں کے ساتھ پاٹ شالائیں قائم کیں۔ (شہاب کشمیر ص ۱۷۷)

اس کے خاص خاص ہندو افسر یہ تھے ـــــ سوم پنڈت مصاحب۔ پنڈت نوتراج مورخ۔ شری بٹ افسر الاطباء۔ رسا شیو منجم ہمنت رینہ سپہ سالار۔ گنیش کول قانون گو۔ مادھو کول قانون گو۔ گوپال کول صدرت نون۔ بودی بٹ منجم ـــــ اس نے ہندوؤں کے آثارات قدیمہ کی مرمت کرائی ـــــ شاستری پستکیں بھی جو کشمیر سے معدوم ہو گئی تھیں اور مقامات سے طلب

Marfat.com

کرائیں۔ مہابھارت دبرکھ کتھا اور بعض پورانوں کا ترجمہ کرایا اور کتب تیار کرائیں بہت سے شاستر دُور دُور سے منگوا کر برہمنوں کو مفت دیئے۔ تعلیم کو عام کرنے کے لئے بے شمار مدرسے کھولے اور اجازت دی کہ خواہ ہندو ہو یا مسلمان جس کا دل چاہے، وہاں آکر پڑھے اور بہت سی رعائتیں کیں۔ ہندوؤں سے ٹیکس لینا بند کردیا۔ اور انہیں ان کی ضرورتوں کے موافق زمین عطا کی اور یہ حکم جاری کردیا کہ جس مذہب پر جس کا جی چاہے عمل کرے۔ ہندوؤں کے مقدمے، دھرم شاستر کے مطابق فیصلہ ہونے لگے۔ اس کے دربار میں ہندو مسلمان عالم جمع ہوگئے۔

(تاریخ ریاست جموں و کشمیر)

ان احسانات اور مہر و وفاداریوں کا یہ صلہ ہے کہ آج اس کا مقبرہ خراب وخستہ ہے۔

(نگارستان کشمیر)

## ابراہیم عادل شاہ

ابراہیم عادل شاہ اوّل بیجاپور کے عہد حکومت میں تمام سرکاری حسابات بجائے فارسی زبان کے ہندی میں لکھے جاتے تھے اور بہ کثرت برہمن اس حساب کتاب کی خدمت پر مامور تھے۔ چنانچہ چند ہی دنوں میں حکومت کے اندر بڑا اثر قائم کرلیا۔ جناب کاشی رام چاولہ اپنی کتاب "دراے مسلم رواداری" میں لکھتے ہیں کہ "ابراہیم عادل شاہ دکن نے نہ صرف بڑے بڑے عہدوں پر ہندوؤں کو مقرر کیا، بلکہ اس نے دفتری زبان بھی بدل دی، اور بجائے فارسی ہندی کردی۔"

## یوسف عادل شاہ

یوسف عادل شاہ کے عہد میں ہندوؤں کو مالیات کے محکمہ میں کافی اختیارات حاصل ہوگئے تھے۔ (این۔این۔لا ایم)

عادل شاہ نے ایک روز شام کے وقت اپنے محل کی چھت سے دیکھا کہ شہر کے تمام گھروں سے دھواں نکل رہا ہے، صرف ایک جگہ دھواں نظر نہیں آتا۔

Marfat.com

دریافت کرنے پر معلوم ہوا کہ یہ محلہ برہمنوں کا ہے۔ یہ برہمن صرف دن کا کھانا پکاتے ہیں، رات کو نہیں پکاتے۔ اس لئے وہاں دھواں نظر نہیں آتا۔ عادل شاہ نے خیال کیا کہ غربت کے باعث برہمن ایک وقت کھانا پکاتے ہیں۔ اس لئے اسی وقت حکم صادر کیا کہ اس محلہ کے برہمنوں کو سرکار سے وظائف دیئے جائیں، حالانکہ یہ برہمن غربت کے باعث نہیں، بلکہ اپنے دستور کے مطابق ایک وقت کھانا پکایا کرتے تھے۔

## ٹیپو سلطان

ٹیپو سلطان ایک طرف اپنے مذہب کا پورا پابند اور درست حامی تھا اور دوسری طرف وہ اپنی غیر مسلم رعایا کے ساتھ غیر معمولی رواداری اور ہمدردی سے کام لیتا تھا۔

ملیبار میں ہندوؤں کا ایک مندر "گردا پور" کے نام سے مشہور تھا۔ سلطان ٹیپو ملیبار فتح کرتا ہوا اس مندر کے پاس پہنچ کر خیمہ زن ہوا، اور فوج کو گردا پور کی آبادی پر قبضہ کرنے کے لئے آگے بھیجا۔ مرہٹوں کی زیادتیوں نے مسلمانوں کے مذہبی جذبات کو مشتعل کر دیا تھا۔ بعض مسلمانوں نے جذبۂ انتقام سے مغلوب ہو کر مندر کی دیوار میں آگ لگا دی۔ لیکن خود مسلمان افسروں نے آگ بجھا دی اور پجاریوں کو مسلمان سپاہیوں کی شکایت کے لئے سلطان کی خدمت میں روانہ کر دیا۔ سلطان موقع پر پہنچ کر مجرم مسلمانوں کو سزا دی اور دیوار کی مرمت کرا دی۔ نیز حکم دیا کہ شہر کی آمدنی اس مندر کی ضرورتوں پر صرف ہوا کرے۔ مسلمانوں کے خوف سے مندر کی مورت نزدیک کے جنگل میں بھیج دی گئی تھی۔ سلطان ٹیپو کے حکم سے وہ بھی واپس لا کر نصب کی گئی۔

قلعہ ڈنڈیگل پر حملہ کرتے وقت ٹیپو سلطان نے حکم دیا تھا کہ قلعہ کی پچھلی طرف سے گولہ باری نہ کی جائے، کیونکہ اس طرف راجہ کا مندر تھا۔

Marfat.com

سری نگر، بیلور، نجن گڑھ، بنگلور وغیرہ میں جو مندر ہیں، ان کے گردونواح کو سلطان نے جاگیر میں عطا فرمائی تھیں ۔۔۔ جگت گرو شنکراچاریہ کے مٹھ میں ۲۹ قلمی تحریرات ہیں، جو سلطان حیدر علی اور ٹیپو سلطان کی ہیں، ان میں تین تو اسناد ہیں جو تانبے کی تختیوں پر کندہ ہیں، باقی ۲۶ خطوط ہیں، جو حیدر علی اور ٹیپو نے جگت گرو کو لکھے تھے ان خطوط سے معلوم ہوتا ہے کہ ان سلاطین کا جگت گرو سے دوستانہ تعلقات تھے ۔۔۔ سلطان ٹیپو جیسے وسیع النظر بادشاہ کے بارے میں بھی مشہور کیا گیا کہ ہندوؤں کو زبردستی مسلمان بناتا تھا، حالانکہ یہ سراسر بہتان ہے۔ چنانچہ بمبئی گزیٹر کی جلد ۲۲ میں تحریر ہے کہ "حیدر علی اور ٹیپو سلطان نے جو قریب زمانے کے مشہور بادشاہ گزرے ہیں، اس بات میں شہرت حاصل کی کہ انہوں نے بہت سے ہندو خاندانوں اور ہندو رعایا کے بعض حصوں کو زبردستی مسلمان کر لیا۔ حالانکہ ان ہندوؤں کا مسلمان ہونا ان بادشاہوں کے عہد سے بہت پہلے کا واقعہ ہے"۔

مہاتما گاندھی اپنے اخبار ینگ انڈیا میں تحریر فرماتے ہیں: "میسور کا بادشاہ فتح علی ٹیپو شہید غیر ملکی مورخوں کی نظر میں ایک مسلمان تھا۔ جس نے ہندو پرجا کو زبردستی مسلمان بنایا لیکن یہ سب سے بڑا جھوٹ ہے ۔۔۔ اس عظیم المرتبت سلطان کا وزیر اعظم ایک ہندو تھا۔ اور ہمیں نہایت ہی ندامت کے ساتھ اس حقیقت کا اعتراف کرنا پڑتا ہے کہ اس نے اس فدائے آزادی کو دھوکا دے کر دشمنوں کے حوالے کر دیا ...................

ٹیپو سلطان نے ہندو مندروں کے لئے نہایت فیاضی سے جائدادیں وقف کیں اور خود ٹیپو سلطان کے محلات کے قریب سری رنگا ناتھ، سری نواس اور سری رنگناتھ کے مندروں کی موجودگی سلطان کی وسیع النظری اور رواداری کا ثبوت ہیں جس سے ثابت ہوتا ہے کہ سلطان شہید جیسا ہمہ ملک و ملت دوسرا نہیں مل سکتا۔ اپنے اللہ کی عبادت میں ہندوؤں کی پوجا

Marfat.com

کی گتھیوں سے پریشان نہیں ہوتا تھا۔

## معاشرتی زندگی میں ہندو مسلمان کی کوئی تمیز نہیں تھی

معاشرتی زندگی میں ہندو مسلمان کے درمیان کوئی تمیز موجود نہ تھی۔ مسلمان ہندوؤں کے ساتھ بالکل برادرانہ تعلق رکھتے تھے۔ ان کے لباس اور رسم و رواج کی پابندی کرتے تھے۔ ان کے تہواروں میں شریک ہوتے۔ حتیٰ کہ اتحاد و اتفاق قائم رکھنے کے لئے مسلم شاہان ہند نے ہندو رانیوں سے شادیاں بھی کیں۔ یہ ہندو رانیاں مسلم بادشاہوں کے حرم میں لونڈیوں کی طرح داخل نہیں ہوئیں، بلکہ معزز ترین بیویاں بن کر آئیں اور محترم مائیں بن گئیں۔ ان ہندو رانیوں پر مذہب بدلنے کے لئے کبھی دباؤ نہیں ڈالا گیا، بلکہ ان کے پوجا پاٹ کا پورا سامان حرم کے اندر موجود تھا، اور انہیں اپنے مذہب کے رسوم اور عبادت بجالانے کی پوری آزادی حاصل تھی۔ ہندو رانیوں سے شادی کرنے کے لئے مسلمان بادشاہوں نے کبھی کسی ہندو راجہ کو مجبور نہیں کیا۔ بلکہ راجگان ہند حصول فخر و امتیاز کے لئے برضا و خوشی اپنی بیٹیوں اور بہنوں کو بادشاہوں اور شہزادوں کو بیاہ دیا کرتے۔

لالہ دولت رائے صاحب "سوانح عمری گرو گوبند سنگھ" صفحہ ۲۹ میں لکھتے ہیں:۔

"راجپوت راجوں تک اپنی لڑکیاں مسلمانوں کو دینا فخر سمجھنے لگے"۔

کشمیر میں مہاراجہ بہادر سنگھ والی کشتوار نے اپنی بہن سلطان علی شاہ کے پوتے یعقوب کے لئے پیش کی۔

رائے مہانیم نے اپنی بیٹی گجرات کے بادشاہ سلطان احمد شاہ کے بیٹے فتح خاں سے بیاہ دی۔

ایڈ کے راجہ برہ رائے نے اپنی بیٹی گجرات کے بادشاہ سلطان محمد شاہ زرنجش

Marfat.com

کی خدمت میں پیش کیا جو سلطانی حرم میں داخل ہوئی۔

ذیل میں اُن چند بندو رانیوں کی ایک نامکمل فہرست دی جاتی ہے جو مغل بادشاہوں اور شاہزادوں سے بیاہی گئیں:۔

| نام بادشاہ یا شہزادہ | نام رانی |
|---|---|
| شہنشاہ اکبر | (۱) جے پوری رانی دختر راجہ بہاری مل کچھواہہ والی جے پور۔ |
| | (۲) دختر راجہ کلیان مل۔ والی بیکانیر |
| | (۳) دختر راجہ ڈونگر پور |
| | (۴) تارا رانی |
| | (۵) من بھاوتی رانی |
| شہنشاہ جہانگیر | (۱) جے پوری رانی دختر راجہ بھگوان داس کچھواہہ والی جے پور |
| | (۲) مان متی جودھا بائی دختر راجہ اُدے سنگھ راٹھور والی جودھپور |
| | (۳) دختر رائے سنگھ راجہ کلیان مل راٹھور والی بیکانیر |
| | (۴) دختر راول بھیم والی جیسلمیر |
| | (۵) دختر راجہ کیشو رداس راٹھور پسر راجہ جے مل |
| | (۶) دختر راجہ جگت سنگھ کچھواہہ پسر مرزا راجہ مان سنگھ |
| | (۷) دختر رام چند بندیلہ اوراچھا |
| شہزادہ پرویز ابن جہانگیر | دختر راجہ سورج سنگھ راٹھور والی جودھپور |
| شہزادہ مراد بخش ابن شاہجہاں | سرمستی بائی |
| شہزادہ محمد شجاع بن شاہجہاں | دختر راجہ گجپت سین کشتواری |
| شہزادہ سلیمان شکوہ | دختر راجہ گنج سنگھ راٹھور |

Marfat.com

| نام بادشاہ یا شہزادہ | نام رانی |
|---|---|
| شہنشاہ اورنگزیب عالمگیر | رانی بائی دختر راجہ راجوروالی ریاست کشتوار |
| محمد اعظم ابن عالمگیر | (۱) دختر راجہ جے وجھ سنگھ والی آسام وغیرہ راجہ کوچ بہار |
| | (۲) بائی اتم گیر |
| کامبخش ابن عالمگیر | کلیان کنور، منوہر پوری رانی و دختر امر سنگھ زمیندار منوہر پور |
| محمد سلطان ابن عالمگیر | بائی بھوپ دیئی دختر راجہ کشتوار |
| بادشاہ بہادر شاہ ابن عالمگیر | (۱) دختر راجہ روپ سنگھ راٹھور برادر زادہ مہاراجہ جسونت سنگھ |
| | (۲) نظام بائی لال کنور |
| بادشاہ بہادر شاہ ابن بہادر شاہ | (۱) انوپ بائی |
| | (۲) لال کنور |
| شہزادہ عظیم الشان ابن بہادر شاہ | (۱) دختر کیرت سنگھ یا کیسری سنگھ |
| بادشاہ فرخ سیر | (۱) دختر مہاراجہ اجیت سنگھ پسر مہاراجہ جسونت سنگھ جودھپور |
| بادشاہ محمد شاہ | (۱) اودھم بائی |

Marfat.com

| نام بادشاہ یا شہزادہ | نام رانی |
|---|---|
| بادشاہ عالمگیر ثانی | (۱) بلال کنور |
| بادشاہ اکبر ثانی | رانی بائی |

## ہندوؤں کو اعزاز و مناصب

ہندوستان کے مسلمان بادشاہوں نے ہندوؤں کو نسل و رنگ کے امتیاز کے بغیر اعلیٰ سے اعلیٰ عہدے اور اختیارات عطا کئے۔

محمد بن قاسم نے سندھ فتح کرنے کے بعد کاکا۔ موکا۔ سی ساگر۔ کاکسا۔ اور دوسرے ہندوؤں کو بڑے بڑے انتظامی عہدے دیئے۔ سلطان محمود غزنوی۔ سلطان مسعود غزنوی۔ سلطان محمد غوری۔ سلطان قطب الدین ایبک کے عہد میں ہندو حکومت کے عہدوں پر فائز تھے۔ علاء الدین کے لشکر میں ایک ہندو جنرل ملک نائک میمنہ پر متعین تھا اور راناچوتر پانچ ہزار سپاہیوں کے مقدمۃ الجیش پر مامور تھا۔ سلطان محمد تغلق کے عہد حکومت میں کثرت سے ہندو ملازم تھے۔ اس کے مالیات کے محکمے میں ایک ہندو رتن نامی ایک اعلیٰ منصب پر مامور تھا۔

سکندر لودی نے ہندوؤں کو فارسی تعلیم دلوائی اور انہیں بہت سے عہدوں پر مقرر کیا۔ شیر شاہ کے زمانے میں قانون گو اور چودھری کے عہدوں پر کثرت سے ہندو مقرر تھے۔ ٹوڈرمل شیر شاہ کا معتمد تھا۔ سلیم شاہ کے زمانے میں ہیمو بقال نے بڑی ترقی کی۔ یہی ہیمو محمد عادل شاہ کے عہد میں اس کا وزیر تھا۔

جہانگیر اور شاہ جہاں کے دربار میں ہندوؤں کی بڑی کثرت تھی۔ شاہ جہاں کا ایک وزیر رائے رایان راجہ رگھوناتھ داس تھا۔ اس کے دربار میں دو درباری پنڈت جن کے نام ہرناتھ اور جگرناتھ تھے، بڑے صاحب وقار گنے جاتے تھے۔ جہانگیر کے

Marfat.com

دربار میں بھٹ چاریہ بنارسی اور جگن رائے سنگھ کی بڑی قدر تھی۔ سندر شاہ ملک الشعراء میں شامل تھا۔ (چاولہ)

(اجاولہ)

اورنگ عالمگیر کے دربار میں جس کی ہندو دشمنی کی بڑی شہرت دی گئی ہے، اکبر کے عہد سے بھی زیادہ ہندو اراکین و عمایدین تھے۔ اورنگ کا وزیر مالیات بھی رگھنا تھ نامی ایک ہندو تھا۔ اکثر گورنر بھی ہندو ہی تھے۔

ابراہیم عادل شاہ (دکن) نے بڑے بڑے عہدوں پر ہندوؤں کو مقرر کیا۔

سراج الدولہ کا وزیر اعظم موہن لال تھا۔ پٹنہ کا حاکم رام نرائن تھا۔

سلطان ٹیپو کا دیوان ایک ہندو پورنیا نامی تھا۔ سرنگا پٹم اور بنگلور کے قلعوں کے حاکم کشن راؤ اور شتاب رائے تھے۔ محکمہ ڈاک کا افسر اعلیٰ ایک ہندو تھا جس کا نام منا بیانہ تھا۔ بنگال کی نسبت کپتان الگزنڈر لکھتا ہے، کہ بنگال کے فرماں رواؤں کا مذہب اسلام ہے، لیکن سرکاری ملازمتیں بلا تمیز ہندو مسلمان دونوں کو دی جاتی ہیں۔

عماد الملک امیر ملتان نے ایک ہندو رتن نامی ساکن سیوستان کو حاکم بنایا اور مراتب عطا کئے۔ چند متعصب لوگوں نے اسے قتل کر دیا۔ امیر نے خود فوج کشی کر کے اس مسلمان کی گردن ماری، جس نے بلا وجہ رتن کا خون بہایا تھا۔

(لالہ کاشی رام چاولہ)

ذیل کی فہرست سے معلوم ہوگا کہ اکبر، جہانگیر، شاہ جہاں اور اورنگزیب عالمگیر کے عہد حکومت میں ہندو امراء کی کتنی تعداد تھی۔ جہانگیر اور اورنگزیب کے عہد کی فہرست مکمل نہیں ہے۔

Marfat.com

| عہد | ہفت ہزاری | شش ہزاری | پنج ہزاری | چہار ہزاری | سہ ہزار و پانصدی | سہ ہزاری | دو ہزار و پانصدی | دو ہزاری | ہزار و پانصدی | ہزاری | میزان |
|---|---|---|---|---|---|---|---|---|---|---|---|
| اکبر | ۱ | ۰ | ۴ | ۴ | ۰ | ۱ | ۰ | ۷ | ۰ | ۸ | ۲۵ |
| جہانگیر | ۱ | - | ۸ | ۷ | ۲ | ۵ | ۲ | ۹ | ۱۱ | ۱ | ۴۶ |
| شاہجہاں | ۲ | - | ۱۱ | ۸ | ۲ | ۱۹ | ۳ | ۱۷ | ۲۱ | ۲۹ | ۱۱۲ |
| عالمگیر اورنگزیب | ۳ | ۲ | ۹ | ۴ | ۲ | ۱۸ | ۷ | ۱۰ | ۶ | ۶ | ۶۷ |

(امرائے ہنود)

ڈاکٹر برنیر اپنے سفرنامہ میں لکھتا ہے "مغل بادشاہ اگرچہ مسلمان اور بُت پرستوں کے مخالف مذہب ہیں، لیکن بہت سے راجاؤں کو ہمیشہ اپنی ملازمت میں اور اکثر اپنے ساتھ رکھتے ہیں، اور ان کے ساتھ ایسی ہی سلوک کرتے ہیں، جیسے کہ اپنے مسلمان امیروں اور سرداروں کے ساتھ، اور مسلمان امیروں کے مانند ان کو بھی فوج کی حکومتوں اور سرداریوں پر مقرر اور مامور کرتے ہیں۔ جلد اول ص ۷۶-۷۷

مشہور پرتگالی مؤرخ فری سوز (FARI SOUZA) نے اپنی کتاب "دکھن کی حالت" میں لکھا ہے:— ہندو اور مسلمان دونوں ایک دوسرے کی ملازمت کرتے تھے اور مسلمان بادشاہ ہندوؤں کو اعلیٰ عہدوں پر فائز کیا کرتے تھے اور ان کو بڑے مرتبے بخشتے تھے"۔ دوسرے لفظوں میں یوں کہا جا سکتا ہے کہ ہندوؤں کے خلاف کوئی تعصب موجود نہ تھا، اور وہ اپنی مذہبی پوجا پوجا پاٹ بلا کسی رکاوٹ کے کیا کرتے تھے۔

(ہندوستان کا مستقبل)

## رفاہ عام کے کاموں میں ہندو مسلمان کی کوئی تفریق نہیں تھی

مسلمانوں کے زمانہ میں ہندوستان کے بڑے بڑے شہروں میں لنگر خانے قائم تھے، جن میں مسلمانوں اور ہندوؤں کے کھانے کے کل سامان موجود رہتا۔ شیر شاہ نے بڑی بڑی سڑکیں بنوائی تھیں۔ ہر دو کوس کے فاصلے پر مسلمانوں اور ہندوؤں کے لئے علیحدہ علیحدہ آسائش کا سامان مہیا کیا جاتا جس طرح مسلمانوں کو کل چیزیں مفت دی جاتیں، اسی طرح ہندوؤں کو بھی کل چیزیں مفت ملتیں ـــــ پروفیسر کالکا رنجن لکھتے ہیں کہ "ہر سرائے میں ہندوؤں کے لئے برہمن بھی ہوتے، تاکہ وہ ہندو مسافروں کے کھانے پینے اور رہنے سہنے کا انتظام کر سکیں۔ ان ہندو مسافروں کے لئے ہر وقت ٹھنڈا اور گرم پانی دونوں موجود رہتا۔ ان کے سونے کے لئے ان کو بستر بھی دیا جاتا اور انکے گھوڑوں کے لئے دانے بھی رکھے جاتے، اور یہ تمام اخراجات حکومت برداشت کرتی ـــــ شیر شاہ نے ہندو مسلمان دونوں کے ساتھ جو یکساں سلوک رکھا، وہ اس کے شریفانہ جذبات کی دلیل ہے" ـــــ سلیم شاہ نے دو سراؤں کے درمیان ایک ایک اور سرائے بنوادی، جہاں حسب دستور ہندوؤں کی عافیت کا بھی پورا سامان تھا۔

محمد عادل شاہ والی بیجاپور کے زمانہ میں مسجد کے لنگر خانوں میں مسلمانوں کو پکا ہوا کھانا ملتا اور ہندوؤں کے لئے خشک خوراک کا انتظام تھا۔ ہر لنگر خانے میں ہندوؤں کو پانی پلانے کے لئے ایک برہمن رہا کرتا۔

کشمیر کے سلطان زین العابدین نے امرناتھ اور شاردا دیوی کے جاتریوں کے آرام کے لئے مکانات بنوا دیئے تھے۔

Marfat.com

نجیب آباد کے پٹھانوں کی ۱۷۸۰ء میں ہر دوار پر حکومت تھی۔ نواب نے ہندو جاتریوں کی آسائش کی غرض سے کچے بڑے مکان بنوا دیئے تھے جو آج تک موجود ہیں اور ہندوؤں کے قبضے میں ہیں۔ (ہندستان کا مستقبل)

۱۷۶۱ء میں جب کہ راجپوتانہ میں سخت قحط پڑا اور اس کی وجہ سے کثرت سے میواتی اور مارواڑی اپنا وطن چھوڑ کر روہیل کھنڈ آنے لگے تو اول حافظ الملک والیٔ روہیل کھنڈ نے ان لوگوں کے روزینے مقرر کر دیئے۔ اس کے بعد پیلی بھیت کی شہر پناہ کی تعمیر شروع کر کے ان لوگوں کو اس کام میں لگا دیا اور شہر پناہ ختم ہو جانے پر بھی قحط زدہ لوگوں کی آمد بند نہ ہوئی تو اس کو گروا کر پھر از سرِ نو پختہ شہر پناہ بنوانی شروع کر دی۔ (حیات حافظ رحمت خاں)

حافظ الملک نے یہ ان لوگوں کے ساتھ کیا جو نہ ان کے ہم مذہب تھے اور نہ اُن کی رعایا میں تھے۔ (مسلمانوں کا روشن مستقبل)

# انصاف پسند غیر مسلم مفکّرین کے بیانات

مسلم شاہانِ ہند کے بارے میں خواہ کتنے ہی فرضی اور بے بنیاد افسانے مشہور کر کے ان کو برا اور بدنام کیوں نہ کیا جائے، لیکن تاریخ کے صفحات شاہد ہیں کہ ہندوستان کا مسلم عہدِ حکومت اپنی تمدنی اور معاشرتی برکتوں کے اعتبار سے ایک قابلِ قدر عہدِ حکومت تھا۔ ہر دور میں کچھ نہ کچھ حق پسند بھی رہے ہیں۔ جنہوں نے باطل کے مقابلے میں حق کی شہادت دی ہے۔ اس دور میں بھی بعض ایسے انصاف پسند غیر مسلم اہلِ قلم اور مصنفین نے اس طرف توجہ کی اور اپنی تحقیقات سے ثابت کیا کہ ہندوستان کے مسلمان بادشاہوں کے ظلم و ستم کے جو افسانے مروج

Marfat.com

ہیں ان کا حقیقت سے کوئی واسطہ نہیں۔

ایسے غیر مسلم مورخوں اور سیاحوں کے ناقابل تردید بیانات اس کتاب میں جا بجا درج ہیں جن سے اندازہ ہو سکتا ہے کہ مسلم شاہان ہند نے اپنی غیر مسلم رعایا اور ان کے مذہب کے ساتھ کتنا منصفانہ بلکہ روادارانہ سلوک کیا۔ کچھ مزید اقتباسات درج کئے جاتے ہیں۔ یہ بیانات ان متعصب مصنفین اور اہل قلم کی آنکھیں کھول دینے کے لئے کافی ہیں جو مسلم شاہان ہند کو بدنام کرنے پر تلے بیٹھے ہیں۔

سر الفرڈ لائل لکھتا ہے:۔

"جو فاتحین اسلام شمالی ہند میں شاہی خاندانوں کے بانی ہوئے یا جنہوں نے دکن میں اسلامی سلطنتیں قائم کیں، ان کو مذہب کی کچھ پروا نہ تھی۔ اُن میں اکثر ایسے تھے، جن کو تبلیغ مذہب کی مہلت ہی نہ ملی۔ کیونکہ یا تو ملک فتح کرنے میں ان کا وقت صرف ہوا یا خانہ جنگیوں سے ان کو فرصت نہ ہوئی۔ یہ مسلمان فاتح اکثر افغان یا تاتاری ہوتے تھے پیغمبر صلعم کے دین پر خود ان کو استحکام نہ تھا اور جو ولولہ اور جوش سام ابن نوح کی اولاد کا خاصہ ہے جس کا نمونہ عرب کے قدیم علمبرداران اسلام نے دکھایا تھا وہ ان کو چھو تک نہ تھا۔ ـــــ ہندوستان کی رعایا کو مسلمان بنانا تو چیزے دیگر تھا، ان سے اتنا بھی نہ ہوا کہ مسلمان مسلمان ہونے کی حیثیت سے تمام بادشاہی عہدوں پر بلا شرکت غیرے متصرف ہو سکتے تھے۔"

(سر الفرڈ لائل ایشیاٹک سٹڈیز ص ۲۸۹ جلد اول مطبوعہ لندن ۱۸۸۲ء)

مسٹر جیمس مل اپنی تاریخ "برٹش انڈیا" میں لکھتے ہیں:۔ "صرف اس وجہ سے مسلمانوں سے نفرت کرنا کہ مسلمان ہندوؤں سے غیر تھے، یا یہ کہ ان کا مذہب اسلام ہے حکومت کی اندرخوبیوں کو نظر انداز کرنا محض تعصب کی بات ہے اور عقل کے خلاف ہے۔ مغلوں نے ہندوستان پر اس طرح حکومت نہیں کی کہ ہندوستان کو کوئی غیر ملک خیال کیا ہو اور

اس کو اپنے ملک یا وطن کی ترقی اور بہبودی کا ذریعہ قرار دیا ہو، بلکہ انہوں نے ہندوستان کو اپنا وطن اور اپنا ملک سمجھا جس کی وجہ سے مقبلہ حکومت کا ہندوستان سے اتنا قریب تعلق ہو گیا جتنا کہ شخصی حکومت میں بادشاہ کا اپنی رعایا کے ساتھ ہونا ممکن ہے ہندوؤں کے ساتھ مغلوں کا برتاؤ ایسا نہ تھا، جیسا کہ غیر قوموں سے ہوتا ہے، بلکہ ایسا تھا جیسا کہ اپنے ہموطنوں کے ساتھ ہوتا ہے۔ جس وقت کوئی شخص ان سب باتوں پر غور کرے گا تو اس کو اس بات میں بحث کرنے کی گنجائش نہیں رہے گی کہ ہندوؤں کے ہاتھ سے مسلمانوں کے ہاتھ میں عنانِ حکومت جانے سے ہندوستان کو فائدہ پہنچا اور بہت پہنچا۔ جیسے ہندوؤں کی حکومت۔ ہندوؤں کی حکومت میں جیسی خرابیاں اور برائیاں بھری ہوئی تھیں مسلمانوں کی حکومت میں اتنی برائیاں نہ تھیں۔ جمہوری سلطنتوں کی مانند مسلمانوں کی خود مختار شخصی حکومت میں کل انسانوں کے ساتھ یکساں برتاؤ کیا جاتا تھا۔"

اس کے بعد مسٹر جیمس مل نے تفصیل کے بحث کی ہے کہ اسلامی حکومت سے ہندوستان کو کیا کیا فائدے پہنچے۔

ڈاکٹر برنیر نے اپنے سفر نامہ میں ستی کے بیان میں لکھا ہے: ۔ "مسلمان جو اس ملک کے فرمان روا ہیں اس وحشیانہ رسم کے نیست و نابود کرنے میں حتی المقدور کوشش کرتے ہیں اور اگرچہ اس کے امتناع کے واسطے کوئی مقررہ قانون نہیں ہے کیونکہ ان کی تدبیر مملکت کا یہ جزو ہے کہ ہندوؤں کی خصوصیات میں جن کی تعداد مسلمانوں سے کہیں زیادہ ہے۔ دست درازی کرنا مناسب نہیں سمجھتے۔ بلکہ ان کے مذہبی رسوم کے بجالانے میں ان کو آزادی دیتے ہیں تاہم ستی کی رسم کو بعض اوقات پیچ کے طریقے سے روکتے رہتے ہیں۔"

اسی سفر نامہ میں دہلی کے سورج گہن (۱۶۶۶ء) کے اشنان اور پوجا پاٹ کے حال میں لکھا ہے: ۔ سلاطین مغلیہ اگرچہ مسلمان ہیں لیکن ان پرانی رسموں کو آزاد

Marfat.com

طور پر بجا لانے کو یا تو اس خیال سے منع نہیں کرتے کہ ہندوؤں کے مذہبی معاملات میں
دست اندازی کرنا چاہتے ہی نہیں یا دست اندازی کی جرأت نہیں رکھتے۔"

موسیو تھیونو فرانسیسی سیاح جس نے ۱۶۵۵ء سے ۱۶۶۶ء تک ہندستان
کی سیاحت کی اپنے سفرنامہ میں لکھتا ہے :۔ "اکثر بستیوں میں مندر بنے ہوئے تھے ہندو
گاڑیوں میں جاتے ہوئے باجا بجاتے تھے، جو ان مندروں میں اپنی پوجا کے واسطے آتے تھے"

کپتان الگزنڈر ہملٹن شہر ٹھٹہ کے متعلق لکھتا ہے :۔ "ہندوؤں کے ساتھ
مذہبی رواداری پورے طور سے برتی جاتی ہے۔ وہ اپنے مندر رکھتے ہیں اور تہوار ویسی
اسی طرح مناتے ہیں۔ جیسے اگلے زمانہ میں منایا کرتے تھے۔ جبکہ بادشاہت خود ہندوؤں
کی تھی۔ وہ اپنے مردوں کو جلاتے ہیں، لیکن ان کی بیویوں کو اجازت نہیں ہے کہ
شوہر کے مُردے کے ساتھ ستی ہوں۔" (جلد اول صـ ۱۲۷ - ۱۲۸)

پارسی اور عیسائی کے متعلق لکھتا ہے :۔ "پارسی بھی ہیں اور وہ اپنے
رسوم مذہب زردشت کے بموجب ادا کرتے ہیں۔ عیسائیوں کو پوری اجازت ہے
کہ اپنے گرجے بنائیں اور اپنے مذہب کی تبلیغ کریں۔" (جلد اوّل صـ ۱۵۹)

سورت کے متعلق لکھتا ہے :۔ "اس شہر میں تخمیناً سو مختلف مذاہب
کے لوگ رہتے ہیں، لیکن ان میں کبھی کوئی سخت جھگڑے ان کے اعتقادات و طریقہ
عبادت کے متعلق نہیں ہوتے۔ ہر ایک کو پورا اختیار ہے کہ جس طرح چاہے اپنے طریقے سے
اپنے معبود کی پرستش کرے۔ صرف اختلاف مذہب کی بنا پر کسی کو تکلیف دینا اور آزار
پہنچانا ان لوگوں میں بالکل مفقود ہے۔" (جلد اول صـ ۱۶۲)

لالہ لاجپت رائے اپنی کتاب "ینگ انڈیا" میں تحریر فرماتے ہیں :۔
یہ کہنا صحیح نہیں کہ ہندوستان میں مسلمانوں کی حکومت ایک غیر ملکی تھی۔ اس میں

Marfat.com

شک نہیں کہ مسلمان حملہ آور نسلاً غیر تھے (بعینہٖ اسی طرح جس طرح نارمن اور ڈین لوگ انگلستان کے لئے غیر تھے) لیکن ہندوستان میں آباد ہوتے ہی انہوں نے اس ملک کو اپنا وطن بنا لیا۔ یہاں کی عورتوں سے شادیاں کر لیں۔ ان سے اولاد پیدا کی اور اس سرزمین کے باشندے بن گئے۔ اکبر اور اورنگ زیب ایسے ہی ہندوستانی تھے۔ جیسے دہلی اور دوسرے مقامات کے مغل اور پٹھان ہیں۔ شیر شاہ اور ابراہیم لودی اسی طرح ہندوستان کے لئے اجنبی نہ تھے۔ جس طرح ولیم فاتح کی اولاد یا ولیم آف آرنج کے جانشین انگلستان کے لئے اجنبی نہیں سمجھے جاتے۔ جب بابر، نادر شاہ اور احمد شاہ ابدالی نے ہندوستان پر حملے کئے۔ تو وہ ایسی حکومت پر حملے تھے، جو مسلمان حکمرانوں کے زیر نگیں تھے۔ وہ ہندوستان کے مسلمان بادشاہوں کے ایسے ہی دشمن تھے، جیسے ہندو بادشاہوں کے۔

وہ مسلمان جو ہندوستان میں تیرہویں صدی سے لے کر انیسویں صدی کے وسط تک سیاسی حیثیت سے غالب رہے، ہر لحاظ سے ہندوستانی تھے، وہ یہیں پیدا ہوئے یہیں انہوں نے شادیاں کیں اور اسی جگہ وہ پیوند زمین ہوئے۔ ہندوستان کے اندر جس قدر وہ مالیہ وصول کرتے تھے، اس کا ایک پیسہ بھی اس ملک پر خرچ کر دیا جاتا تھا۔ ان کی فوجیں تمام تر ہندوستانی تھیں۔ وہ ہندوستان کی سرحد کے پار سے ان نئے خاندانوں کو یہاں آنے کی اجازت دیتے، جو یہاں آ کر ہمیشہ کے لئے آباد ہو جانا چاہتے۔ لیکن وہ ایسے آدمیوں کو شاذ و نادر ہی ملک میں داخل ہونے دیتے جو ہندوستان کو وطن بنا کر ہمیشہ کے لئے یہاں ٹھہرنا نہ چاہتے۔ اگر ان کو ہندوؤں کے ساتھ کوئی اختلاف تھا تو مذہب کا تھا۔ سیاست میں کوئی اختلاف نہ تھا۔ نومسلموں کے ساتھ مسلمانوں سے بڑھ کر اچھا سلوک کیا جاتا تھا۔ ہندوستان کے اندر دورِ اسلامی میں امتیاز رنگ کا مظاہرہ کبھی ہوا ہی نہیں، البتہ امتیاز

Marfat.com

نسل موجود تھا۔ مگر وہ بھی مسلمانوں اور مسلمانوں کے درمیان جیسا کہ تغلقوں اور پٹھانوں۔ مغلوں اور لودھیوں کی کشمکش سے ظاہر ہے۔

شیر شاہ۔ اکبر۔ جہانگیر اور شاہ جہاں ایسے حکمرانوں کے عہد حکومت میں ہندؤں کو ملک کے سب سے بڑے عہدے ملتے تھے۔ وہ صوبوں کے گورنر بنتے۔ افواج کے کمانڈر ہوتے اور اضلاع اور قسمتوں کے حاکم مقرر کئے جاتے تھے۔ سیاسی اور اقتصادی نقطۂ نگاہ سے مسلمانوں کی حکومت ہندوستانیوں کی اپنی حکومت تھی۔ بالکل اسی طرح جس طرح ہندؤں کے عہد حکومت میں"

مسٹر ایم۔ این۔ رائے اپنی مشہور کتاب "کارنامہ اسلام" میں لکھتے ہیں:۔

"ہندوستان میں آنے سے پہلے اسلام اپنا انقلابی عہد ختم کر چکا تھا۔ دریائے سندھ و گنگا کے ساحل پر عربوں نے نہیں بلکہ عیش پسند ایرانی اور وسط ایشیا کے زبردست منگولوں نے اسلامی پرچم نصب کیا۔ لیکن انہوں نے حضرت محمدؐ کی یادگار شاندار اسلامی سلطنت کے ٹکڑے ٹکڑے اڑا دیئے تاکہ اس کی آواز پر لبیک کہنے والے اور اس کے پیغام کو آزادی کا وسیلہ سمجھنے والے لاکھوں ہندؤں نے اس سے آس لگائی کیونکہ برہمنی رجعت پسندی اور کٹرپن نے بدھ انقلاب کو کمزور کر دیا تھا اور ہندوستانی سماج کو ابتری کے خوفناک بھنور میں پھینک دیا تھا۔ اسلام کی قیادت نااہل ہاتھوں میں پہنچنے کے بعد بھی ہم دیکھتے ہیں کہ ایرانی اور مغل فاتحین عربوں کی وسعت نظری، رواداری اور روایاتی شرافت سے بے بہرہ نہ تھے۔ یہ واقعہ ہے کہ دور دراز ممالک سے آنے والے حملہ آوروں کی ایک مختصر سی جماعت نے اتنے بڑے ملک کو فتح کر کے سینکڑوں برس حکومت کی اور لاکھوں ہندؤں کو بغیر تشدد دائرہ اسلام میں لائے۔ اس کا بین ثبوت ہے کہ ان کی آمد نے ہندوستانی سماج کی خارجی ضروریات کو ایک حد تک پورا کیا۔ رجعت پسندی کی وجہ سے انقلابی جوش ٹھنڈا ہو چکنے کے بعد بھی اسلام نے

ہندو سماج پر ایک گہرا انقلابی اثر ڈالا۔ ہندوستان میں مسلمانوں کی طاقت حملہ آوروں کی شجاعت سے نہیں بلکہ اسلامی عقائد اور قوانین ہوئی"۔

پروفیسر ایشوری پرشاد صاحب تحریر فرماتے ہیں:۔ " اس نے (اسلامی فتوحات نے) ہماری قومیت کے ذخیرے میں روح اور سرگرمی کے اجزا کا اضافہ کیا اور ایک ایسی نئی تہذیب کا رواج دیا جو ہر طرح مستحق ستائش ہے۔ مسلمانوں کے رسوم و عادات نے اونچی ذات کے ہندوؤں کے عادات و رسوم کو بہت کچھ اُبھارا جو لطافت و نزاکت ہماری موجودہ سوسائٹی میں پائی جاتی ہے وہ زیادہ تر ان ہی کا طفیل ہے۔ انہوں نے خوبصورت عمارتیں تعمیر کرکے ہندوستان کے فن تعمیر میں انقلاب پیدا کر دیا"۔ (تاریخ ہند)

پروفیسر کھوسلہ اپنی تصنیف "مغل بادشاہت اور امراء" میں رقمطراز ہیں:۔

"ہندوستان کے مغلیہ شاہنشاہوں کے حق میں ہمیں یہ بات ماننی پڑتی ہے کہ وہ عام طور پر اُس زبردست طاقت کا جو انہیں حاصل تھی، غلط استعمال نہ کرتے تھے، اُن کی استبدادی بادشاہت دراصل عوام کی دلی حمایت پر مبنی تھی اور سیاسی طور پر انہوں نے ہندوؤں کو مسلمانوں کے ساتھ برابری کا درجہ عطا کیا۔ انہوں نے اپنے آپ کو مقامی حالات کے سانچے میں ڈھال لیا اور یہی اُن کی طاقت کا راز تھا"۔

چودھری چھوٹو رام سابق وزیر پنجاب تحریر فرماتے ہیں:۔ "انگریزوں کی طرح مسلمانوں نے کوئی علیحدہ سول لائن نہیں بنائی۔ اپنے ملازموں کو ملک کے اندر آباد ہونے کے حقوق سے محروم نہیں کیا۔ سب بلا امتیاز مذہب ہندوؤں کے ساتھ ساتھ آباد ہو کر رہنے لگے۔ یہیں پیدا ہوئے، یہیں پلے، یہیں مرے۔ جو کچھ کمایا یہیں خرچ کیا۔ اسی ملک کو فائدہ پہنچانے میں کام آیا۔ اسی طرح مسلمانوں کا کوئی لنکا شائر بھی نہ تھا جس کی خاطر ہندوستان کے مفاد کے گلے پر چھری پھیرنے کی ضرورت ہوتی۔ مسلمان بادشاہوں کی

Marfat.com

طرف سے ہندوؤں کے ساتھ ایسی بے اعتباری، بے رخی اور بے مروتی کا سلوک کبھی نہیں کیا گیا، جیسا کہ انگریزوں کی طرف سے ہندوستانیوں کے ساتھ اب تک ہوتا رہا۔"

بنگال کے مشہور ہندو لیڈر اور اہل قلم بابو بپن چندر پال اپنے ایک مضمون میں لکھتے ہیں:۔

"یہ مسلمانوں کی انتہائی ہمدردی اور خدا ترسی کا جذبہ تھا جس نے ہندوستان جیسے عظیم الشان ملک کی مذہبی زندگی اور خیالات میں ایک انقلاب عظیم پیدا کر دیا اور ایک فاتح کی حیثیت سے اس ملک میں داخل ہو کر ہزارہا نفوس کی معاشرت و قلوب کو متاثر کیا۔

"اسلام نے یہاں آکر ہمیں جدید آئین و قوانین سے روشناس کیا اور ہندوستان کے مختلف صوبوں میں ایک ایسی جماعت پیدا کر دی، جو پیشتر کی نسبت کہیں زیادہ وسیع، سیاسی و اقتصادی مفاد و مقاصد کی حامل تھی۔"

"مسلمانوں نے انگریزوں کی آمد سے ایک مدت پیشتر ہی ہندوستان کی سلطنت کو منظم اور قوم کو متحد کرنے کا تخت و شرف حاصل کر لیا تھا۔"

جناب لالہ تلسی رام صاحب تحریر فرماتے ہیں:۔ "مسلمانوں نے ہندوستان پر صدیوں حکمرانی کی۔ طرز حکومت عام طور پر عادلانہ تھا۔ مذہبی آزادی ان کی حکومت میں نہایت استحکام کے ساتھ قائم رہی۔ ان میں رحم دل بھی ہوئے، جابر بھی ہوئے۔ لیکن رحم دل کی رحم دلی اور جابر کا جبر کسی خاص فرقہ کے لئے مخصوص نہ تھا، بلکہ عام تھا جس سے مسلم اور غیر مسلم سب یکساں متاثر ہوتے تھے۔ جبراً تبدیل مذہب کرانے کو ان کے سر تھوپنا سراسر اتہام ہے۔ ہماری موجودہ تہذیب و ترقی بہت کچھ ان کی مرہون منت ہے۔"

(واقعات ہند)

Marfat.com

بنگال کے مشہور مؤرخ اور سائنس داں سر۔ پی۔ سی۔ رائے نے اپنی ایک تقریر کے دوران میں کہا تھا: ۔" اسلام نے ہندوستان کو بیرونی ممالک سے منسلک کردیا۔ سمندر کی تجارت کا راستہ جو مدتوں سے مذہبی تعصبات کی وجہ سے بند پڑا تھا از سرِ نو کھول دیا۔ یہ ایک بھاری سیاسی اور اقتصادی فائدہ ہے، جو اسلام کی وجہ سے ہندوؤں کو ہوا۔ مسلمان اپنے ساتھ اپنا تمدن، اپنا کلچر، اپنے رواج، اپنے رسومات، اپنے اخلاق حسنہ لائے، جو ہر لحاظ سے ترقی کی اونچی سے اونچی منزلیں طے کر چکے تھے۔ مسلمانوں کی آمد کی وجہ سے ہندوستان کے باشندے دوسرے ممالک کے کلچر اور تہذیب و تمدن سے بھی آگاہ ہوئے۔ ہندوستان کو سائنس کے میدان میں ہندوستانیوں کو ایجادات و اختراعات و اخلاقیات، الٰہیات، اقتصادیات وغیرہ کے متعلق ان کے نظریوں سے آگاہی حاصل ہوئی اور ان سے ایرانیوں کی دیرینہ تہذیب و تمدن کی دہستان کا علم ہوا۔ رومیوں کے طریق جنگ اور چینیوں کے طرز عمارت کا جو عرب کے ریگستانوں سے اکناف و اطراف عالم میں پھیلا، دنیا کی نگاہوں میں ہندوستان کی قدر و منزلت ہوگئی۔ ہندوستان کے ایک بہت بڑے حصہ میں عموماً اور بنگال جیسا چل پہاڑ سے شمالی علاقہ میں خصوصاً امن قائم ہوگیا تھا۔ وہ ہندوستان میں اسلامی سلطنت کی لاتعداد برکتوں میں سے ایک ہے ـــــ اسلامی سلطنت نے ہندوستان کو ایک ملک کی صورت دی۔ ملک بھر میں ایک قسم کی سلطنت قائم ہوگئی۔ لوگوں کے اخلاق، طرز معاشرت، عادات و اطوار میں انقلاب عظیم برپا ہوگیا۔ اور ہندوستان کے ایک سرے سے دوسرے سرے تک یکجہتی نظر آنے لگی۔ آ اسلام کی آمد سے ہندوستان کی آرٹ، صنعت و حرفت اور فن تعمیر کو بے انتہا فائدہ حاصل ہوا، اسلامی، چینی اور ہندو فن تعمیر کے ملاپ سے ایک نئی قسم کے فن تعمیر کی

Marfat.com

بنیاد پڑی ۔ ملکی صنعت نے بھی بہت ترقی کی ۔ نہایت اعلیٰ شال، کمل اور قالین تیار ہونے لگے ۔ دنیا آج تک اسلامی فن کی تعمیر کی مثال پیش نہیں کر سکتی اور ہندوستان اس بات پر بجا طور پر فخر کر سکتا ہے کہ اس فن تعمیر کے بہترین نمونے ہندوستان میں موجود ہیں۔ دنیا کا کوئی ملک کسی زمانہ میں بھی تاج کا جواب پیش نہیں کر سکا ۔ فتح پور سیکری میں شہنشاہ اکبر کے محلات و ایوان دنیا بھر کے انجینیروں کے لئے حیرت و استعجاب کا سامان ہیں ۔ اس کے علاوہ ہندوستان کی آمد سے ملک کو جو فائدہ حاصل ہوئے ان میں توحید کی اشاعت ، تاریخی کتابوں کی تصنیف ، تمدن ، تہذیب اور فنون حربیہ میں حیرت انگیز ترقی قابل ذکر ہیں ۔ اس کے علاوہ سیکڑوں اور فائدے گنائے جا سکتے ہیں۔ لیکن سب سے بڑا احسان جو اسلام نے ہندوستان پر کیا ہے وہ یہ ہے کہ اس ملک میں اللہ تعالیٰ کی توحید کے خیال کی بنیاد رکھی ، اور عوام میں ذات پات کی بندشوں کے خلاف ایک عام جذبہ پیدا کیا۔ مسلم بادشاہوں نے ایسے اقدامات کئے، جن کی وجہ سے ملک میں قومیت کا خیال پیدا ہوا ۔ یہ ایک ایسا احسان ہے کہ جس کا بدلہ کبھی ادا نہیں کیا جا سکتا "۔ (اخبار صحیفہ حیدرآباد دکن اکتوبر ۱۹۳۳ء)

ہندوستان میں مسلمانوں کی آمد سے ہندوستان کو کیا کیا فائدے پہنچے اسے ہندستان کے مشہور مورخ سر جدوناتھ سرکار کیا کہتے ہیں، سنئے :۔

(۱)۔ بیرونی دنیا سے تعلقات کی بحالی اور بحری فوج اور بحری تجارت کا احیاء، جو چولا راجاؤں کے زوال کے بعد ختم ہو گئی تھی ۔ (۲) ہندوستان کے بڑے حصے بالخصوص بندھیاچل کے شمال میں اندرونی امن و امان ۔ (۳) ایک ہی طرح کا نظم و نسق قائم ہونے کی وجہ سے انتظامی یکسانیت (۴) اعلیٰ طبقے کی تمام زبوں میں طرز معاشرت اور لباس کی یکسانیت (۵) انڈو اسلامک آرٹ

Marfat.com

جس میں ہندوستانی اور چینی مصوّری کے نمونے شامل ہو گئے تھے۔ فن تعمیر کی نئی طرز اور اعلیٰ قسم کی صنعتوں کا فروغ (مثلاً شال سازی۔ ململ۔ قالین سازی وغیرہ۔ (۶) ایک عام لنگوا فرنیکا (ملکی زبان) جیسے اُردو، ہندوستانی یا ریختہ کہتے تھے اور سرکاری نثر لکھنے کی خاص طرز جسے فارسی نویس ہندو منشیوں نے ایجاد کیا۔ (۷) بادشاہ دہلی کے تابع امن و امان اور اقتصادی بہبودی کی وجہ سے صوبجاتی ادبیات کا آغاز۔ (۸) توحید کا احیا اور تصوف کی ترقی۔ (۹) فنون جنگ اور عام تہذیب و تمدن میں ترقی۔

عالی جناب ڈاکٹر **راجندر پرشاد** (صدر جمہوریہ ہند) تحریر فرماتے ہیں :۔

"ہندوستان کے کسی فاتح مسلمان کے دل میں کبھی اس بات کا خیال تک نہ آیا تھا، کہ ہندوستان کے کسی حصّے کو اُس بدیشی ملک میں شامل کر دے کہ جہاں سے وہ آیا تھا۔ حملہ آوروں میں سے جو بھی رہ سکتا تھا یہیں رہ پڑا اور اس بات کی کوشش کرتا رہا کہ جو حصّہ ہائے ملک اس کی قلمرو سے باہر تھے، انہیں اپنا تابع فرمان بنالے"۔

"انہوں نے (مسلمانوں نے) یہاں رہ کر بڑے بڑے کام کئے۔ ہندوستان کو ایک مجتمع اور مضبوط سلطنت بنا دیا اور اسے ترقی دے کر شان کی معراج پر پہنچا دیا۔ انہوں نے علم و فن کی سرپرستی کی اور ایک مدّت دراز کی کوششوں سے ایک قومی ریاست بنا دیا۔ میں نے جو تاریخی حوالے دیئے ہیں ان کا مطلب تو صرف اس قدر ہے کہ مسلمانوں نے مسلمانوں سے لڑائیاں کی ہیں اور جتنی لڑائیاں ہندوؤں کے خلاف لڑیں، ان سے کہیں زیادہ مسلمانوں کے خلاف لڑتے رہے ہیں۔ اور تاریخ کے صرف ایک پہلو پر نظر ڈالنا ہوگا اور غلط ہوگا۔ اگر ہم یہ خیال کریں، جیسا کہ بعض لوگوں نے خیال بھی کیا ہے کہ مسلمان اپنے چھ سو سال سے زیادہ کے دور حکومت میں مسلسل ہندوؤں سے لڑتے اور مظالم کرتے رہے ہیں جس کی وجہ سے ہندوؤں کے دل میں نفرت اور عداوت پیدا ہو گئی ہے اور اس نفرت اور عداوت کے اثرات نہ مٹے ہیں اور نہ آئندہ مٹ سکتے ہیں۔۔۔ مسلمانوں کی سلطنتوں سے پہلے کے زمانے میں جو جنگیں ہوئیں

Marfat.com

ان میں تو یہ یقینی امر ہے (اگرچہ شاید بالکل ابتدائی زمانے کی جنگوں میں یقینی نہ ہو جب بھی) کہ ان باہمی آویزشوں میں اسلام یا تبلیغ اسلام کو کوئی دخل نہ تھا اور اسی طرح ہندستان میں جو جنگیں ہوئیں، وہ بھی مذہب کے لئے نہ تھیں۔ ملک کی فتح اور اپنی قوت کے استحکام کے بعد ہر فاتح، ہر بادشاہ، ہر شہنشاہ کی کوشش یہی ہوئی ہے کہ ملک میں اپنی سمجھ کے مطابق بہتر بن انتظامات کرے، اور ملک اور ملک کے باشندوں کی حفاظت کا زیادہ سے زیادہ خیال رکھے۔ اسمیں شک نہیں کہ اسلام کا اثر نظم و نسق اور رعایا کی زندگیوں پر ضرور پڑتا تھا، لیکن یہ چیز اس سے بالکل مختلف ہے جیسا کہ کہا جاتا ہے کہ ان دُنیادار بادشاہوں کا خواہ وہ بیرون ہند کے ہوں یا ہند کے، مقصد اسلام کی تبلیغ تھی۔"

---

اگر ان واقعات اور روایات اور بیانات مرقومہ کے بعد بھی منکرین بہ سر انکار رہیں تو اس کے سوا اور کیا کہا جا سکتا ہے کہ ان کی آنکھوں پر تعصب کے پردے پڑے ہوئے ہیں۔ اگر یہ حضرات چند منٹ کے لئے اپنی آنکھوں سے تعصب کے پردے اُٹھا کر حقائق کا مشاہدہ کریں، تو انہیں یہ تسلیم کئے بغیر چارہ نہ رہے گا کہ غیر مسلم رعایا کو اسلامی سلطنتوں میں جو امن و آسایش اور مذہبی آزادی حاصل ہوئی، دوسری کسی سلطنت میں مفتوحہ اقوام کو کبھی نصیب نہیں ہوئی۔

---

مطبوعہ ترقی آرٹ پریس۔ پٹنہ ۴

Marfat.com

Marfat.com

Marfat.com

Marfat.com

1619

سلسلۂ اشاعت مسلم اکاڈیمی نمبر ۲

# اسلام اور غیر مسلم

(یعنی اسلام اور شاہان اسلام کے متعلق غیر مسلم دنیا کی طرف سے جتنے پراپگنڈے کئے گئے ہیں، مستند اور مشہور عالم غیر مسلموں ہی کے اقوال بیانات سے ان کی تردید اور شاہان اسلام کی بے تعصبی کا اثبات)

از

محمد حفیظ اللہ

مؤلف :- اسلامی کارنامے، اسلامی مساوات، اسلامی روایات، اسلامی حکایات، اسلام اور غلامی، سلاطین ہند کی علم پروری،

ناشر:-

مسلم اکاڈیمی - پھلواری شریف (پٹنہ)

تیسرا ایڈیشن

سنہ ۱۹۵۵ء

قیمت - قسم اول مجلد دو روپے آٹھ آنے - قسم دوم بغیر جلد ۲ روپے

Marfat.com